
عمران سیریز
ایموشنل مشن

20
عمران سیریز نمبر

ایموشنل مشن

مکمل ناول

ندیم

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ / پاک گیٹ ملتان

محترم قارئین

السلام علیکم

میرا نیا ناول "ایموشنل مشن" آپ کے ہاتھوں میں ہے اور اس مشن کو ایموشنل مشن کا نام خود علی عمران نے دیا ہے۔ یہ مشن صرف علی عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے ہی ایموشنل نہیں ہے بلکہ آپ کے لئے بھی یہ ایموشنل ہی ہے۔ علی عمران، اس کی ٹیم، آپ سب، میں اور ہمارے وطن کا ہر فرد اپنے مشکباری بھائیوں کے لئے جذباتی ہے کیونکہ یہ مظلوم قوم کئی دہائیوں سے اپنی آزادی اور بقاء کی جنگ لڑ رہی ہے۔ ایک غاصب اور طاقتور قوم نے اپنے اسلحے اور طاقت کے گھمنڈ میں اس قوم کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اور نہ صرف اپنا غلام بنا رکھا ہے بلکہ اس کی نسل کشی میں بھی مصروف ہے۔ بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کو قتل کرنا کافرستانی فوجیوں کا معمول بن چکا ہے اور خواتین سے بداخلاقی کرنے کو وہ فخر سمجھنے لگے ہیں۔ دنیا کی اس حسین ترین وادی کو کافرستان کے عیار اور ظالم حکمرانوں نے ظلم و جبر سے بھر دیا ہے۔

کیا ہمیشہ یہی حالات رہیں گے۔ ظلم کی یہ سیاہ رات کیا ہمیشہ یونہی رہے گی۔ معصوم بچے کٹتے رہیں گے۔ بے گناہ نوجوان اسی طرح

گولیوں کا نشانہ بنتے رہیں گے اور کیا خواتین کی اسی طرح بے حرمتی ہوتی رہے گی۔ نہیں نہیں۔ ایسا ہمیشہ نہیں ہو گا۔ اس سیاہ رات کی صبح پُرنور ضرور طلوع ہو گی۔ شہیدوں کا لہو رنگ لائے گا اور وادئ مشکبار سے غلامی کے بادل چھٹ جائیں گے۔ ہمیں انتظار ہے اور اب یہ انتظار زیادہ طویل ثابت نہیں ہو گا۔

میرے بہت سے پڑھنے والوں نے اس بات کی فرمائش کی ہے کہ میں وادئ مشکبار پر بھی قلم اٹھاؤں۔ سو میں نے اپنے پڑھنے والوں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس موضوع پر پہلا ناول لکھا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی اس حساس موضوع پر ناول لکھنے کی کوشش کروں گا اور اس سلسلے میں مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آپ کے پرخلوص مشوروں اور آپ کی آراء کی ضرورت ہے۔ آپ کی آراء اور تنقید ہی مجھے بہتر سے بہترین لکھنے پر اکساتی ہے اور جب آپ کے خطوط مجھے ملتے ہیں تو میرا سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔ لہٰذا میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ بذریعہ خط اپنی رائے سے ضرور نوازتے رہیں۔

بشرط زندگی انشاء اللہ پھر ملاقات ہو گی۔

والسلام

ارشاد العصر جعفری

"صاحب۔ آپ کے لئے چائے بنا کر لے آؤں"...... سیمان کی آواز سنائی دی تو عمران نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سلیمان کا چہرہ دیکھ کر عمران حیران رہ گیا تھا کیونکہ سلیمان کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اور اس کی یہ سنجیدگی خلاف توقع تھی اس لئے عمران نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"خیریت تو ہے سلیمان"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں سلیمان سے پوچھا۔

"جی۔ جی ہاں صاحب۔ میں خیریت سے ہوں۔ آپ بتائیں چائے لے آؤں"...... سلیمان نے اس مرتبہ گلوگیر آواز میں کہا اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں نمی بھی آ گئی لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو پا لیا اور اس نے مسکرانے کی بھی کوشش کی۔

عمران نے کتاب فوراً ہی میز پر رکھی اور اٹھ کر سلیمان کی طرف

غور سے دیکھا تو سلیمان نے نظریں جھکا لیں۔

"کیا بات ہے سلیمان۔ گاؤں میں تو سب خیریت ہے ناں"۔ عمران نے پریشان لہجے میں کہا۔

"جی ہاں صاحب۔ سب خیریت ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تو ہے۔ اچھا میں آپ کے لئے چائے بنا لاتا ہوں"...... سلیمان نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

"سلیمان۔ ٹھہرو"...... عمران نے سلیمان کو آواز دی تو وہ رک گیا اور پھر اس نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا۔

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے اور تم مجھے جواب دیئے بغیر جا رہے ہو"...... عمران نے ناراض لہجے میں کہا۔

"آپ نے خیریت پوچھی ہے صاحب اور میں نے آپ کو بتایا ہے کہ سب خیریت ہے"...... سلیمان نے ایک بار پھر گلوگیر آواز میں کہا۔

"اچھا۔ تم یہ بتاؤ کہ تم اتنے اداس اور غمگین کیوں ہو رہے ہو"۔ عمران نے اس سے پوچھا۔

"صاحب۔ وجۂ الم سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے"...... سلیمان نے اس مرتبہ روکھے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ اور یہ تم کس طرح بول رہے ہو"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"سوری صاحب۔ بے خیالی میں غلط بات کہہ گیا۔ میں دراصل یہ

کہنا چاہتا تھا کہ آپ کو وجہ بتانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے"...... سلیمان نے ایسے انداز میں کہا جیسے اسے اپنی بات پر پشیمانی ہو رہی ہو۔ عمران نے ایک بار پھر اسے غور سے دیکھا اور اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ سلیمان اس وقت واقعی سنجیدہ اور اداس ہے یا جان بوجھ کر ایسا ظاہر کر رہا ہے۔

بڑے بڑے شاطر مجرموں کی زبان سے ایک لفظ سن کر ان کے سچ اور جھوٹ کو پرکھ لینے والا عمران اس وقت سلیمان کے معاملے میں الجھ کر رہ گیا۔ اسے اندازہ نہ ہو سکا کہ سلیمان حقیقی طور پر غمگین ہے یا ڈرامہ کر رہا ہے۔

"سلیمان۔ صحیح صحیح بتاؤ۔ کیا بات ہے"...... عمران نے چند لمحوں تک اسے غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔

"صاحب۔ میں نے آپ کو بتایا تو ہے کہ آپ کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں"...... سلیمان نے بدستور غمگین آواز میں کہا۔

"فائدے اور نقصان سے ہٹ کر تم مجھے بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"صاحب۔ وہ۔ وہ۔ نہیں صاحب۔ کچھ نہیں۔ جب آپ کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں تو پھر۔ رہنے دیں صاحب"...... سلیمان بتاتے بتاتے رکا اور پھر اس نے سر جھٹکتے ہوئے اور بیزار سے لہجے میں کہا۔

"او کے۔ نہ بتاؤ۔ جاؤ اور چائے بنا کر لے آؤ"...... عمران نے منہ بنا کر کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جی۔ بہت بہتر صاحب"...... سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اسٹڈی روم سے باہر چلا گیا۔

عمران کا خیال تھا کہ جب وہ سلیمان سے یہ بات کہے گا تو سلیمان اسے بتا دے گا لیکن عمران کا خیال غلط ثابت ہوا۔ سلیمان اسٹڈی روم سے باہر چلا گیا البتہ سلیمان کی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی آ گئی تھی۔ سلیمان نے اس نمی کو چھپانے کی کوشش تو کی تھی لیکن عمران کی نظروں سے چھپ نہیں سکی تھی۔

سلیمان اسٹڈی روم سے باہر چلا گیا تو عمران نے میز پر رکھی ہوئی کتاب اٹھائی اور جس صفحے پر اس نے کتاب چھوڑی تھی وہ صفحہ دوبارہ کھول لیا لیکن اب اس سے چند الفاظ بھی نہ پڑھے گئے۔ اس کا ذہن الجھ چکا تھا۔ اس نے کتاب ایک بار پھر میز پر رکھ دی اور سلیمان کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ آج اتنا غمگین کیوں ہے۔

سلیمان کو عمران کے ساتھ رہتے ہوئے طویل مدت گزر گئی تھی۔ عمران نے اسے پہلے کبھی اتنا اداس نہیں دیکھا تھا جتنا اداس اور غمگین وہ آج تھا اور عمران کو اس کے غم کی کوئی معقول وجہ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ عمران، سلیمان کے متعلق سوچ رہا تھا کہ سلیمان چائے لے کر آ گیا۔ اس نے چائے کا کپ عمران کے سامنے میز پر رکھا اور خاموشی کے ساتھ واپس جانے لگا۔

"سلیمان"...... جیسے ہی سلیمان اسٹڈی روم کے دروازے تک پہنچا عمران نے اسے آواز دی۔

"جی صاحب"...... عمران کی آواز سن کر سلیمان رکا اور پھر مڑتے ہوئے بولا۔

"ادھر آؤ"...... عمران نے کہا تو سلیمان سر جھکا کر چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

"ہاں۔ اب بتاؤ۔ یہ غم کے بادل کیوں چھائے ہوئے ہیں"۔ عمران نے سلیمان سے کہا۔

"صاحب۔ وہ۔ وہ مر جائے گی"...... سلیمان نے انتہائی گلوگیر لہجے میں کہا۔

"کون مر جائے گی۔ تم کس کی بات کر رہے ہو"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"صاحب۔ اس کا نام صدف ہے اور وہ کسی دفتر میں ٹائپسٹ ہے"۔ سلیمان نے کہا۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔ اس کا نام صدف ہے اور وہ ٹائپسٹ ہے لیکن وہ مر کیوں جائے گی اور اگر وہ مر بھی جائے گی تو تم اس کے لئے غمزدہ کیوں ہو رہے ہو"...... عمران نے بدستور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا تھا صاحب کہ آپ کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کوئی مرے یا جئے آپ کی بلا سے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر صدف مر گئی تو میں خود کو اس کا قاتل سمجھوں گا اور اپنے قاتل ہونے کا احساس مجھے بھی جینے نہیں دے گا"...... سلیمان نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آ رہیں۔ مر وہ جائے گی اور قاتل تم خود کو سمجھو گے۔ لیکن کیوں"...... عمران نے اب بھی حیرت بھرے لہجے میں سلیمان سے کہا۔

"اس لئے صاحب کہ وہ میری محبت میں خودکشی کرے گی۔ وہ ایک بار پہلے بھی یہ کوشش کر چکی ہے لیکن اس کے ساتھ رہنے والی لڑکیوں کو اس کے اقدام خودکشی کا بروقت پتا چل گیا اور انہوں نے اسے ہسپتال پہنچا دیا۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ اسے دوسری بار بھی بچا لیا جائے"۔ سلیمان نے کہا۔

"تمہاری محبت میں کوئی صدف نامی لڑکی خودکشی پر آمادہ ہے"۔ عمران نے سلیمان سے پوچھا۔

"جی ہاں صاحب۔ یہی بات ہے"...... سلیمان نے اقرار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیوں۔ وہ خودکشی کیوں کرنا چاہتی ہے"...... عمران نے کہا۔

"اس لئے کہ میں اسے اپنانے پر تیار نہیں ہوں"...... سلیمان نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اور تم اسے اپنانے پر تیار کیوں نہیں ہو"...... عمران نے اس سے پوچھا۔

"اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ میری شادی کبھی بھی نہیں ہونے دیں گے"...... سلیمان نے کہا۔

"جب اس قدر محبت کرنے والی لڑکی مل جائے تو پھر انسان کو شادی کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو سلیمان ایک دم ہی خوش ہو گیا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ سنجیدہ بھی ہو گیا۔

"میں جانتا ہوں صاحب۔ آپ نہ خود شادی کریں گے اور نہ ہی مجھے کرنے دیں گے"...... سلیمان نے کہا۔

"تم میری بات چھوڑو۔ اپنی بات کرو۔ اگر تمہیں اس قدر محبت کرنے والی لڑکی مل گئی ہے تو پھر تم فوراً ہی شادی کر لو۔ میری طرف سے اجازت ہے"...... عمران نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ مجھے سچے دل سے شادی کی اجازت دے رہے ہیں ناں"۔ سلیمان نے کہا۔

"ہاں۔ بالکل۔ میں سچے دل سے تمہیں شادی کی اجازت دے رہا ہوں"...... عمران نے اس سے کہا۔

"میں صدف سے ایسے ہی شادی نہیں کروں گا بلکہ پہلے اسے آپ سے ملواؤں گا۔ اگر وہ آپ کو پسند آئی تو اس سے شادی کروں گا ورنہ وہ ایک کیا دس بار خودکشی کر لے"...... سلیمان نے کہا۔

"شادی تم نے کرنی ہے اس لئے پسند بھی تمہی کرو"...... عمران نے کہا۔

"نہیں صاحب۔ ایسے نہیں۔ آپ اسے پسند کریں گے تو میں اس سے شادی کروں گا ورنہ نہیں"...... سلیمان نے کہا۔

"اگر میں نے اسے ناپسند کیا تو کیا تم اس سے شادی نہیں کرو

گے"۔ عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ اس صورت میں، میں قطعاً اس سے شادی نہیں کروں گا"...... سلیمان نے کہا۔

"پھر تو وہ خودکشی کر لے گی اور تم خود کو اس کا قاتل سمجھو گے"۔ عمران نے کہا۔

"صاحب۔ ابھی میں جذباتی ہو رہا تھا اور غلط سوچ رہا تھا۔ میں خود کو اس کا قاتل نہیں سمجھوں گا بلکہ آپ کو اس کا قاتل سمجھوں گا"۔ سلیمان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"او کے۔ تم صدف کو بھی لے آؤ اور ساتھ ہی نکاح خواں کو بھی۔ میں صفدر اور تنویر وغیرہ کو بلا لیتا ہوں۔ ابھی تمہارا نکاح ہو جائے گا"۔ عمران نے سلیمان سے کہا۔

"صاحب۔ آپ اپنی خوشی سے یہ بات کہہ رہے ہیں ناں"۔ سلیمان نے اس مرتبہ خوشی سے معمور لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں۔ میں سو فیصد خوشی سے کہہ رہا ہوں"...... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"صاحب۔ میں صدف کو فون کر دیتا ہوں۔ آپ اس سے مل لیں۔ کل آپ مولوی صاحب اور اپنے ساتھیوں کو بلا کر میرا نکاح پڑھا دیجئے گا"...... سلیمان نے کہا۔

"او کے۔ جیسے تم چاہو"...... عمران نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تو سلیمان خوشی خوشی اسٹڈی روم سے باہر چلا گیا۔ عمران نے بھی

کتاب اٹھائی اور دوبارہ مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد عمران کو ڈور بیل کی آواز سنائی دی اور پھر تقریباً نصف منٹ بعد ہی سلیمان کی صورت دکھائی دی۔

"صاحب۔ میں نے مس صدف کو سٹنگ روم میں بٹھا دیا ہے"۔ سلیمان نے عمران سے کہا۔

"او کے"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے کتاب بند کر کے ٹیبل پر رکھی اور کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ عمران سٹنگ روم میں آ گیا جبکہ سلیمان کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"السلام علیکم سر"...... عمران سٹنگ روم میں داخل ہوا تو اسے خوبصورت سی آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام"...... عمران نے سلام کا جواب دیا اور صدف کی طرف دیکھا۔

وہ چوبیس پچیس سال کی خوبصورت لڑکی تھی۔ اس نے سادہ مگر سلیقے کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ہلکا پھلکا میک اپ اسے اور زیادہ خوبصورت بنا رہا تھا۔ عمران نے اسے صرف ایک نظر دیکھا۔

"تشریف رکھیئے"...... عمران نے صدف سے کہا اور خود بھی صوفے پر بیٹھ گیا۔

صدف بھی صوفے پر بیٹھی اور ساتھ ہی اس نے نظریں بھی جھکا لیں۔ انہیں بیٹھے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ سلیمان چائے کے برتن اٹھائے آ گیا۔ برتن اس نے میز پر رکھ دیئے۔ چائے کے ساتھ ساتھ

لوازمات بھی موجود تھے۔

"صاحب۔ یہ ہیں مس صدف۔ یہ میری دیوانی ہو چکی ہیں۔ کہتی ہیں سلیمان اگر آپ نے مجھے نہ اپنایا تو میں خودکشی کر لوں گی اور میرے انکار پر یہ ایک بار خودکشی کی کوشش بھی کر چکی ہیں"...... سلیمان نے چائے کپوں میں ڈالتے ہوئے کہا تو صدف نے سر اور زیادہ جھکا لیا۔

"مس صدف۔ خودکشی کی موت تو حرام موت ہے اور سنا ہے کہ یہ ایسا گناہ ہے جس کی بخشش بھی نہیں ہے اور آپ ایسی موت مرنا چاہتی ہیں"...... عمران نے سمجھانے والے انداز میں صدف سے کہا۔

"سر۔ محبت میں ناکامی پر تو اکثر لوگ خودکشی کرتے ہی ہیں"۔ صدف نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"یہ صرف قصے کہانیوں میں ہی ہوتا ہے۔ حقیقی زندگی سے ایسی باتوں کا بھلا کیا تعلق"...... عمران نے کہا۔

"نہیں سر۔ یہ باتیں صرف قصے کہانیوں میں نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں بھی ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں"...... صدف نے احتجاج کرنے والے انداز میں کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ تو محبت میں ناکام نہیں ہیں۔ آپ سے سلیمان کی شادی ہونے والی ہے۔ میں تو آج ہی نکاح خواں اور گواہ بلا کر آپ کا نکاح کرانا چاہتا ہوں لیکن سلیمان کا کہنا ہے کہ یہ کام کل ہونا چاہئے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدف کا چہرہ گلنار ہو گیا اور اس نے

بے اختیار سلیمان کی طرف دیکھا۔

"سر۔ سلیمان صاحب تو ہر بات سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے نکاح کے لئے کل کا دن مقرر کیا ہے تو لازماً اس کی بھی کوئی وجہ ہو گی"...... صدف نے ایک بار پھر سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"صدف۔ آپ نے اپنے والدین کا ذکر نہیں کیا۔ کیا وہ اس رشتے پر راضی نہیں ہیں"...... عمران نے کہا۔

"سر۔ میں تو اس دنیا میں بالکل اکیلی ہوں۔ ورکنگ ویمن ہوسٹل میں رہتی ہوں"...... صدف نے کہا۔

"ویری بیڈ۔ کیا آپ کے والدین وفات پا چکے ہیں"...... عمران نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"جی سر۔ والد صاحب تو میرے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ والدہ دو سال قبل فوت ہو گئیں۔ ان کی وفات کے بعد میں بالکل تنہا ہو گئی اور پھر اس تنہائی کو دور کرنے کے لئے میں نے ملازمت بھی کر لی اور ویمن ہوسٹل میں رہائش بھی رکھ لی"...... صدف نے غمگین لہجے میں کہا۔

"یہ جان کر بہت افسوس ہوا۔ آپ نے تو زندگی میں بہت دکھ دیکھے ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"آپ نے ٹھیک کہا سر۔ یہ زندگی غموں کا ایک دریا ہے"...... صدف نے بدستور غمگین لہجے میں کہا۔

"لیکن اب تو آپ کی زندگی میں خوشیاں آنے والی ہیں۔ کل آپ

کا سلیمان سے نکاح ہو رہا ہے“...... عمران نے اس مرتبہ خوشی سے معمور لہجے میں کہا تو صدف بھی خوش نظر آنے لگی۔

”آج اتنی بڑی خوشی ملی ہے ہمیں لیکن سلیمان اتنا نالائق ہے کہ اس نے مٹھائی کا انتظام بھی نہیں کیا۔ حالانکہ ایسے موقعوں پر مٹھائی کا انتظام تو خصوصی طور پر کیا جاتا ہے“...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سلیمان کی طرف بھی دیکھا۔

”صاحب۔ میں ابھی جا کر مٹھائی لے آتا ہوں“...... سلیمان نے خوشی سے معمور لہجے میں کہا۔

”ضرور۔ ضرور۔ اس موقع پر مٹھائی کا ہونا بہت ضروری ہے“۔ عمران نے اس سے کہا۔

”صاحب۔ میں دس منٹ میں مٹھائی لے کر آتا ہوں۔ اس دوران آپ مس صدف سے مزید سوالات پوچھ لیں“...... سلیمان نے کہا اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

”مس صدف۔ آپ ایک باورچی سے شادی کر کے اپنی زندگی کیوں برباد کرنا چاہتی ہیں“...... سلیمان جب بیرونی دروازے سے باہر نکل گیا تو عمران نے صدف سے کہا۔

”سر۔ اس لئے کہ مجھے سلیمان صاحب سے محبت ہو گئی ہے“۔ صدف نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ یہ سب باتیں کسی مجبوری کی وجہ سے کر رہی ہیں“...... عمران نے صدف کو غور

سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی سر۔ محبت انسان کو مجبور کر دیتی ہے نا“...... صدف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اب میں بتاتا ہوں کہ اصل بات کیا ہے۔ آپ کو سلیمان سے قطعاً محبت نہیں ہے۔ آپ کا نام صدف نہیں ہے بلکہ ستارہ ہے اور آپ سٹیج اداکارہ ہیں۔ سلیمان نے آپ کو پیسے دے کر یہ رول کرنے کو کہا ہے“...... عمران نے صدف سے کہا تو اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ جس کا مطلب تھا کہ عمران نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہے۔

عمران کو سٹیج ڈرامے دیکھنے کا کوئی شوق نہیں تھا لیکن جب سے اس نے اس لڑکی کو دیکھا تھا اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے اس لڑکی کو کہیں دیکھا ہوا ہے۔ یادداشت پر تھوڑا سا زور دینے پر اسے یاد آ گیا کہ اس نے ایک دو بار اخبار میں اس لڑکی کی تصویر سٹیج ڈراموں کے اشتہار میں دیکھی ہے اور یہ بات یاد آتے ہی اسے اشتہار میں لکھا ہوا لڑکی کا نام بھی یاد آ گیا۔

”یس۔ سر۔ سلیمان صاحب تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے سٹیج ڈرامہ کبھی نہیں دیکھا“...... ستارہ نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس نے ٹھیک کہا ہے۔ مجھے واقعی سٹیج ڈرامے دیکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ میں نے ایک دو بار ڈراموں کے اشتہار میں آپ کی تصویر دیکھی ہے“...... عمران نے ستارہ سے کہا۔

”سر۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ سلیمان صاحب نے کہا کہ ڈرامہ کرنا ہے اور اس ڈرامے کا انہوں نے مجھے معقول معاوضہ دیا ہے۔ میں تو پروفیشنل اداکارہ ہوں۔ ڈراموں کا معاوضہ لیتی ہوں“...... ستارہ نے عمران سے کہا۔

”فلم، ٹی وی اور سٹیج پر اداکاری کرنا پروفیشن ہے لیکن حقیقی زندگی میں کسی کے سامنے ڈرامہ کرنا دھوکا کہلاتا ہے اور کسی کو دھوکا دینا بہت بڑا جرم ہے اور چونکہ آپ نے جرم کیا ہے لہٰذا میں پولیس کو بلا کر آپ کو پولیس کے حوالے کر رہا ہوں“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کے بعد اس نے جیب سے اپنا سیل فون نکالا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

”بس۔ بس۔ سر۔ مجھے معاف کر دیں۔ مجھے تو سلیمان صاحب نے ایسا کرنے کو کہا اور میں لالچ میں آ گئی۔ اب میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔ بس آج آپ مجھے معاف کر دیں“...... ستارہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بھی باندھ دیئے۔

”صرف ایک شرط پر آپ کو معافی مل سکتی ہے“...... عمران نے اس سے کہا۔

”میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔ بس آپ مجھے معاف کر دیں“...... ستارہ نے کہا۔

”کیا آپ نے سلیمان سے پوچھا تھا کہ وہ یہ ڈرامہ کیوں کرنا

چاہتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”جی سر۔ میں نے سلیمان صاحب سے یہ سوال پوچھا تھا“...... ستارہ نے اقرار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”پھر سلیمان نے اس سوال کیا جواب دیا“...... عمران نے ستارہ سے پوچھا۔

”انہوں نے کہا تھا کہ ان کے صاحب ان کی شادی کے لئے کسی بھی طرح تیار نہیں ہو رہے۔ اس طرح وہ لازماً شادی کے لئے تیار ہو جائیں گے“...... ستارہ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اس کی شادی کے لئے تیار ہو جاتا لیکن آپ نے اس سے شادی تو نہیں کرنی تھی اور جب اس کی شادی آپ سے نہ ہوتی تو پھر وہ مجھے کیا جواب دیتا“...... عمران نے کہا۔

”انہوں نے کہا تھا کہ وہ آپ کو میرے ایکسیڈنٹ کی خبر سنائیں گے اور ساتھ ہی میری وصیت بھی کہ میں نے مرتے وقت سلیمان صاحب کو وصیت کی تھی کہ وہ شادی ضرور کریں گے اور ان کے خیال کے مطابق چونکہ آپ ان کی شادی کے لئے راضی ہو چکے ہوں گے اس لئے وہ کسی سے بھی شادی کر لیں گے“...... ستارہ نے کہا تو عمران نے اثبات کے انداز میں سر ہلا دیا۔

اسی وقت عمران کو بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ سلیمان مٹھائی لے کر آ گیا ہے۔

”اب آپ نے یہ ڈرامہ جاری رکھنا ہے“...... عمران نے دھیمے

لہجے میں ستارہ سے کہا۔

دو تین سیکنڈ کے بعد سلیمان سٹنگ روم میں آ گیا۔ وہ بدستور خوش نظر آ رہا تھا۔

"تم تو بہت ساری مٹھائی لے کر آ گئے ہو"...... عمران نے مٹھائی کے ڈبے دیکھتے ہوئے کہا۔

"صاحب۔ خوشی بھی تو بہت بڑی ہے نا"...... سلیمان نے خوشی سے معمور لہجے میں کہا۔

"ہاں۔تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس فلیٹ میں ایسی خوشی پہلی بار دیکھنے کو مل رہی ہے۔ افسوس اس کام میں بہت دیر ہو گئی"...... عمران نے سلیمان سے کہا۔

"صاحب۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ دیر آید درست آید"...... سلیمان نے محاورہ بولتے ہوئے کہا۔

"سلیمان۔ جتنی دیر ہونی تھی وہ ہو گئی۔ اب میں مزید دیر نہیں چاہتا۔ مجھے اب ایک بزرگ کا قول یاد آ رہا ہے کہ نیکی کے کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے"...... عمران نے سلیمان سے کہا پھر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

"صاحب۔ آپ کسے فون کرنے لگے ہیں"...... سلیمان نے عمران کو فون کرتے دیکھا تو پریشان ہو کر بولا۔

"میں ٹائیگر کو فون کر رہا ہوں۔ وہ نکاح خواں، جوزف اور جوانا کو لیتا آئے گا۔ نیک کام ہے اور یہ نیک کام آج ہی ہو جانا چاہئے"۔

عمران نے کہا اور پھر اس نے سیل فون کان سے لگا لیا۔

"صاحب۔ مس صدف کو تیار تو ہونے دیں"...... سلیمان نے بے بسی کے سے انداز میں کہا۔

"مس صدف تو بالکل تیار ہیں۔ کیوں مس صدف۔ آپ نکاح فارم پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہیں"...... عمران نے پہلے سلیمان اور پھر ستارہ سے کہا۔

"جی سر۔ میں تو تیار ہوں"...... ستارہ نے سر جھکاتے ہوئے اور شرمیلے لہجے میں کہا۔

"مم۔ میرا مطلب ہے صاحب۔ دولہا، دلہن کے لئے نئے کپڑے، نئے جوتے ضروری ہوتے ہیں اور دلہن کے لئے تو زیورات بھی بہت ضروری ہوتے ہیں"...... سلیمان نے کہا۔

"نکاح کے بعد تم مارکیٹ چلے جانا اپنی دلہن کے ساتھ۔ اپنے لئے بھی شاپنگ کرنا اور دلہن کو بھی شاپنگ کرانا"...... عمران نے کہا اور پھر وہ سیل فون پر دوبارہ نمبر پریس کرنے لگا۔

"صاحب۔ صاحب۔ مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں"...... سلیمان نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں بھئی۔ کوئی وقت نہیں ہے۔ پہلے ہی اس نیک کام میں بہت دیر ہو گئی ہے"...... عمران نے کہا۔ اس کے بعد اس نے ایک بار پھر سیل فون کان سے لگایا جبکہ سلیمان بے بسی سے اسے دیکھنے لگا۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) سپیکنگ"۔

عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ہاں ٹائیگر۔ تم ایک نکاح خواں، جوزف اور جوانا کے لے کر میرے فلیٹ پر آ جاؤ۔ جلدی"...... عمران نے اتنا کہا اور پھر اس نے کال کاٹ کر سیل فون اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"صاحب۔ اگر صدف سے میری شادی ہوگئی تو اماں بی جوتے مار مار کر میرا سر گنجا کر دیں گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے مجھے گاؤں واپس بھجوا دیں"...... سلیمان نے فوراً رو دینے والے انداز میں کہا۔

"کیوں بھئی۔ کیا کمی ہے صدف صاحبہ میں۔ ماشاء اللہ جوان ہیں، خوبصورت ہیں اور مشرقی لباس میں ہیں۔ اماں بی بھی یقیناً انہیں پسند کریں گی"...... عمران نے کہا۔

"بے شک۔ وہ پہلے انہیں پسند کریں گی لیکن جب انہیں معلوم ہو گا کہ صدف سٹیج ڈرامہ کرنے والی اداکارہ ستارہ ہے تو پھر وہ شاید مجھے بھی گولی مار دیں"...... سلیمان نے کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے سلیمان۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا"۔ عمران نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"صاحب۔ مجھ سے بھول ہو گئی، خطا ہو گئی۔ مجھے معاف کر دیں"۔ سلیمان نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کے قدموں کو ہاتھ بھی لگانا چاہا لیکن عمران نے اس کے بازو پکڑ لئے۔

"میں سمجھ گیا ہوں صاحب، آپ کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔

آپ نے مجھے اسی لئے مٹھائی لینے بھیجا تھا کہ آپ میری غیر موجودگی میں مس ستارہ سے سب کچھ پوچھ لیں اور میں جانتا ہوں کہ مس ستارہ کتنی ہی بڑی اداکارہ کیوں نہ ہو آپ لمحوں میں اس سے سچ بات اگلوا سکتے ہیں"۔ سلیمان نے عمران سے کہا۔

"پھر بھی تم نے یہ ڈرامہ کرنے کی کوشش کی"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے صاحب یا پھر میری عقل گھاس چرنے چلی گئی تھی۔ میں بس بھول گیا تھا لیکن اب کبھی نہیں بھولوں گا۔ بس آپ مجھے معاف کر دیں"...... سلیمان نے کہا۔

"تم نے مس ستارہ کا معاوضہ ادا کر دیا ہے یا ابھی کرنا ہے"۔ عمران نے اس سے پوچھا۔

"صاحب۔ ان کا معاوضہ میں نے ایڈوانس دے دیا تھا"...... سلیمان نے عمران سے کہا۔

"او کے۔ اب انہیں مٹھائی بھی دے دو اور انہیں دروازے تک بھی چھوڑ آؤ"...... عمران نے کہا۔

عمران کی بات سن کر سلیمان خوش ہو گیا۔ مٹھائی دو ڈبوں میں تھی۔ اس نے دونوں ڈبے اٹھا کر ستارہ کو دے دیئے۔ ستارہ نے مٹھائی لینے سے انکار بھی کیا لیکن سلیمان نے اس کی ایک نہ سنی اور مٹھائی اسے تھما کر اسے بیرونی دروازے تک چھوڑ آیا۔

"صاحب۔ وہ ٹائیگر صاحب جوزف اور جوانا کو لا رہے ہیں۔

جوزف تو میرا خوب مذاق اڑائے گا۔ وہ کالیا تو ویسے ہی میرا دشمن نمبر ون ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''ٹائیگر نہیں آ رہا۔ اگر تم ڈرامہ کر سکتے ہو تو میں کیوں تم سے پیچھے رہوں''...... عمران نے کہا۔

''اچھا۔ تو آپ بھی ڈرامہ کر رہے تھے۔ پھر تو ہم دونوں میں کوئی فرق نہ ہوا۔ میں تو خوامخواہ پریشان ہو رہا ہوں''...... اس مرتبہ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہم دونوں میں نہیں بلکہ ہم تینوں میں کوئی فرق نہ ہوا۔ تم مس ستارہ کو ابھی سے بھول گئے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جبکہ سلیمان سنجیدہ نظر آنے لگا۔

''آپ نے ایک بار پھر میری شادی کا پروگرام ملتوی کرا دیا ہے۔ اب آپ کو چائے ہرگز نہیں ملے گی''...... سلیمان نے عمران سے کہا۔

''میں تو نکاح خواں کو بھی بلا رہا تھا اور گواہ بھی۔ تم نے خود ہی شادی سے انکار کیا ہے اور اب الزام مجھے دے رہے ہو''...... عمران نے اس مرتبہ غصیلے لہجے میں سلیمان سے کہا۔

''ستارہ تو آپ کو راضی کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔ آپ میری شادی پر راضی ہو جاتے تو میں کوئی اور گھریلو قسم کی لڑکی ڈھونڈ لیتا۔ لیکن آپ اپنے ساتھ ساتھ میرا جنازہ بھی جائز نہیں ہونے دیں گے''...... سلیمان نے ایک بار پھر منہ بناتے ہوئے کہا اور سٹنگ روم سے باہر نکل گیا جبکہ عمران بھی مسکراتے ہوئے اٹھا اور اسٹڈی روم میں آ گیا کیونکہ ابھی

اس نے آدھی کتاب ہی پڑھی تھی۔ یہ ایک تاریخی کتاب تھی اور اتنے دلچسپ انداز میں لکھی گئی تھی کہ عمران اسے جلد از جلد پڑھ لینا چاہتا تھا۔ ابھی اس نے ایک ہی صفحہ پڑھا ہو گا کہ سلیمان چائے بنا کر لے آیا۔ عمران کتاب پڑھنے کے ساتھ ساتھ چائے کے گھونٹ بھی لینے لگا۔

کافرستان کے صدر اپنے شاندار آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ایک فائل کھلی ہوئی تھی اور وہ اس فائل کو پڑھنے میں مصروف تھے کہ انٹرکام کی مترنم گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"...... انہوں نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"سر۔ سیکرٹری دفاع گوپال چند صاحب تشریف لے آئے ہیں"۔ دوسری طرف سے ان کی پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"انہیں بھیج دیں"...... صدر صاحب نے اپنی پی اے سے کہا اور پھر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ چند سیکنڈ بعد ان کے آفس کا دروازہ کھلا اور گوپال چند کی صورت دکھائی دی۔

"سر۔ میں اندر آ سکتا ہوں"...... گوپال چند نے اجازت طلب

کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ تشریف لائیے"...... صدر صاحب نے کہا اور ساتھ ہی انہوں نے فائل بھی بند کر کے اپنے سامنے ٹیبل پر رکھ دی جبکہ گوپال چند مؤدبانہ انداز میں چلتا ہوا صدر صاحب کے قریب آ گیا۔

"نمستے سرکار"...... صدر صاحب کی ٹیبل کے قریب پہنچ کر گوپال چند نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیئے"...... صدر صاحب نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تھینک یو سر"...... کرسی پر بیٹھنے کے بعد اس نے صدر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"گوپال صاحب۔ میں وادی مشکبار کے حالات کی وجہ سے بہت پریشان ہوں"...... صدر صاحب نے کہا۔

"سرکار۔ آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ آتنک وادیوں کی وجہ سے ہم سب ہی پریشان ہیں۔ نصف صدی سے زیادہ سے بیت گیا ہم انہیں ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن یہ کمبخت ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے بلکہ ایسے لگتا ہے کہ ان کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے"...... گوپال چند نے صدر کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"گوپال صاحب۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اس سلسلے کو ختم ہو جانا چاہئے۔ ہم وادی مشکبار کی وجہ سے بہت بدنام ہو رہے ہیں۔ دنیا کے بہت سے ممالک ہمیں ظالم سمجھنے لگے ہیں"...... صدر صاحب نے کہا۔

"سر۔ ہم تو دنیا کی سب سے بڑی سیکولر اسٹیٹ ہیں۔ اگر چند ممالک ہمارے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں تو یہ ان کا قصور ہے۔ ہم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے اور ویسے بھی یہ خالصتاً ہمارا اندرونی مسئلہ ہے۔ ہم کسی کو اپنے اندرونی مسائل میں مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتے"...... گوپال چند نے کہا۔

"یہ درست ہے کہ یہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے لیکن ہم بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیموں کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتے جبکہ یہ تنظیمیں وادی مشکبار کے لوگوں کو مظلوم بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہیں اور انہی کی وجہ سے اب ہمارا امیج خراب ہوتا جا رہا ہے"...... صدر صاحب نے کہا۔

"آپ ٹھیک فرما رہے ہیں سر۔ ہم نے انسانی حقوق کی تنظیموں کو اپنے ملک میں کچھ زیادہ ہی آزادی دے رکھی ہے"...... گوپال چند نے انسانی حقوق کی تنظیموں کا ذکر کرتے ہوئے منہ بنایا۔

"اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ وادی مشکبار میں امن قائم ہو جائے اور اس سلسلے میں اگر وادی مشکبار کی آدھی آبادی ہی کیوں نہ ختم کرنی پڑ جائے اسے ختم کر دیا جائے"...... صدر صاحب نے اس مرتبہ سخت لہجے اور سنگدلانہ انداز میں کہا۔

"بالکل سر۔ ہماری تو خواہش ہے کہ وادی مشکبار کے آدھے سے زیادہ افراد مار دیئے جائیں اور پھر اس وادی میں اپنے لوگ آباد کر دیئے جائیں۔ لیکن سر۔ ابھی تک ایسا ہو نہیں سکا۔ نجانے کب ہماری

یہ حسرت پوری ہو گی"...... گوپال چند نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ سوچیں کہ یہ کام جلد سے جلد کیسے کیا جا سکتا ہے"...... صدر صاحب نے کہا۔

"رائٹ سر۔ میں ابھی سوچتا ہوں"...... گوپال چند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا سر بھی جھکا دیا جبکہ صدر صاحب نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اپنی پی اے کے نمبرز پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... پہلی ہی بیل کے بعد انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا گیا اور پی اے کی آواز سنائی دی۔

"میرے آفس میں چائے بھجوا دیں"...... صدر صاحب نے بھاری آواز میں پی اے سے کہا۔

"رائٹ سر"...... دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو صدر صاحب نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے گوپال چند کی طرف دیکھا جو سر جھکائے سوچوں میں گم تھا۔ صدر صاحب نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر وہ خود بھی سوچ میں گم ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا اور صدارتی آفس کا ایک اہلکار چائے کے برتن لے کر اندر آ گیا۔ اس نے صدر صاحب اور گوپال چند کی طرف سرسری انداز میں دیکھا۔ دونوں ہی سر جھکائے سوچوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ صدارتی آفس کے اہلکار نے چائے کے برتن

ایک طرف رکھی ہوئی ٹیبل پر رکھے اور دو کپ تیار کئے۔ ایک کپ اس نے صدر صاحب کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا اور دوسرا کپ گوپال چند کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد صدر صاحب اور گوپال چند نے اپنے سامنے رکھے ہوئے چائے کے کپ اٹھائے اور ہونٹوں سے لگا لئے۔ وہ سوچنے کے ساتھ ساتھ چائے بھی پینے لگے۔ پھر اچانک ہی گوپال چند اس بری طرح چونکا کہ اس کے ہاتھ میں موجود چائے کا کپ لرز اٹھا اور کپ میں سے چائے چھلک کر اس کے ہاتھ پر گری تو اس کے ہاتھ پر چھالے بن گئے۔ چائے کے چند چھینٹے ٹیبل پر بھی گرے۔

"گوپال صاحب۔ کیا بات ہے۔ آپ اس بری طرح چونکے کیوں ہیں"...... صدر صاحب نے گوپال مند سے پوچھا۔

"سر۔ میرے ذہن میں ایک ایسا نام آ گیا ہے جو وادیٔ مشکبار کی عوام کی نسل کشی کر سکتا ہے اور وہ نام آتے ہی میں اس بری طرح چونکا ہوں"...... گوپال چند نے ایک بار پھر سر جھکاتے ہوئے کہا تو صدر صاحب نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔

"ایسا کون سا نام ہے گوپال صاحب"...... صدر صاحب نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سر۔ کرنل راج کمار"...... گوپال چند نے جوشیلے لہجے میں صدر صاحب سے کہا۔

"کرنل راج کمار۔ یہ کون ہے"...... صدر صاحب نے بدستور

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سر۔ راج کمار ہماری آرمی میں کرنل ہے۔ یہ فطری طور پر بھیڑیئے کی طرح سفاک، چیتے کی طرح خطرناک، شیر کی طرح بہادر اور لومڑی کی طرح مکار ہے۔ اگر مشکباریوں کی نسل کشی کا مشن اس کے سپرد کر دیا جائے تو یہ برسوں کا کام مہینوں میں کر دے گا"...... گوپال چند نے کہا۔

"اچھا۔ لیکن میں تو کرنل راج کمار کو نہیں جانتا"...... صدر صاحب نے گوپال چند سے کہا۔

"سر۔ یوں سمجھئے کہ کرنل راج کمار ایک ایسی خونخوار عفریت کا نام ہے جو روزانہ سینکڑوں مشکباریوں کے خون سے اپنی پیاس بجھائے گی"۔ گوپال چند نے کہا۔

"اچھا۔ تو پھر آپ بلوائیں کرنل راج کمار صاحب کو"...... صدر صاحب نے گوپال چند سے کہا۔

"جی بہت بہتر سر۔ کیا مجھے فون استعمال کرنے کی اجازت ہے"۔ گوپال چند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ آپ فون استعمال کر سکتے ہیں"...... صدر صاحب نے گوپال چند سے کہا۔

"تھینک یو سر"...... گوپال چند نے کہا اور پھر اس نے سفید رنگ کے ٹیلی فون سیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور سیٹ اٹھا کر اپنے قریب رکھا۔ اس کے بعد اس نے رسیور اٹھا کر نمبرز پریس کئے۔

صدر صاحب کی ٹیبل پر تین رنگ کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے اور گوپال چند ان تینوں کے بارے میں ہی جانتا تھا۔ سفید رنگ کا ٹیلی فون ڈائریکٹ تھا اور عام استعمال کرنے کے لئے تھا۔ سرخ رنگ کے ٹیلی فون کو انتہائی اہم اور سیکرٹ کالز کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جبکہ براؤن کلر کے ٹیلی فون سیٹ کا تعلق صدر صاحب کی پی اے سے تھا اور براؤن فون ہی صدر صاحب کے استعمال میں زیادہ رہتا تھا کیونکہ زیادہ تر کالیں پی اے ہی ملاتی تھی۔

”سر۔ کرنل راج کمار صاحب چند منٹوں میں ہی پہنچ رہے ہیں“۔ فون کرنے کے بعد گوپال چند نے صدر صاحب سے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا اور انٹرکام کا رسیور اٹھا کر پی اے کا نمبر پریس کر دیا۔

”یس سر“...... فوراً ہی دوسری طرف سے ان کی پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”سیکورٹی آفیسر کو بتا دیں کہ کرنل راج کمار صاحب آ رہے ہیں۔ انہیں فوراً میرے آفس پہنچا دیا جائے“...... صدر صاحب نے اپنی پی اے کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”او کے سر“...... دوسری طرف سے پی اے کی آواز سنائی دی تو صدر صاحب نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد انٹرکام کی بیل بجی تو صدر صاحب نے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... صدر صاحب نے مختصراً کہا۔

”سر۔ راج کمار صاحب تشریف لے آئے ہیں“...... دوسری طرف سے ان کی پی اے نے کہا۔

”انہیں بھیج دیں“...... صدر صاحب نے بھاری آواز میں کہا اور ساتھ ہی رسیور بھی رکھ دیا۔ تین چار سیکنڈ بعد ہی ان کے آفس کا دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور مضبوط جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ فوجی وردی میں تھا اور بیجز اسے کرنل ظاہر کر رہے تھے۔ اندر داخل ہو کر وہ دروازے پر ہی رک گیا۔

”سر۔ میں اندر آ سکتا ہوں“...... کرنل راج کمار نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ تشریف لائیے“...... صدر صاحب نے اپنی مخصوص آواز میں کہا تو وہ ٹیبل کے قریب آ گیا۔ ٹیبل کے قریب آ کر اس نے صدر صاحب اور گوپال چند کو مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

”تشریف رکھیے“...... صدر صاحب نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے کہا تو وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ صدر صاحب نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بھیڑیے جیسی سفاکی نظر آ رہی تھی اور آنکھوں میں موجود تیز چمک اسے لومڑی جیسا عیار ثابت کر رہی تھی۔

”گوپال چند صاحب نے آپ کی بہت تعریف کی ہے اور یہ تعریف سن کر ہی ہم نے آپ کو طلب کیا ہے“...... چند لمحوں تک کرنل راج کمار کو غور سے دیکھنے کے بعد صدر صاحب نے اس سے کہا۔

"سر۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے مجھے ملاقات کا اعزاز بخشا ہے"...... کرنل راج کمار نے مؤدبانہ لہجے میں صدر صاحب سے کہا۔

"گوپال چند صاحب نے آپ کے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے آپ کا چہرہ دیکھ کر لگ رہا ہے کہ انہوں نے بالکل ٹھیک کہا ہے"۔ صدر صاحب نے کرنل راج کمار سے کہا۔

"سر۔ گوپال صاحب کی ذرہ نوازی اور مجھ پر احسان ہے"۔ کرنل راج کمار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب ہم آتے ہیں اصل موضوع کی طرف کہ ہم نے آپ کو کیوں طلب کیا ہے"...... صدر صاحب نے کرنل راج کمار سے کہا تو وہ ایک دم ہی مستعد ہو گیا۔

"یس سر۔ میں ہمہ تن گوش ہوں"...... اس نے مؤدبانہ لہجے میں صدر صاحب سے کہا۔

"وادیٔ مشکبار کے حالات آپ کے سامنے ہیں اور یہ حالات بہتر ہونے کی بجائے خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں اور اب ہم ان حالات کی وجہ سے بہت پریشان ہیں"...... صدر صاحب نے کہا۔

"سر۔ حالات واقعی بہت خراب ہیں اور ان خراب حالات کے ٹھیک ہونے کا بس کا ایک ہی طریقہ ہے"...... کرنل راج کمار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا طریقہ ہے"...... صدر صاحب نے کرنل راج کمار کو غور سے

دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر۔ وادیٔ مشکبار میں جو بھی پاکیشیا کا حمایتی ہے اسے گولی سے اڑا دیا جائے۔ بس یہی ایک حل ہے۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے ہمارے پاس"...... کرنل راج کمار نے کہا۔

"کرنل صاحب۔ مشکباریوں کو تو گولیوں سے اڑایا جا رہا ہے۔ ہماری بہادر فوج روزانہ کئی آتنک وادیوں کو گولیوں سے اڑا رہی ہے"...... صدر صاحب نے کہا۔

"سر۔ یہ رفتار بہت آہستہ ہے۔ ہمیں آتنک وادیوں کے خلاف اپنی کارروائی تیز کرنی ہو گی۔ اگر روز پانچ دس آتنک وادی مارے جاتے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ اگر روز پانچ دس ہزار مشکباری مارے جائیں تو پھر ہم مہینوں میں ہی اپنے مقاصد حاصل کر سکتے ہیں"۔ کرنل راج کمار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سر۔ کرنل صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہمیں آپریشن بہت تیز کرنا ہو گا"...... گوپال چند نے کہا۔

"کرنل راج کمار صاحب یہ ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہیں"۔ صدر صاحب نے پوچھا۔

"یس سر۔ یہ تو میرے لئے اعزاز کی بات ہے۔ اگر میری وجہ سے وادیٔ مشکبار میں مسلم آبادی اکثریت سے اقلیت میں تبدیل ہو گئی تو کافرستان کی تاریخ میں مجھے ہیرو کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ سر۔ تاریخ میں میرا نام امر ہو جائے گا"...... کرنل راج کمار نے خوش ہوتے

ہوئے کہا۔

"ہاں۔ نہ صرف ہسٹری میں آپ کا نام زندہ رہے گا بلکہ حکومت آپ کو اتنا مالا مال کر دے گی کہ آپ کی آنے والی نسلیں بھی شاہانہ زندگی گزاریں گی"...... صدر صاحب نے کہا۔

"لیس سر۔ مجھے اس بات کا احساس ہے"...... کرنل راج کمار نے اور زیادہ خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ ہم آپ کو وادیٔ مشکبار بھجوانے کے آرڈر کرتے ہیں"۔ صدر صاحب نے کہا۔

"سر۔ اس سلسلے میں میری ایک گزارش بھی ہے"...... کرنل راج کمار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں بتائیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"...... صدر صاحب نے کرنل راج کمار سے پوچھا۔

"سر۔ مجھے مکمل اختیارات دے کر وادیٔ مشکبار بھیجا جائے"...... کرنل راج کمار نے کہا۔

"جی ہاں۔ ایسا ہی ہو گا۔ آپ ہر طرح سے بااختیار ہوں گے۔ اگر وادیٔ مشکبار میں آپ سے سینئر افسران موجود ہیں تو ہم انہیں واپس بلا لیں گے تا کہ کوئی بھی آپ کے کام میں رکاوٹ نہ ڈال سکے اور آپ وہاں سب سے سینئر آفیسر ہوں"...... اس مرتبہ گوپال چند نے کرنل راج کمار سے کہا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"تھینک یو سر۔ بس اب آپ سمجھ لیں کہ وادیٔ مشکبار میں مسلم

اکثریت اقلیت میں بدل گئی ہے۔ میں وادیٔ مشکبار کے ہر مسلمان کو تڑپا تڑپا کر ماروں گا"...... کرنل راج کمار نے بھیانک آواز میں کہا۔

"او کے۔ اب آپ جائیں اور وادیٔ مشکبار جانے کی تیاری کریں"۔ صدر صاحب نے کرنل راج کمار سے کہا۔ وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا۔ اس نے صدر صاحب اور گوپال چند کو سیلوٹ کیا اور پھر آفس سے باہر چلا گیا جبکہ صدر صاحب کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے۔

کرنل راج کمار کا وادئ مشکبار میں آج پہلا دن تھا۔ جری نگر کے آرمی سینٹر میں تمام آفیسرز سے تعارف کے بعد کرنل راج کمار اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میجر چٹن ورما اس کے آفس میں داخل ہوا۔

"نمسکار سر"...... میجر چٹن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کرنل راج کمار کو آداب کرتے ہوئے کہا۔

"نمسکار۔ بیٹھو چٹن ورما"...... کرنل راج کمار نے اس کے آداب کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ میجر چٹن ورما اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میجر چٹن ورما۔ وادئ مشکبار میں کافرستانی آرمی، گورنمنٹ کا ایک مشن مکمل کر رہی ہے۔ تمام آفیسرز اسی مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں اور میں بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لئے یہاں آیا ہوں۔ میں نے یہاں کے مسلوں کو ہر طرح سے کچلنا ہے۔ بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کو ختم کرنا ہے اور عورتوں کو"...... کرنل راج کمار نے اتنا کہا اور

مسکرانے لگا۔

"اور عورتوں کو کیا سر"...... جواب میں میجر چٹن ورما نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنا ہے وادئ مشکبار کی ناریاں بہت ہی سندر ہوتی ہیں"...... کرنل راج کمار نے کہا۔

"یس سر۔ آپ نے بالکل درست سنا ہے۔ وادئ مشکبار کی سندر ناریاں دنیا بھر کی ناریوں سے زیادہ حسین ہوتی ہیں"...... میجر چٹن ورما نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس وادی کی حسین ترین ناری کون ہے"...... کرنل راج کمار نے میجر چٹن ورما سے پوچھا۔

"سر۔ ایک سندری میری نظر میں ہے۔ لیکن"...... میجر چٹن ورما نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"لیکن کیا میجر ورما"...... کرنل راج کمار نے سخت لہجے میں کہا۔ اسے ادھوری بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"لیکن سر۔ وہ لڑکی یہاں کے ایک بہت بڑے لیڈر کی بیٹی ہے۔ اگر اس کے ساتھ کچھ انیائے ہو گیا تو پوری وادی میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا"...... میجر چٹن ورما نے کہا۔

"ہنگامہ کھڑا ہو جانے دو۔ میں یہاں آیا بھی اس لئے ہوں کہ ہنگامے کھڑے ہوں۔ میں پورے کے پورے احتجاجی جلوسوں کو ہی صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گا۔ تم بتاؤ کہاں رہتی ہے وہ سندرتا"...... کرنل

راج کمار نے سفاک لہجے میں کہا۔

"سر۔ جری نگر کے ایمن بازار میں شاہد لطیف کا گھر ہے۔ یہ شاہد لطیف وادیٔ مشکبار کا بہت بڑا لیڈر ہے اور وہ سندرتا اسی شاہد لطیف کی پتری ہے"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"کیا عمر ہو گی اس سندرتا کی"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے پوچھا۔

"سر۔ تازہ گلاب ہے۔ چودہ اور پندرہ سال کے درمیان ہو گی"۔ میجر چتن ورما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ چودہ اور پندرہ سال کے درمیان۔ اس عمر کی سندر ناریاں تو میری کمزوری ہیں میجر۔ تم نے میرے لئے بالکل درست انتخاب کیا ہے"...... کرنل راج کمار نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"سر۔ یہاں ایک سے بڑھ کر ایک سندرتا موجود ہے۔ اور سر۔ ان سب پر آپ کا ہی حق ہے"...... میجر ورما نے اس مرتبہ خوشامد بھرے لہجے میں کرنل راج کمار سے کہا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"او کے۔ ہم کل صبح چار بجے شاہد لطیف کے گھر آپریشن کر رہے ہیں۔ اس نے اپنے گھر میں آتنک وادیوں کو پناہ دی ہوئی ہے"...... کرنل راج کمار نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے سر۔ میں اپنے جوانوں کو تیاری کا حکم دے دیتا ہوں۔ صبح چار بجے آپریشن کرنے کے لئے ہمیں صبح تین بجے یہاں سے روانہ ہونا پڑے گا"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"ہاں۔ تم جاؤ اور تیاری کے آرڈر کر دو"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا۔ میجر چتن ورما کرسی سے اٹھا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں کرنل راج کمار کو سلام کیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے کمرے سے باہر جانے کے بعد کرنل راج کمار نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور اپنے پی اے کے نمبرز پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے رسیور اٹھائے جانے کے بعد اس کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"میرے لئے شراب کی ایک بوتل بھجوا دو"...... کرنل راج کمار نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"او کے سر"...... اس کے پی اے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ چند لمحوں کے بعد کرنل راج کمار کے آفس کا دروازہ کھلا اور ایک فوجی شراب کی بوتل اٹھائے اندر آ گیا۔ اس نے کرنل راج کمار کو مؤدبانہ لہجے میں سلام کیا مگر کرنل راج کمار نے اس کے سلام کا جواب دینا گوارہ نہ کیا۔ فوجی نے شراب کی بوتل کرنل راج کمار کی ٹیبل پر رکھی اور اس کے بعد وہ جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی سے واپس چلا گیا۔ اس کے کمرے سے باہر جانے کے بعد کرنل راج کمار نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور بوتل ہی منہ سے لگا لی۔ چند گھونٹ شراب پینے کے بعد اس نے بوتل ٹیبل پر رکھی اور باسکٹ میں رکھی ہوئی چند فائلوں میں سے ایک فائل اٹھا لی پھر وہ شراب پینے کے ساتھ ساتھ فائل بھی پڑھنے لگا۔

آج آسمان پر دور دور تک بادل دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ چاند کی چاندنی اور ستاروں کی روشنی میں ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی۔ آج سردی بہت تھی اور اس سردی کی وجہ ٹھنڈی ہوا تھی جو سرشام ہی چلنا شروع ہو گئی تھی۔

اس وقت صبح کے چار بجنے والے تھے اور اکثر لوگ گرم گرم بستروں میں دبکے ہوئے تھے۔ سردی اور رات کا آخری پہر ہونے کے باوجود بھی کئی لوگ جاگ رہے تھے اور اس طرح جاگنا شاید ان کے مقدر میں لکھا ہوا تھا۔ وہ سوتے کم اور جاگتے زیادہ تھے۔ اگر ان کی آنکھ لگ بھی جاتی تھی تو وہ معمولی سی آواز پر بھی اٹھ بیٹھتے تھے۔

غاصبوں نے ان کے دن کا آرام اور رات کا سکون لوٹ لیا تھا۔ گھر ان کے تھے، سرزمین ان کی تھی اور وطن ان کا تھا لیکن ظالموں نے ان پر تسلط جما لیا تھا۔ صرف اپنی طاقت اور اسلحے کے بل بوتے

پر۔ وہ غاصبوں سے اپنی سرزمین آزاد کرانا چاہتے تھے۔ ظلم کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے اور یہی ان کا سب سے بڑا جرم بن گیا تھا۔ ظالم اور غاصب نے ان کی زمین انہی پر تنگ کر دی تھی اور ان پر اس حد تک مظالم ڈھا رہا تھا کہ ان کی راتوں کی نیند بھی اڑ گئی تھی۔

چار بجنے میں ابھی چند سیکنڈ باقی تھے کہ ایمن بازار کے رہائشیوں نے فوجی گاڑیوں کی آواز سنی۔ فوجی گاڑیاں ان کے علاقے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ بستروں میں دبکے ہوئے لوگ پریشان ہو گئے۔ غاصب فوجی جب بھی کسی محلے میں جاتے تھے وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے تھے۔ ان کی بندوقوں سے نکلی ہوئی گولیاں بچوں، بوڑھوں اور جوانوں میں امتیاز کئے بغیر خون کی ندیاں بہا دیتی تھیں۔ وہ کم سن اور جوان لڑکیوں کو اغوا کر کے لے جاتے تھے اور پھر اغوا شدہ لڑکیوں کی لاشیں ویران جگہوں سے ملتی تھیں۔ اسی لئے وادی مشکبار کے بے بس اور مجبور لوگ فوجی گاڑیوں کی آواز سنتے ہی پریشان ہو جاتے تھے۔

ایمن بازار کی طرف آنے والا فوجی قافلہ بہت بڑا تھا۔ سب سے آگے دو فوجی ٹرک تھے جن میں درجنوں فوجی موجود تھے اور تمام فوجیوں کے پاس جدید اسلحہ تھا۔ ان دو ٹرکوں کے بعد ایک فوجی جیپ تھی۔ اس جیپ کی فرنٹ سیٹ پر کرنل راج کمار بیٹھا ہوا تھا جبکہ پچھلی سیٹ پر میجر چیتن ورما موجود تھا۔ کرنل راج کمار کے ہاتھ میں شراب کی ایک بوتل تھی اور وہ گھونٹ گھونٹ شراب پی رہا تھا۔ اس جیپ کے

بعد آٹھ فوجی ٹرک مزید تھے۔ ان ٹرکوں میں بھی جدید اسلحے سے لیس کافرستانی فوجی موجود تھے۔

ایمن بازار کے قریب پہنچ کر یہ فوجی قافلہ رک گیا۔ دس ٹرکوں سے سینکڑوں فوجی نیچے اترے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے پورے ایمن بازار کو گھیرے میں لے لیا۔ جب پورا ایمن بازار فوجیوں کے گھیرے میں آ گیا تو کرنل راج کمار جیپ کی فرنٹ سیٹ سے اور میجر چتن ورما پچھلی سیٹ سے نیچے اترے۔ جیسے ہی یہ دونوں جیپ سے نیچے اترے تو دس فوجی ان کے قریب آ گئے۔

کرنل راج کمار نے سوالیہ انداز میں میجر چتن ورما کی طرف دیکھا تو وہ ایمن بازار کی گلی نمبر ایک کی طرف چل پڑا۔ کرنل راج کمار اور دیگر فوجی بھی اس کے ساتھ ہی چلنے لگے۔ گلی نمبر ایک میں بھی کئی فوجی پوزیشن سنبھال چکے تھے۔ اس گلی کے مکان نمبر پندرہ پر پہنچ کر میجر چتن ورما رک گیا اور پھر اس نے دروازے پر دباؤ ڈال کر دیکھا۔

دروازہ اندر سے بند تھا۔

"توڑ دو اس دروازے کو"...... میجر چتن ورما نے فوجیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

اس کا حکم سنتے ہی دو فوجی آگے بڑھے اور انہوں نے پوری قوت سے اپنے کندھے دروازے پر مارے۔ کچھ ہی دیر میں دروازہ ٹوٹ کر اندر جا گرا اور فوجی اندر داخل ہو گئے لیکن جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے ایک فائر کی آواز سنائی دی اور سب سے اگلے فوجی کی چیخ بلند ہوئی۔

ریوالور سے چلائی جانے والی گولی اس کی گردن میں لگی تھی اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔ باقی فوجیوں نے بہت پھرتی دکھائی اور وہ زمین پر لیٹ گئے تھے جبکہ کرنل راج کمار اور میجر چتن ورما دروازے کے باہر ہی رک گئے۔

گولی چلانے والی ایک ادھیڑ عمر عورت تھی جو کہ ایک کمرے کے دروازے میں کھڑی ہوئی تھی۔ ایک فوجی نے زمین پر لیٹے لیٹے ہی اپنی بندوق کا رخ اس عورت کی طرف کیا اور گولی چلا دی۔ ایک زبردست دھماکا ہوا اور گولی اس ادھیڑ عمر عورت کے سر میں جا لگی جس سے اس عورت کی کھوپڑی کے ٹکڑے ہو گئے۔ اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی تھی۔

زمین پر لیٹے ہوئے فوجی اٹھے۔ انہوں نے چاروں طرف دیکھا لیکن انہیں کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ وہ محتاط انداز میں چلتے ہوئے کمروں کے قریب پہنچے۔ جس کمرے کے دروازے پر ادھیڑ عمر عورت کھڑی ہوئی تھی انہوں نے سب سے پہلے اس کمرے میں جھانکا۔ اس کمرے میں ٹیوب لائٹ جل رہی تھی۔ کمرے میں ایک بوڑھی عورت، چودہ پندرہ سال کی ایک لڑکی اور گیارہ بارہ سال کی عمر کا ایک لڑکا خوفزدہ حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان تینوں کے چہروں پر نفرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

کرنل راج کمار اور میجر چتن ورما بھی اب وہاں آ گئے تھے۔ لڑکی کو دیکھ کر کرنل راج کمار کی سفاک آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔

"تت۔ تت۔ تم نے میری بہو کو مار ڈالا۔ ظالمو".... بوڑھی عورت نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تجھے بہو کا غم کھائے جا رہا ہے بڑھیا جبکہ تیرا اپنا آخری وقت آ چکا ہے".... کرنل راج کمار نے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر وہ اپنا ریوالور اپنی انگلی میں گھمانے لگا۔

"مجھے اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے ظالمو۔ میں تو اپنی زندگی گزار چکی ہوں".... بزرگ خاتون نے نفرت بھرے لہجے میں کہا تو کرنل راج کمار طنزیہ انداز میں مسکرانے لگا۔

"بڑھیا۔ یہ لڑکی تیری پوتی ہے نا".... کرنل راج کمار نے لڑکی کو ہوس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"خبردار۔ میری پوتی کی طرف میلی نظروں سے نہ دیکھ۔ میں تیری آنکھیں نکال لوں گی".... بزرگ خاتون نے کڑک دار لہجے میں کہا تو کرنل راج کمار نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"سنا تم نے میجر چتن ورما۔ بڑھیا کیا کہہ رہی ہے".... قہقہہ لگانے کے بعد کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا۔

"سر۔ یہ بڑھیا ایسا کر سکتی ہے۔ یہ بہت ہی طاقتور بڑھیا ہے"۔ میجر چتن ورما نے طنزاً کہا۔

"مت اکڑ اپنی طاقت پر۔ یہ طاقت فانی چیز ہے".... بزرگ خاتون نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں اکڑ نہیں رہا بڑھیا۔ میں تو ڈر رہا ہوں".... میجر چتن ورما

نے بدستور طنزیہ لہجے میں کہا۔

"فرعون کو بھی دولت اور طاقت کا گھمنڈ ہی لے ڈوبا تھا لیکن تم کیا سمجھو گے۔ تم تو خود فرعون بنے ہوئے ہو لیکن کب تک۔ ایک نہ ایک دن فرعون کی طرح تم بھی مٹ جاؤ گے".... بزرگ خاتون نے کہا۔

"چتن ورما۔ بڑھیا کی زبان تو قینچی کی طرح چل رہی ہے".... کرنل راج کمار نے کہا۔

"سر۔ قینچی کی مانند چلتی ہوئی یہ زبان ابھی ہمیشہ کے لئے رک جائے گی".... میجر چتن ورما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میجر چتن ورما".... کرنل راج کمار نے کہا اور پھر وہ بزرگ خاتون کے قریب آ گیا۔

"پیچھے ہٹ کمبخت۔ میرے اتنے قریب کیوں آ گیا ہے".... بزرگ خاتون نے غصیلے لہجے میں کہا۔

کرنل راج کمار دھیرے سے مسکرا دیا اور پھر اس نے بزرگ خاتون کو ایک تھپڑ مار دیا۔ بزرگ خاتون کی چیخ بلند ہوئی۔ جیسے ہی بزرگ خاتون نے چیخنے کے لئے منہ کھولا کرنل راج کمار نے اپنے ریوالور کی نال اس کے منہ میں ڈال دی اور اس کے ساتھ ہی اس نے سفاکانہ انداز میں مسکراتے ہوئے ٹریگر بھی دبا دیا۔ ایک دھماکا ہوا اور گولی بزرگ خاتون کا حلق چیرتی ہوئی گردن کے پچھلے حصے سے نکل گئی۔

بزرگ خاتون کی آخری چیخ بلند ہوئی اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے

گی۔ کمرے میں موجود لڑکی اور لڑکا پہلے ہی خوفزدہ تھے۔ بزرگ خاتون کو تڑپتے دیکھ کر وہ اور بھی زیادہ خوفزدہ ہو گئے۔ لڑکی تو یہ منظر برداشت ہی نہ کر سکی۔ وہ لہرائی اور بے ہوش ہو کر فرش پر گر گئی۔

”سر۔ بہت ہی نازک مزاج لڑکی ہے“...... میجر چتن ورما نے لڑکی کو بے ہوش ہوتے دیکھ کر کہا۔

”ہاں۔ اسے اٹھا کر لے چلو“...... کرنل راج کمار نے کہا تو میجر چتن ورما نے فرش پر گری ہوئی لڑکی کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

”چھوڑ دو۔ چھوڑ دو میری آپی کو“...... لڑکے نے آگے بڑھ کر میجر چتن ورما کو ٹکر مارتے ہوئے کہا۔

لڑکے کی ٹکر کا میجر چتن ورما پر کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ اس نے لڑکے کی گردن پر ایک تھپڑ مارا تو لڑکا لڑکھڑا کر فرش پر جا گرا اور وہ گر کر ابھی اٹھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ کرنل راج کمار نے ایک مرتبہ پھر ٹریگر پر دباؤ ڈالا۔ ایک اور دھماکا ہوا اور گولی لڑکے کے سر میں جا لگی۔ لڑکے کی چیخ بلند ہوئی اور اس کے سر میں سوراخ ہو گیا۔ وہ بھی فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ کرنل راج کمار دلچسپ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ جب لڑکے کا جسم ساکت ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ میجر چتن ورما تو چلا گیا تھا البتہ اس کے دیگر ماتحت ابھی کمرے میں کھڑے ہوئے تھے۔ کرنل راج کمار ان سے مخاطب ہوئے بغیر دروازے کی طرف بڑھا پھر وہ اس گھر سے باہر آ گیا۔ اس کے

ماتحت بھی اس کے ساتھ ہی آ گئے۔

باہر چتن ورما جیپ کے قریب ہی کھڑا تھا جبکہ بہت سے فوجی ٹرکوں سے ڈرم اتار رہے تھے۔ ان ڈرموں میں پٹرول تھا۔ پٹرول ڈال کر ایمن بازار کو آگ لگانا ان کے پروگرام میں شامل تھا۔ کچھ ہی دیر میں ٹرکوں سے تمام ڈرم اتار لئے گئے۔ یہ کل دس ڈرم تھے۔ ڈرموں کو ٹرکوں سے اتارنے کے بعد فوجی انہیں اٹھا کر دور دور تک پھیل گئے اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ایمن بازار کے پورے علاقے میں پٹرول پھیلایا جا چکا تھا۔ پٹرول پھیلانے کے بعد تمام فوجی انتہائی تیزی سے ٹرکوں میں بیٹھے اور ٹرک حرکت میں آ گئے۔

کرنل راج کمار نے زمین پر پھیلے ہوئے پٹرول کی طرف ریوالور کا رخ کر کے گولی چلا دی۔ شعلہ پٹرول کی طرف بڑھا اور آناً فاناً آگ لگ گئی۔ کرنل راج کمار اچھل کر جیپ میں سوار ہوا اور جیپ تیز رفتاری سے آگ سے دور ہونے لگی۔

پاکیشیا سیکرٹ سروس کے پاس ان دنوں بھی کوئی کیس نہیں تھا۔ لہٰذا عمران اور سیکرٹ سروس کے دیگر ممبران فارغ تھے۔ ممبران اپنا زیادہ وقت سیر و تفریح میں گزارتے تھے جبکہ عمران مطالعہ کرتا تھا۔ وہ ایکریمیا سے شائع ہونے والے انٹرنیشنل سائنس میگزین کا باقاعدہ رائٹر بن چکا تھا۔ ہر دوسرے تیسرے مہینے اس کا ایک مضمون اس رسالے میں شائع ہو جاتا تھا جس کا اسے بھاری معاوضہ بھی ملتا تھا۔ اپنا تازہ مضمون اس نے آج ہی میگزین کے ایڈیٹر کو ای میل کیا تھا اور اب وہ ذہنی طور پر فارغ ہو کر ٹی وی کے ایک چینل پر ڈاکومنٹری فلم دیکھ رہا تھا۔ ڈاکومنٹری فلمیں دیکھنے سے بھی اسے بہت سی معلومات مل جاتی تھیں۔ وہ فلم دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ اسے سلیمان کے کمرے میں آنے کا احساس ہی نہ ہوا۔

''صاحب۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے''...... سلیمان کی آواز سنائی

دی تو عمران چونک پڑا۔

''تم۔ کیا کہا ہے تم نے''...... عمران نے چونکنے کے بعد سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

''صاحب۔ میں نے یہ پوچھا ہے کہ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا''...... سلیمان نے اپنا سوال دہرایا۔

''ہاں۔ میری طبیعت ٹھیک ہے لیکن تمہیں میری طبیعت کی فکر کیوں ہوئی''...... عمران نے اس سے کہا۔

''صاحب۔ پورا ایک گھنٹہ ہو گیا ہے اور آپ نے چائے کی آواز نہیں لگائی۔ اس لئے میں پریشان ہو کر آپ کو دیکھنے آیا ہوں کہ کہیں خدانخواستہ آپ کی طبیعت نہ خراب ہو گئی ہو''...... سلیمان نے کہا۔

''تم یہ دیکھنے آتے ہو کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر چکا ہوں''۔ عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

''مریں آپ کے دشمن صاحب۔ میری تو دعا ہے کہ اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔ میرے وطن کو میرے جیسے باورچی مل جائیں گے لیکن آپ جیسا علی عمران ایم ایس سی، ڈی ایس سی (آکسن) ایک بھی نہیں ملے گا''۔ سلیمان نے خلوص بھرے لہجے میں عمران سے کہا۔

''تم جانتے ہو کہ میں جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو چائے زیادہ پیتا ہوں ورنہ عام حالات میں تو میں بہت ہی کم چائے پیتا ہوں''...... عمران نے اس سے کہا۔

''عام حالات میں واقعی آپ بہت کم چائے پیتے ہیں۔ میرا خیال

ہے کہ آپ دن میں ایک دو کپ ہی چائے کے پیتے ہوں گے"۔ سلیمان نے سوچنے والے انداز میں عمران سے کہا۔

"نہیں۔ اب میں اتنی کم چائے بھی نہیں پیتا۔ دن بھر میں کوئی دس بارہ کپ چائے تو پی ہی لیتا ہوں گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سلیمان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

"اب آپ کے لئے چائے بنا کر لاؤں"...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب تم چائے پلانا چاہتے ہو تو لے آؤ۔ چائے جیسی نعمت سے انکار تو نہیں کرنا چاہئے"...... عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن ابھی اس نے ایک ہی قدم اٹھایا تھا کہ ڈور بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔

"صاحب۔ ایک تو آپ کے ملنے والوں کو سکون نہیں آتا"۔ سلیمان نے رک کر اور عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جناب آغا سلیمان پاشا۔ شاید آپ بھول رہے ہیں کہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں"...... عمران نے سلیمان سے کہا۔

"واقعی صاحب۔ میں بھول گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے"۔ سلیمان نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ اسی وقت بیل دوبارہ بج اٹھی۔

"آپ دیکھ رہے ہیں صاحب۔ رحمت کو اس گھر میں آنے کی کتنی

جلدی ہے"...... سلیمان نے کہا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران کے چہرے پر موجود مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"کیا عمران فلیٹ میں موجود ہے"...... چند لمحوں کے بعد عمران کو سوپر فیاض کی کڑک دار آواز سنائی دی۔

"جی ہاں۔ صاحب موجود ہیں۔ تشریف لے آیئے"...... عمران کو سلیمان کی آواز سنائی دی اور پھر اگلے ہی لمحے عمران کو سوپر فیاض کی شکل دکھائی دی۔ اس کے پیچھے سلیمان بھی تھا۔

"عمران۔ تم تو انتہائی بے مروت ہو چکے ہو"...... کمرے میں داخل ہوتے ہی سوپر فیاض نے شکایتی لہجے میں کہا۔ عمران اس کے استقبال کے لئے اٹھا اور پھر اس نے سوپر فیاض سے معانقہ کیا۔

"میرے بارے میں اتنا حسین خیال تمہارے ذہن میں کیسے آ گیا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا دوست ہوں اور مجھے تمہارا خیال رہتا ہی ہے لیکن تمہیں میرا خیال کبھی نہیں آیا"...... سوپر فیاض نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا بیٹھو"...... عمران نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو فیاض صوفے پر بیٹھ گیا۔

"سلیمان۔ تم ابھی تک یہیں کھڑے ہو۔ خیریت تو ہے"...... عمران نے سلیمان سے کہا۔

"جی صاحب۔ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھ رہا ہوں"۔ سلیمان

نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ پھر کیسا محسوس کر رہے ہو"...... عمران نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاحب۔ بارش بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے لیکن جب یہ حد سے بڑھ جائے تو زحمت بن جاتی ہے"...... سلیمان نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران کی مسکراہٹ میں اضافہ ہو گیا۔

"یہ تم دونوں کس قسم کی باتیں کر رہے ہو"...... سوپر فیاض نے حیران ہو کر کہا۔

"میں اسے سمجھا رہا تھا کہ گھر میں آنے والا مہمان ہوتا ہے اور مہمان اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتا ہے"...... عمران نے سوپر فیاض سے کہا تو اس کا خوشگوار موڈ ایک دم ہی خراب ہو گیا۔

"اور یہ مجھے رحمت سے زحمت بنا رہا ہے اور تم بھی اس کی بات پر ہنس رہے ہو"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ صوفے سے کھڑا ہو گیا۔

"ارے۔ ارے۔ تم کھڑے کیوں ہو گئے ہو۔ بیٹھو"...... عمران نے اسے اٹھتے دیکھا تو جلدی سے کہا۔

"تم نے اپنے اس باورچی کی اولاد کو بہت سر پر چڑھا رکھا ہے۔ اسے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں ہے۔ اب تم جس دن اسے تمیز سکھاؤ گے میں اسی دن آؤں گا"...... سوپر فیاض نے بدستور غصے سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ عمران اسے روکتا ہی رہا لیکن وہ تیزی سے

کمرے سے باہر نکل گیا پھر بیرونی دروازہ کھلنے اور زور سے بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ عمران نے تیز نظروں سے سلیمان کو گھورا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

"سوری صاحب۔ فیاض صاحب تو آج ایک دم ہی غصے میں آ گئے"...... سلیمان نے دھیمے لہجے میں کہا اور اس کے بعد وہ بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے بیرونی دروازہ بند کیا اور پھر واپس سٹنگ روم میں آ گیا۔

"صاحب۔ چائے کے ساتھ کباب بھی تل کے لے آؤں"۔ سلیمان نے میٹھے سے لہجے میں عمران سے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا جواب دیتا۔ ڈور بیل کی آواز سنائی دی۔

"صاحب۔ رحمت ناراض ہو کر چلی گئی تھی اب واپس آ گئی ہے"۔ سلیمان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"بیل بجانے کا یہ انداز سوپر فیاض کا نہیں ہے۔ دروازے پر کوئی اور ہے"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"میں دیکھتا ہوں صاحب"...... سلیمان نے کہا اور سٹنگ روم سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ دونوں کی عمریں پچیس سے چھبیس سال کے درمیان تھیں۔ ان میں سے ایک مقامی لڑکی نظر آ رہی تھی اور دوسری یورپین۔

"السلام علیکم"...... مقامی لڑکی نے سلام کرتے ہوئے کہا تو عمران اس کے لہجے سے سمجھ گیا وہ لڑکی وادیٔ مشکبار کی رہنے والی ہے۔

"وعلیکم السلام"...... عمران نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہائے"...... یورپین لڑکی نے بھی اپنے انداز میں عمران کو سلام کیا تو عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ یہ لڑکی گریٹ لینڈ کی رہنے والی ہے۔

"ہیلو"...... عمران نے اس کے سلام کا بھی جواب دیتے ہوئے کہا۔ مقامی لڑکی ہاتھ ملائے بغیر صوفے پر بیٹھ گئی لیکن یورپین لڑکی نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"سوری۔ اگر میں نے آپ سے ہاتھ ملایا اور اماں بی کو پتا چل گیا تو انہوں نے جوتے مار مار کر میرے سر کے بال اڑا دینے ہیں"...... عمران نے ہاتھ ملانے سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ میں آپ کی معاشرت کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس لئے برا نہیں مناؤں گی"...... یورپین لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"برا نہ منانے کا شکریہ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے یورپین لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔

"میرا نام مریم ہے اور یہ مس لزی ہیں۔ میں گریٹ لینڈ میں سکول ٹیچر ہوں اور یہ گریٹ لینڈ کے معروف اخبار گریٹ نیوز کی کرائم رپورٹر ہیں اور آپ غالباً علی عمران صاحب ہیں"...... مقامی لڑکی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"غالباً علی عمران نہیں، صرف علی عمران"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں مریم سے کہا۔

"صرف علی عمران صاحب۔ او کے۔ آل رائٹ"...... مریم نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران ہنس پڑا۔ اسی وقت سلیمان سٹنگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے ایک ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں چائے کے ساتھ ساتھ کباب بھی موجود تھے۔ اس نے ٹرے میز پر رکھی اور خود خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا۔

"عمران صاحب۔ میں آپ کو اپنا بڑا بھائی سمجھ کر آپ کے پاس آئی ہوں"...... مریم نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی فرمایئے۔ میں آپ کے کیا کام آ سکتا ہوں"...... عمران نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران بھائی۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میں نے آپ کو ٹریس کیسے کیا"...... مریم نے اتنا کہا اور خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھا۔ عمران خاموش ہی رہا۔

"لزی میری دوست ہے اور چونکہ یہ ایک بڑے اخبار کی کرائم رپورٹر ہے اس لئے اس کے تعلقات گریٹ لینڈ کی پولیس اور خفیہ اداروں سے بھی ہیں اور اسی نے آپ کا ایڈریس ڈھونڈا ہے اور پھر یہ میرے ساتھ یہاں پاکیشیا بھی آئی ہے"...... مریم نے کہا اور وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا اور پھر کپ خالی کر کے رکھ دیا۔

”گریٹ لینڈ کی سیکرٹ سروس کا ایک اہم عہدے دار میرا دوست ہے۔ اسی نے ہمیں آپ سے ملنے کا مشورہ بھی دیا اور پھر آپ کا ایڈریس بھی ٹریس کر کے بتا دیا“...... اس مرتبہ لڑکی نے عمران سے کہا۔

”جی۔ یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے ٹریس کیا۔ اب آپ اپنا مسئلہ بھی تو بتائیں“...... عمران نے کہا۔

”عمران بھائی۔ میرا تعلق مقبوضہ وادیٔ مشکبار سے ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کہ کئی دہائیوں سے کافرستان نے ہمیں اپنے خونی شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ کافرستانی فوج بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کا قتل عام کر رہی ہے اور خواتین کی بے حرمتی جیسے سنگین جرائم بھی کرتی ہے۔ اب تو کافرستانی فوجی تیرہ، چودہ سال کی بچیوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ یہ درندگی میں جنگلی درندوں سے بھی بڑھ چکے ہیں“...... مریم نے غمگین لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ اس قسم کی خبریں ہم اکثر سنتے رہتے ہیں“...... عمران نے بھی غمگین لہجے میں کہا۔

”عمران بھائی۔ میری ایک کزن تھی عروسہ۔ جس کی عمر ابھی صرف چودہ سال تھی۔ کافرستانی فوجی درندے اسے اغوا کر کے لے گئے۔ اسے اغوا کرنے سے پہلے انہوں نے عروسہ کی امی، دادی اور گیارہ سالہ بھائی کو شہید کر دیا اور ایمن بازار کو پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔ جس سے وہاں بہت زیادہ ہلاکتیں ہوئیں اور بہت سی دکانیں اور

گھر جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ عروسہ کے والد شاہد لطیف معروف رہنما تھے۔ آپ نے یقیناً ان کا نام سنا ہو گا۔ اس المناک واقعے کے تین روز بعد کافرستانی آرمی نے انہیں بھی شہید کر دیا اور اب ایسے واقعات میں بہت تیزی آ چکی ہے۔ انسانوں کو گاجر مولیوں کی طرح کاٹا جا رہا ہے اور خواتین کی بے حرمتی کے واقعات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے“...... مریم نے اس مرتبہ طویل گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ کافرستانی حکومت نے وادیٔ مشکبار میں ایک نیا کرنل بھیجا ہے جو بھیڑیے سے بھی زیادہ سفاک اور ظالم ہے۔ کم سن لڑکیاں اس کی کمزوری ہیں اور انسانوں کا بہتا ہوا لہو اسے تسکین پہنچاتا ہے۔ اس کا مشن ہے کہ وادیٔ مشکبار سے مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا جائے اور اگر وہ صرف دو تین سال وادیٔ مشکبار میں رہا تو وہ یہ مشن پورا بھی کر لے گا کیونکہ وہ سفاک اور ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت عیار بھی ہے۔ وہ حریت پسندوں کے قابو میں نہیں آ رہا۔ لہٰذا اب یہ آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اس کے مقابلے پر آئیں تاکہ وادیٔ مشکبار میں مسلمانوں کو اقلیت میں بدلنے کا کافرستانیوں کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے“...... اس مرتبہ لڑکی نے طویل گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

”آپ گریٹ لینڈ کی شہری ہیں۔ آپ کو مسلمانوں سے کیسے ہمدردی محسوس ہو رہی ہے“...... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں کرسچین عقائد رکھتی ہوں لیکن میرے دل

میں کسی بھی مذہب کے خلاف کوئی تعصب نہیں ہے۔ میں انسانیت اور انسانی حقوق کی قائل ہوں۔ جس قوم پر بھی ظلم ہو میں ظالموں کے خلاف ہوں۔ اگر کرسچین، ہندوؤں پر بھی ظلم کریں گے تو میں اس ظلم کو ظلم کہوں گی اور ظالموں کے خلاف آواز بلند کروں گی۔ وادیٔ مشکبار میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے تو میں اس ظلم کے خلاف ہوں۔ میں نے اپنے اخبار میں اس موضوع پر کئی مضمون بھی لکھے ہیں اور صرف میں ہی نہیں ہمارے بہت سے لوگ اس ظلم کے خلاف ہیں“...... اس مرتبہ بھی لزی نے بہت طویل بات کرتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اب آپ چاہتی ہیں کہ میں اس کرنل سے ٹکراؤں جو مشکباریوں کی نسل کشی کر رہا ہے“...... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ اس کرنل کا نام ہے راج کمار، کرنل راج کمار“...... مریم نے عمران سے کہا۔

”لیکن میری کیا حیثیت ہے۔ میں اکیلا آدمی پوری فوج سے کیسے ٹکرا سکتا ہوں“...... عمران نے مریم سے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ یہ بات نہ کریں۔ ہم آپ کے پاس ایسے ہی نہیں آ گئیں۔ ہم نے پہلے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں پھر آپ کی طرف آئی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ اکیلے سے اسرائیل، ایکریمیا، روسیاہ اور کافرستان کی حکومتیں ڈرتی ہیں۔ میرے اپنے ملک کے اعلیٰ حکام آپ کا نام سن کر پسینے میں شرابور ہو جاتے

ہیں۔ حالانکہ میرا ملک بہت ٹھنڈا ملک ہے“...... لزی نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بھی ہنس پڑا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اتنا خطرناک انسان نہیں ہوں البتہ میرے ملک پاکیشیا کی سیکرٹ سروس اس کارکردگی کی حامل ہے کہ اس کی وجہ سے ان ممالک کے حکمران مجھ سے ڈرتے ہیں“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کارکردگی پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ہوتی ہے اور لوگ آپ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے جبکہ ہماری معلومات کے مطابق آپ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر بھی نہیں ہیں“...... لزی نے حیرت بھرے لہجے میں عمران سے کہا۔

”آپ کی معلومات بالکل درست ہیں۔ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں ہوں لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف صاحب مجھے ٹیم کا انچارج بنا دیتے ہیں اور آپ یہ بات تو جانتی ہی ہوں گی کہ کامیابی اور ناکامی کا کریڈٹ ہمیشہ سربراہ کو ہی جاتا ہے۔ سو کارکردگی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے باقاعدہ ممبران کی ہوتی ہے اور کریڈٹ میں لے جاتا ہوں“...... عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے عمران بھائی کہ آپ ہماری مدد نہیں کریں گے“۔ مریم نے مایوس لہجے میں کہا۔

”مایوسی گناہ ہے مریم بہن۔ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف سے بات کروں گا۔ اگر انہوں نے ٹیم بھیجی تو میں ٹیم کے ساتھ وادیٔ

مشکبار میں آؤں گا اور اگر انہوں نے ٹیم نہ بھیجی تو پھر میں اکیلا ہی آ جاؤں گا۔ تم بہن بن کر مجھ سے مدد مانگنے آئی ہو اور بھائی، بہنوں کو مایوس نہیں کرتے''...... عمران نے اس مرتبہ جذباتی لہجے میں کہا تو مریم خوش ہوگئی۔

''آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ اپنے چیف صاحب کو وادیٔ مشکبار میں سیکرٹ سروس کی ٹیم بھجوانے پر مجبور کر دیں گے''...... لزی نے عمران سے پوچھا۔

''مس لزی۔ میری کیا حیثیت ہے کہ میں چیف صاحب کو کسی بات پر مجبور کر سکوں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کو تو پاکیشیا کے صدر صاحب بھی کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتے''...... عمران نے کہا۔

''پھر چیف صاحب تو انکار بھی کر سکتے ہیں''...... مریم نے پریشان لہجے میں عمران سے کہا۔

''میں نے کہا نا کہ اگر چیف نے انکار کر دیا تو پھر میں اکیلا ہی آ جاؤں گا''...... عمران نے کہا۔

''عمران بھائی۔ یہ بہت حساس معاملہ ہے۔ آپ مجھے چیف صاحب سے ملوا دیں۔ میں ان سے گزارش کروں گی۔ مجھے یقین ہے وہ مان جائیں گے''...... مریم نے کہا۔

''آپ کو میرے بارے میں تو معلومات مل گئی ہیں لیکن آپ کو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کے بارے میں کسی نے کچھ نہیں بتایا''۔ عمران نے مریم سے کہا۔

''صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کا نام ایکسٹو ہے اور ایکسٹو صاحب انتہائی پراسرار شخصیت کے مالک ہیں۔ انہیں آج تک کسی نے بھی نہیں دیکھا''...... لزی نے کہا۔

''آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے۔ چیف صاحب کسی کے سامنے نہیں آتے اور نہ ہی کسی کو چیف صاحب کے سامنے جانے کی اجازت ہے۔ ہم عام آدمی تو ایک طرف پاکیشیا کے صدر اور وزیراعظم بھی چیف صاحب کے بارے میں نہیں جانتے اور نہ ہی ان کے سامنے جا سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''عمران بھائی۔ پھر آپ ان سے کس طرح بات کرتے ہیں''۔ مریم نے عمران سے پوچھا۔

''میں ان سے فون پر رابطہ کر سکتا ہوں''...... عمران نے کہا تو مریم نے اثبات میں سر ہلایا۔

''او کے عمران صاحب۔ ہم نے آپ سے مدد کی درخواست کرنی تھی۔ وہ ہم نے کر دی۔ یعنی ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ اپنا فرض پورا کریں یا نہ کریں''...... لزی نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''میں بھی اپنا فرض ضرور ادا کروں گا چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے''...... عمران نے لزی سے کہا۔

''عمران بھائی۔ مجھ جیسی لاکھوں بہنوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی اور جب ماؤں، بہنوں کی دعائیں ساتھ ہوں تو پھر بھائیوں کو

کچھ نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں“...... مریم نے عمران سے کہا۔

”اس کے باوجود شہادت کی آرزو ہمارے ایمان کا حصہ ہے“۔ عمران نے کہا۔

”عمران بھائی۔ جہاں تک میرا خیال ہے کہ ہمارے وطن پاکیشیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو آپ کی زندگی کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے ہماری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ نے وادیٔ مشکبار میں آنے کا وعدہ کر لیا ہے اب میرا دل مطمئن ہے کہ سفاک بھیڑیئے کرنل راج کمار کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں“...... مریم نے ایک مرتبہ پھر جذباتی لہجے میں کہا اور پھر وہ صوفے سے کھڑی ہو گئی۔ اسے اٹھتے دیکھ کر لڑکی بھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر دونوں نے عمران کو سلام کیا اور سٹنگ روم سے باہر چلی گئیں۔ ان کے جانے کے دو تین منٹ بعد عمران بھی کھڑا ہو گیا۔

”سلیمان۔ میں دانش منزل جا رہا ہوں۔ تم دروازہ بند کر لو“۔ عمران نے سلیمان سے کہا۔ اس کے بعد وہ فلیٹ سے باہر نکلا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ دانش منزل کے کنٹرول روم میں داخل ہو رہا تھا۔ بلیک زیرو اسے دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا۔ رسمی سلام دعا کے بعد عمران اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا جبکہ بلیک زیرو کچن کی طرف بڑھ گیا۔ چار پانچ منٹ کے بعد وہ واپس آیا تو اس نے چھوٹی سی ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں چائے کے دو کپ موجود تھے۔ ایک کپ اس نے عمران

کے سامنے میز پر رکھ دیا جبکہ دوسرا کپ اپنے سامنے رکھ لیا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے بہت دنوں کے بعد دانش منزل کا چکر لگایا ہے“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”بھئی۔ تم اور تمہارے ممبران، سب سرکاری افسر ہو۔ کام ہو نہ ہو تمہیں تو تنخواہیں ملتی رہتی ہیں جبکہ مجھے پاپی پیٹ پالنے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے“...... عمران نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”آج کل کیا کر رہے ہیں آپ“...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ایک مضمون لکھ کر سائنس میگزین کو بھیجا ہے اور تمہیں معلوم ہے سائنسی مضمون لکھنے میں بہت وقت لگتا ہے اور ہر طرح کی تحریر کے لئے مطالعہ بھی کرنا پڑتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ یہ بات تو آپ نے بالکل درست کی ہے“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”یہ بات درست کی ہے جبکہ باقی باتیں میں غلط کہتا ہوں“...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں نے یہ تو نہیں کہا“...... بلیک زیرو نے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری اس بات کا مطلب یہی نکلتا ہے۔ خیر ان باتوں کو رہنے دیتے ہیں۔ میں وہ بات کہتا ہوں جو بات کہنے کے لئے میں آیا

ہوں‘‘...... عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مریم اور لزی کے بارے میں بلیک زیرو کو تفصیل سے بتا دیا۔

’’عمران صاحب۔ واقعی مریم اور لزی اسی مقصد کے تحت آپ کے پاس آئی ہیں۔ کہیں کوئی اور چکر ہی نہ ہو‘‘...... بلیک زیرو نے شک کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

’’نہیں۔ وہ کسی اور چکر میں نہیں تھیں۔ انہوں نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے وہ یہی کہنے آئی تھیں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔ کیا آپ ٹیم لے کر جائیں گے‘‘۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

’’تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا مجھے ٹیم کے ساتھ وہاں جانا چاہئے‘‘۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

’’عمران صاحب۔ وادیٔ مشکبار ہمارا علاقہ ہے۔ اگر کافرستانی حکومت اس کے کچھ حصے پر قبضہ کر کے وہاں ہماری اکثریت کو اقلیت میں بدلنا چاہتی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے اس ارادے کو خاک میں ملا دیں اور اس مقصد کے لئے ایک کرنل راج کمار کیا اگر ایک ہزار کرنل راج کماروں کا بھی خاتمہ کرنا پڑے تو ہمیں ہچکچانا نہیں چاہئے‘‘...... بلیک زیرو نے جذباتی لہجے میں کہا۔

’’طاہر۔ تمہارے جذبات کی میں قدر کرتا ہوں اور یہ تمہارے ہی جذبات نہیں ہیں بلکہ ہر پاکیشیائی کے جذبات ہیں لہٰذا کروڑوں پاکیشیائی افراد کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ہم مقبوضہ وادیٔ

مشکبار میں جائیں گے اور کرنل راج کمار کو اس کے انجام تک پہنچائیں گے‘‘۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا تو وہ خوش نظر آنے لگا۔

عمران نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا تو پریس ہوتے نمبرز دیکھ کر بلیک زیرو سمجھ گیا کہ عمران کافرستان فون کر رہا ہے۔ عمران نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ذاتی موبائل فون سسٹم کے نمبرز پریس کئے تھے اور یہ سسٹم عمران نے سرداور کے ساتھ مل کر خود ہی تیار کیا تھا جس کا تعلق پاکیشیا کے مصنوعی سیارے سے تھا اور استعمال ہونے والی تمام مشینری دانش منزل میں موجود تھی۔ اس سسٹم کے تحت تیار ہونے والے موبائل فون کنکشن دنیا کے کسی بھی حصے میں استعمال ہو سکتے تھے اور یہ نہایت ہی محفوظ اور سیکرٹ موبائل فون تھے۔

’’منور ٹھاکر اسپیکنگ‘‘...... دوسری طرف سے کال ریسیو ہونے کے بعد کافرستان میں موجود پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔

’’چیف بول رہا ہوں‘‘...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا لیکن اس نے ایکسٹو کا نام نہ لیا۔ گو کہ اس سیٹ پر ہونے والی کال ہر طرح سے محفوظ تھی اس کے باوجود وہ فارن ایجنٹوں سے بات کرتے ہوئے ایکسٹو کا نام نہیں لیتے تھے صرف چیف کا لفظ استعمال کرتے تھے۔

’’یس چیف‘‘...... دوسری طرف سے منور ٹھاکر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”منور۔ کچھ دن پہلے کافرستانی گورنمنٹ نے وادیٔ مشکبار میں ایک کرنل راج کمار کو بھیجا ہے۔تم نے اس کے بارے میں تفصیلات حاصل کرنی ہیں“...... عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

”او کے چیف۔ میں معلومات حاصل کر کے کچھ ہی دیر میں کال بیک کرتا ہوں“...... دوسری طرف سے منور ٹھاکر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو عمران نے مزید بات کئے بغیر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”کاش۔ ان کافرستانیوں کو عقل آ جائے اور وہ مشکباریوں کا حق آزادی تسلیم کر لیں اور ان کے علاقوں سے نکل جائیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”لاتوں کے بھوت بھی کبھی باتوں سے مانے ہیں بھلا“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ بات تو آپ نے بالکل ٹھیک کہی ہے“...... اس مرتبہ بلیک زیرو نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ عمران نے اسے مصنوعی غصے سے دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہ بولا۔

”ویسے آپ کی اور باتیں بھی ٹھیک ہوتی ہیں“...... بلیک زیرو نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

عمران نے اب بھی اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا البتہ اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبرز پریس کرنے لگا۔ اب جو نمبر اس نے پریس کئے تھے وہ جولیا کے تھے۔

”ایکسٹو“...... جیسے ہی دوسری طرف سے کال رسیو ہوئی عمران نے

ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ جولیا ریسیونگ یو“...... دوسری طرف سے جولیا کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”تمام ممبرز کو اپنے فلیٹ پر کال کر لو۔ تھوڑی دیر بعد عمران تمہارے فلیٹ پر پہنچ جائے گا۔تم نے جلد ہی ایک مشن پر روانہ ہونا ہے“...... عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

”او کے چیف“...... دوسری طرف سے جولیا کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ کیا آپ سارے ممبران کو ساتھ لے جائیں گے“۔ بلیک زیرو نے عمران سے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ میں خاور اور صدیقی کو یہیں چھوڑ جاؤں۔تمہیں بھی کسی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے“...... عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

”آج کل کوئی کیس تو نہیں ہے لیکن جیسے آپ مناسب سمجھیں“۔ بلیک زیرو نے کہا پھر اس سے پہلے کہ عمران اسے کوئی جواب دیتا ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔عمران نے سی ایل آئی پر نظر دوڑائی تو منور ٹھاکر کا نام فلیش ہو رہا تھا۔

”چیف اسپیکنگ“...... عمران نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میں منور ٹھاکر بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے منور ٹھاکر کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ کیا معلومات حاصل کی ہیں تم نے"...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"چیف۔ کرنل راج کمار کسی بھیڑیئے کی مانند سفاک، چیتے کی طرح پھرتیلا اور لومڑی کی طرح عیار انسان ہے۔ وہ انتہائی متعصب ہے۔ اس کے دل میں مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت ہے۔ وہ انسانوں کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو تڑپتا دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس کی انہی خصوصیات کو دیکھتے ہوئے کافرستان کے صدر نے اسے وادیٔ مشکبار میں بھیجا ہے۔ صدر کا خیال ہے کہ اگر دوسرے آرمی آفیسرز مسلمانوں کی مکمل نسل کشی میں بیس سال لگا دیں گے تو کرنل راج کمار یہ کام چار سے پانچ سال میں کر لے گا۔ کرنل راج کمار صدر کی توقع کے عین مطابق کام کر رہا ہے اور کافرستان کا صدر اس کے کام سے مطمئن اور خوش ہے"...... منور ٹھاکر نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"وادیٔ مشکبار کو کافرستان میں ضم کرنے کا ان کا خواب کبھی بھی پورا نہیں ہو سکے گا"...... عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹیلی فون کا رسیور بھی کریڈل پر رکھ دیا۔

"میں ممبران کو مشن کے بارے میں بریف کر کے آتا ہوں"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں بلیک زیرو سے کہا اور اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ بلیک زیرو بھی اس کے احترام میں اٹھا اور اسے کنٹرول روم کے دروازے تک چھوڑنے آیا۔

ریڈ پاور کافرستان کی نئی سیکرٹ ایجنسی تھی جس کا چیف رنجیت شرما تھا۔ رنجیت شرما کافرستان آرمی میں جنرل کے عہدے پر تھا کہ اسے ریڈ پاور کا چیف بنا دیا گیا۔ رنجیت شرما کو کافرستان آرمی میں وولف کے نام سے پکارا جاتا تھا کیونکہ وہ انتہائی ظالم اور خونخوار انسان تھا اور اس کی اس شہرت کی وجہ سے کافرستانی گورنمنٹ نے اسے نئی ایجنسی کا چیف بنایا تھا۔

ریڈ پاور یہودیوں اور ایکریمی ایجنسیوں کی طرز پر بنائی گئی تھی اس کا مقصد دنیا بھر میں کافرستان کے مفادات کا تحفظ کرنا تھا اور کافرستان کے خلاف اٹھنے والی آواز کو ہمیشہ کے لئے خاموش کرانا تھا۔ اس ایجنسی کے ایجنٹوں کو خصوصی ٹریننگ دی گئی تھی اور اس ایجنسی نے مختصر مدت میں ہی کافرستان کے اعلیٰ حکام کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔

اس وقت رنجیت شرما اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی اسسٹنٹ شرمیلا دیوی کو ایک مشن کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا کہ انٹرکام کی بیل بج اٹھی۔

"یس"...... رنجیت شرما نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور سرد لہجے میں کہا۔

"سر۔ گریٹ لینڈ سے شیر سنگھ کی کال ہے"...... دوسری طرف سے اس کی پی اے نے بتایا۔

ایک ہفتہ پہلے ہی ریڈ پاور نے شیر سنگھ کو گریٹ لینڈ بھجوایا تھا۔ شیر سنگھ ریڈ پاور کا سپیشل ایجنٹ تھا۔

"کراؤ بات"...... رنجیت شرما نے بدستور سرد لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔ دوسرے ہی لمحے سفید رنگ کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس رنجیت شرما اسپیکنگ"...... رنجیت شرما نے اپنے مخصوص لہجے میں غراتے ہوئے کہا۔

"باس۔ گریٹ لینڈ سے شیر سنگھ بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے شیر سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"مجھے پی اے نے بتا دیا تھا لہٰذا نام بتا کر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے جس مقصد کے تحت فون کیا ہے وہ بتاؤ"۔ رنجیت شرما نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"باس۔ کیا آپ پاکیشیائی سیکرٹ ایجنٹ علی عمران کو جانتے ہیں"۔

دوسری طرف سے شیر سنگھ کی آواز سنائی دی تو رنجیت شرما اپنی کرسی سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ لیکن تم نے اس کا نام کیوں لیا ہے"...... چند سیکنڈ کے بعد رنجیت شرما نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"باس۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ گورنمنٹ آف کافرستان نے کرنل راج کمار کو وادیٔ مشکبار میں بھیجا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی نسل کشی کر سکیں"...... شیر سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہماری گورنمنٹ کئی برسوں سے یہ کام کر رہی ہے اور جب تک وادیٔ مشکبار میں مسلمانوں کی اکثریت، اقلیت میں بدل نہیں جاتی۔ یہ کام جاری رہے گا اور اس مقصد کے لئے آئے دن نامور فوجی افسران وہاں جاتے ہی رہتے ہیں لیکن تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا کہ تم نے علی عمران کا نام کیوں لیا"...... رنجیت شرما نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس۔ کرنل راج کمار وادیٔ مشکبار میں دوسرے فوجی آفیسرز کی نسبت بہت زیادہ تیز جا رہے ہیں۔ ان کی کارکردگی سے ہماری گورنمنٹ بہت خوش ہے اور ان کی کارکردگی سے خائف ہو کر گریٹ لینڈ میں مقیم ایک مشکباری لڑکی اپنی ایک کرائم رپورٹر دوست کے ساتھ علی عمران سے مدد کی درخواست کرنے پاکیشیا گئی ہے"...... شیر سنگھ کی آواز سنائی دی تو رنجیت شرما نے گہرا سانس لیا۔

"تم نے ایک اہم اطلاع دی ہے۔ میں اس سلسلے میں حکام کو

رپورٹ دیتا ہوں''...... رنجیت شرما نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹیلی فون کا رسیور کریڈل پر رکھا اور انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔ اس نے اپنی پی اے کے نمبر پریس کئے اور رسیور کان سے لگا لیا۔

''یس سر''...... فوراً ہی دوسری طرف سے اس کی پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''سیکرٹری دفاع گوپال چند سے میری بات کراؤ''...... رنجیت شرما نے سرد لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

سیکرٹری دفاع گوپال چند ریڈ پاور کا انتظامی انچارج تھا اور رنجیت شرما یہ بات بھی جانتا تھا کہ گوپال چند کے مشورے پر ہی کافرستانی صدر نے اسے ریڈ پاور کا چیف بنایا ہے۔ کافرستان کی تمام سیکرٹ ایجنسیاں پہلے وزارت داخلہ کے ماتحت ہوتی تھیں لیکن اب ایسی تمام ایجنسیوں کو وزارت دفاع کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔

''او کے باس''...... اس کی پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو اس نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔

''باس۔ آپ کو ایسی کون سی اطلاع ملی ہے کہ آپ پریشان ہو گئے ہیں''...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

''شرمیلا دیوی۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ میں کبھی پریشان نہیں ہوا کرتا۔ اگر تم نے آئندہ ایسی بات کی تو تم دوسرا سانس نہیں لے سکو گی''...... رنجیت شرما نے اتنے سرد لہجے میں کہا کہ شرمیلا دیوی کو اپنے جسم میں سردی کی لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''سس۔ سوری باس۔ میں نے غلط بات کہہ دی''...... شرمیلا دیوی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''اب بھی میں نے تمہیں اس لئے معاف کیا ہے کہ تم میری اسسٹنٹ ہو۔ اگر یہ بات کسی اور نے کی ہوتی تو اسے ایک چانس بھی نہ ملتا جو تمہیں ملا ہے''...... رنجیت شرما نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

''تھینک یو باس۔ آپ بہت ہی گریٹ ہیں''...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا پھر اس سے پہلے کہ رنجیت شرما اس سے کچھ کہتا سفید رنگ کے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ رنجیت شرما نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ رنجیت شرما دی چیف آف ریڈ پاور اسپیکنگ''...... اس نے بارعب لہجے میں کہا۔

''سر۔ سیکرٹری دفاع صاحب سے بات کیجئے''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی اور ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''یس۔ گوپال چند اسپیکنگ''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سیکرٹری دفاع کی آواز سنائی دی۔

''سر۔ میں رنجیت شرما بول رہا ہوں''...... رنجیت شرما نے اس مرتبہ نرم لہجے میں کہا۔

''جی شرما صاحب۔ فرمائیے۔ کیسے فون کیا''...... دوسری طرف سے

سیکرٹری دفاع گوپال چند نے کہا۔

”سر۔ کرنل راج کمار وادیٔ مشکبار میں ایک اہم مشن میں مصروف ہیں اور پاکیشیائی ایجنٹ علی عمران ان کے خلاف حرکت میں آ رہا ہے“۔ رنجیت شرما نے کہا تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

رنجیت شرما کو اندازہ تھا کہ یہ خبر سن کر گوپال چند بھی اسی طرح اچھل پڑا ہوگا جس طرح وہ اچھلا تھا۔

”آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی ہے“...... چند سیکنڈوں کے بعد گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

”سر۔ میں ایک سیکرٹ ایجنسی کا چیف ہوں۔ ایسی باتوں کا علم ہو جانا میرے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے“...... رنجیت شرما نے طنزیہ لہجے میں سیکرٹری دفاع گوپال چند سے کہا۔

”میں صدر صاحب کے نوٹس میں یہ بات لے آؤں۔ اس کے بعد آپ سے بات کرتا ہوں“...... گوپال چند نے کہا۔

”او کے سر“...... رنجیت شرما نے کہا تو دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی تو اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”اوہ۔ تو یہ پاکیشیائی ایجنٹ علی عمران کا معاملہ ہے“...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

”ہاں۔ ایک تو یہ علی عمران ہر معاملے میں ٹپک پڑتا ہے“...... رنجیت شرما نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”باس۔ یہ پاکیشیائی ایجنٹ علی عمران آپ سے زیادہ خطرناک نہیں

ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر یہ آپ کے مقابلے پر آئے تو آپ اسے چٹکیوں میں مسل دیں گے“...... شرمیلا دیوی نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اس علی عمران کی میرے سامنے کیا حیثیت ہے۔ میں تو ایک مکا مار کر ہاتھی کی گردن توڑ دیا کرتا ہوں“...... شرمیلا دیوی کی خوشامد پر رنجیت شرما نے اکڑتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ آپ درست فرما رہے ہیں“...... شرمیلا دیوی نے بدستور خوشامد بھرے لہجے میں کہا پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی، سرخ رنگ کے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سرخ رنگ کا ٹیلی فون ڈائریکٹ تھا۔ اس کی پی اے کا اس نمبر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

”یس۔ رنجیت شرما دی چیف آف ریڈ پاور اسپیکنگ“...... رنجیت شرما نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”شرما صاحب۔ آپ فوراً صدر صاحب کے آفس تشریف لے آئیں۔ صدر صاحب آپ سے فوری میٹنگ کرنا چاہتے ہیں“...... دوسری طرف سے سیکرٹری دفاع گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

”او کے سر۔ میں ابھی پریذیڈنٹ آفس پہنچ رہا ہوں“...... رنجیت شرما نے گوپال چند سے کہا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے لائن کاٹ دی گئی تو اس نے بھی رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”شرمیلا دیوی۔ آپ اپنے آفس میں جا کر بیٹھیں۔ میں صدر

صاحب سے مل کر آتا ہوں"...... رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے کہا اور اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ شرمیلا دیوی بھی کرسی سے کھڑی ہوئی اور پھر وہ دونوں کمرے سے باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد رنجیت شرما صدر صاحب کی پی اے کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"مجھے محترم صدر صاحب نے میٹنگ کے لئے طلب کیا ہے"۔ رنجیت شرما نے صدر صاحب کی پی اے سے کہا۔

"یس سر۔ مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ آپ میٹنگ روم میں تشریف رکھیں۔ صدر محترم تشریف لاتے ہیں"...... صدر صاحب کی پی اے نے مؤدبانہ لہجے میں رنجیت شرما سے کہا تو وہ میٹنگ روم کی طرف بڑھا۔ اس میٹنگ روم میں پہلے بھی اس کی ملاقات صدر صاحب سے ہو چکی تھی۔ میٹنگ روم کے دروازے پر پہنچ کر وہ رکا پھر اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ میٹنگ روم میں داخل ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے کرسی پر بیٹھے دو منٹ ہی گزرے تھے کہ میٹنگ روم کا دروازہ کھلا اور سیکرٹری دفاع گوپال چند اندر آ گیا۔ رنجیت شرما اسے دیکھ کر احتراماً کھڑا ہوا گیا۔

"نمسکار سرکار"...... رنجیت شرما نے گوپال چند کو آداب کرتے ہوئے کہا۔

"نمسکار۔ تشریف رکھیئے"...... گوپال چند نے اس کے آداب کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ پھر وہ دونوں ہی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ گوپال چند نے رنجیت شرما کی طرف دیکھا۔

"شرما صاحب۔ آپ خیریت سے ہیں نا"...... گوپال چند نے دھیمے لہجے میں پوچھتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ بھگوان کی کرپا ہے"...... رنجیت شرما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی ریڈ پاور تو حیرت انگیز کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی ہے"۔ گوپال چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر۔ ریڈ پاور میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے"...... رنجیت شرما نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اسی وقت میٹنگ روم کا دروازہ کھلا اور صدر صاحب باوقار انداز میں چلتے ہوئے اپنی مخصوص کرسی پر پہنچ گئے۔ گوپال چند اور رنجیت شرما صدر صاحب کو دیکھ کر کرسیوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"تشریف رکھیئے"...... اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھنے کے بعد صدر صاحب نے ان دونوں سے کہا تو وہ بھی دوبارہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"جی رنجیت شرما صاحب۔ آپ نے گوپال چند صاحب کو پاکیشیائی سیکرٹ ایجنٹ علی عمران کے بارے میں کیا رپورٹ دی ہے"...... صدر صاحب نے رنجیت شرما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"صدر محترم۔ مجھے گریٹ لینڈ سے میرے ایک ایجنٹ نے اطلاع دی ہے کہ گریٹ لینڈ میں مقیم ایک مشکباری خاتون اپنی ایک دوست جو کہ گریٹ لینڈ کی شہری ہے اور گریٹ لینڈ کے ایک اخبار کی کرائم رپورٹر ہے، کے ساتھ پاکیشیا گئی ہے۔ انہوں نے علی عمران کو کرنل راج

کمار کے بارے میں بتایا ہے اور ان کے خلاف مدد مانگی ہے۔" رنجیت شرما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ تو بہت ہی پریشانی والی بات ہے۔ یہ علی عمران تو بہت ہی خطرناک آدمی ہے"...... صدر صاحب نے پریشان لہجے میں کہا تو رنجیت شرما کے چہرے پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ظاہر ہو کر معدوم ہو گئی۔

"صدر محترم۔ بے شک علی عمران کی شہرت اس قسم کی ہے لیکن آپ یقین کریں کہ وہ ریڈ پاور کے سامنے تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر وہ میرے سامنے آ گیا تو بھیگے ہوئے چوہے کی مانند مارا جائے گا"۔ رنجیت شرما نے مؤدبانہ لہجے میں صدر صاحب سے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ کی کارکردگی بہت شاندار جا رہی ہے اور گوپال چند صاحب تو کہہ رہے تھے کہ آپ کو کارکردگی کا اعلیٰ ایوارڈ دیا جائے۔ اگر آپ علی عمران کا خاتمہ کر دیتے ہیں تو نہ صرف آپ کو کارکردگی کا اعلیٰ ایوارڈ دیا جائے گا بلکہ پانچ سو سے زیادہ ایکڑ زرعی زمین بھی آپ کو دی جائے گی"...... صدر صاحب نے رنجیت شرما سے کہا تو وہ خوش نظر آنے لگا۔

"تھینک یو سر۔ اگر آپ مجھے علی عمران کے مقابلے پر وادیٔ مشکبار میں بھیجتے ہیں تو پھر آپ یقین کر لیں کہ وادیٔ مشکبار میں علی عمران کا خاتمہ ہو گیا"...... رنجیت شرما نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"ہم آپ کو وادیٔ مشکبار بھیجنے پر تیار ہیں لیکن پہلے حتمی اطلاع ملنی چاہئے کہ علی عمران اس وادی میں آ رہا ہے یا نہیں"...... صدر صاحب نے رنجیت شرما سے کہا۔

"صدر محترم۔ ہمارے بہت سے ایجنٹ پاکیشیا میں موجود ہیں۔ وہ بآسانی یہ بات معلوم کر سکتے ہیں کہ علی عمران پاکیشیا میں موجود ہے یا نہیں"...... اس مرتبہ گوپال چند نے کہا۔

"او کے۔ آپ یہ معلومات حاصل کریں اور حتمی اطلاع ملنے کے بعد رنجیت شرما صاحب کو وادیٔ مشکبار میں بھجوا دیں۔ لیکن رنجیت شرما صاحب اس بات کا خیال رکھیں گے کہ ان کا مشن کرنل راج کمار صاحب کے مشن سے الگ ہے۔ یہ ان سے علیحدہ رہ کر کام کریں گے اور ان کے کسی کام میں مداخلت نہیں کریں گے"...... صدر صاحب نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں سر"...... رنجیت شرما نے مؤدبانہ لہجے میں صدر صاحب سے کہا۔

"وش یو گڈ لک"...... صدر صاحب نے یہ کہا اور کرسی سے کھڑے ہو گئے پھر وہ باوقار انداز میں چلتے ہوئے میٹنگ روم سے باہر چلے گئے۔ جب صدر صاحب میٹنگ روم سے باہر چلے گئے تو گوپال چند اور رنجیت شرما بھی میٹنگ روم سے باہر آ گئے۔

عمران جولیا کے فلیٹ پر پہنچا تو تمام ممبران وہاں موجود تھے اور عمران کا انتظار کر رہے تھے۔

"آج کسی کے چہرے پر ناراضگی کے تاثرات نہیں ہیں۔ کیا آج میں وقت پر آ گیا ہوں"...... سلام دعا کرنے اور صوفے پر بیٹھنے کے بعد عمران نے سب کے چہروں کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔

"جی ہاں عمران صاحب۔ آج آپ نے زیادہ انتظار نہیں کرایا"۔ صفدر نے عمران سے کہا۔

"اچھا۔ اگر تم زیادہ انتظار کرنے کے عادی ہو چکے ہو تو میں اب چلا جاتا ہوں اور جب تم عادت کے مطابق انتظار کا لطف اٹھا لو گے میں تب آ جاؤں گا"...... عمران نے کہا۔

"او کے۔ اگر تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ ہم اتنی دیر میں چائے پی لیتے ہیں"...... جولیا نے عمران سے کہا۔

"تمہارے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پینے کی خاطر تو میں آج اتنی جلدی آ گیا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"جولیا تمہیں چائے نہیں زہر پلانا چاہتی ہے"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جولیا اگر اپنے ہاتھوں سے زہر بھی پلائے گی تو میں انکار نہیں کروں گا"...... عمران نے رومانٹک لہجے میں کہا۔

"بس۔ تم ہر وقت اسی قسم کی فضول باتیں ہی کرتے رہا کرو"۔ جولیا نے بھی منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہم جان سے جائیں گے تو تمہیں یقین ہو گا"...... عمران نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ جولیا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ صوفے سے کھڑی ہو گئی۔

"اب سب آ چکے ہیں اس لئے میں چائے بنا کر لاتی ہوں"۔ جولیا نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"پہلے مشن کی تفصیلات سن لو۔ اس کے بعد وقت ہو تو چائے بنا کر لے آنا"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو جولیا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس وقت عمران کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی۔ چند لمحے پہلے والا کھلنڈرا عمران اب کہیں غائب ہو گیا تھا اور صوفے پر جو عمران بیٹھا ہوا تھا۔ لگتا تھا جیسے زندگی میں وہ کبھی مسکرایا ہی نہ ہو۔

تمام ممبران کو عمران کے ساتھ رہتے ہوئے بہت عرصہ ہو گیا تھا وہ

سب عمران کے مزاج سے آشنا تھے اس لئے جیسے ہی عمران سنجیدہ لہجے میں جولیا سے مخاطب ہوا تو جولیا نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ وہ خاموشی کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔

''اب ہمیں جو مشن درپیش ہے وہ ہمارا جذباتی مشن ہے یعنی تم لوگ اسے ایموشنل مشن بھی کہہ سکتے ہو''...... عمران نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر خاموش ہو کر ممبران کے چہروں کی طرف دیکھنے لگا۔ اب وہ سب ہی سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے۔

''ساری دنیا جانتی ہے کہ وادیٔ مشکبار ہمارا علاقہ ہے''...... عمران نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

''وادیٔ مشکبار زمین پر جنت کا ایک ٹکڑا ہے اور کافرستان نے اپنی طاقت اور اسلحے کے زور پر وادیٔ مشکبار کے آدھے حصے پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے جبکہ وادیٔ مشکبار کی عوام کافرستان سے آزادی چاہتی ہے اور اس عظیم مقصد کے لئے مشکباری عوام عظیم قربانیاں بھی دے رہی ہے''۔ عمران اتنا کہہ کر پھر خاموش ہو گیا۔ عمران کے خاموش ہو جانے کے باوجود کوئی بھی نہ بولا۔

''کافرستانی حکومت نے اقوام متحدہ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ وادیٔ مشکبار میں رائے شماری کرائے گی اور مشکباریوں کی رائے کے مطابق ان کے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ کافرستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکیشیا کے ساتھ اور چونکہ کافرستان کو اس رائے شماری کے نتیجے کا علم ہے اس لئے کئی دہائیاں گزرنے کے باوجود

کافرستانی حکومت نے اقوام متحدہ سے کیا ہوا یہ وعدہ پورا نہیں کیا''...... عمران نے طویل گفتگو کرتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ خاموش ہو کر اس نے سب کے چہروں کی طرف دیکھا لیکن اس بار بھی کسی نے کوئی بات نہ کی۔ سب ہی خاموش رہے۔

''کافرستان نے اب تک مقبوضہ وادیٔ مشکبار میں رائے شماری اس لئے نہیں کرائی کہ وہ مقبوضہ وادیٔ مشکبار میں مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے اور اس کا مشن ہے کہ اسّی فیصد سے زائد مسلم آبادی کو اکثریت سے اقلیت میں بدل دے اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ آئے دن اعلیٰ فوجی افسران مقبوضہ وادی میں بھیجتا رہتا ہے۔ کافرستانی آرمی نہ صرف مسلمانوں کا قتل عام کرتی ہے بلکہ مشکباری خواتین کو اغوا بھی کر کے لے جاتی ہے اور ان خواتین سے بے حرمتی کے بعد انہیں ختم کر دیتی ہے یا بداخلاقی کے دوران ہی خواتین ہلاک ہو جاتی ہیں۔ یوں آہستہ آہستہ کافرستان مقبوضہ وادی میں مسلم اکثریت کو اقلیت بنانے کے مشن پر کام کر رہا ہے''...... عمران نے طویل گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ ساری دنیا کافرستان کے اس مذموم ارادے سے واقف ہے لیکن اس کے باوجود کوئی بھی ملک کافرستان کے خلاف آواز بلند نہیں کرتا''...... صفدر نے عمران سے کہا۔

''یہ مسلم قوم کی بدقسمتی ہے کہ اغیار نے اس قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہم آپس میں ہی لڑ رہے ہیں اور اغیار ہمارا تماشا دیکھ

کر خوش ہو رہے ہیں“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں صفدر سے کہا۔

”عمران۔ ہم مسلمانوں میں اتفاق ختم ہو گیا ہے تو یہ ہمارا قصور ہے۔ اغیار نے تو ہم سے نہیں کہا کہ ہم آپس میں ہی لڑتے رہیں“...... اس مرتبہ تنویر نے عمران سے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو تنویر۔ اغیار ہم سے نہیں کہتے کہ ہم آپس میں لڑیں لیکن وہ اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش بھی بہت کرتے ہیں اور پیسہ بھی خوب خرچ کرتے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ ہمیں کسی ایموشنل مشن کے بارے میں بتانے والے تھے“...... خاور نے عمران سے کہا۔

”میں بتا رہا ہوں۔ کافرستان نے چند دن پہلے ایک کرنل وادیٔ مشکبار میں بھیجا ہے جو انتہائی سفاک، ظالم اور عیار انسان ہے۔ اس کرنل کا نام راج کمار ہے۔ کافرستانی حکومت راج کمار کی کارکردگی سے بہت خوش ہے۔ جس تیزی سے کرنل راج کمار اپنے مشن کو آگے بڑھا رہا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ آٹھ دس برسوں میں ہی وہ وادیٔ مشکبار میں مسلم اکثریت کا خاتمہ کر دے گا اور مسلم اکثریت اقلیت میں بدل جائے گی“...... عمران نے ایک بار پھر طویل گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

”عمران۔ ہمارے جیتے جی تو ایسا نہیں ہو سکتا“...... تنویر نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”ہمارا مشن بھی یہی ہے کہ ہم کرنل راج کمار کے ارادوں کو خاک

میں ملا دیں“...... عمران نے کہا۔

”صرف ارادوں کو ہی نہیں بلکہ ہم نے اسے بھی خاک میں ملا دینا ہے“...... صفدر نے بھی جذباتی لہجے میں کہا۔

”کب کی روانگی ہے عمران“...... جولیا نے عمران سے پوچھا۔

”ہم آج شام ہی روانہ ہوں گے“...... عمران نے جولیا کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ مقبوضہ وادی جانے کے لئے ہم کون سا راستہ اختیار کریں گے“...... نعمانی نے پوچھا۔

”ہم آزاد وادیٔ مشکبار کے راستے ہی مقبوضہ وادی میں جائیں گے“۔ عمران نے کہا۔

”عمران۔ اگر تم نے مزید کوئی بات نہ کہنی ہو تو ہمیں اجازت۔ ہم اپنے اپنے فلیٹ جا کر تیاری کر لیں“...... تنویر نے عمران سے کہا۔

”ہاں۔ خاور اور صدیقی کے علاوہ باقی تمام ممبران تیاری کر لیں“۔ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ کیا ہم جذبات سے خالی ہیں“...... صدیقی نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں تمہارے جذبات کو سمجھتا ہوں لیکن ایکسٹو جذبات پروف ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر ہم سب ملک سے باہر چلے گئے تو وہ اکیلا رہ جائے گا اور تمہیں شاید معلوم نہ ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ اسے تنہائی سے ڈر لگتا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ بات مذاق میں مت ٹالیں بلکہ اس مشن پر ہمیں ساتھ لے جانے کی سفارش کریں"...... خاور نے عمران سے کہا۔

"تمہارے کہنے سے پہلے ہی میں نے تمہاری بات کی تھی لیکن مجھے ڈانٹ پڑ گئی"...... عمران نے کہا۔ عمران کی بات سن کر خاور اور صدیقی مایوس نظر آنے لگے۔

"عمران۔ تم ایک بار پھر چیف سے بات کر کے دیکھو"...... جولیا نے ان دونوں کو مایوس دیکھا تو عمران سے کہا۔

"تم ڈپٹی چیف ہو جولیا۔ تم خود ایکسٹو سے بات کر لو"...... عمران نے جولیا سے کہا۔

"او کے۔ میں بات کر کے دیکھتی ہوں"...... جولیا نے کہا اور پھر وہ فون کی طرف بڑھی۔ اس نے رسیور اٹھا کر دانش منزل کے نمبرز پریس کئے اور پھر لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"ایکسٹو"...... رابطہ ملنے پر ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"چیف۔ میں جولیا بول رہی ہوں"...... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یس جولیا۔ کس لئے فون کیا ہے"...... ایکسٹو کی سرد آواز سنائی دی تو ایک لمحے کے لئے رسیور جولیا کے ہاتھ میں لرز کر رہ گیا لیکن فوراً ہی اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا لیا۔

"چیف۔ عمران نے ہمیں مشن کے بارے میں بریف کیا ہے اور

ساتھ ہی اس مشن کو ایموشنل مشن کا نام بھی دیا ہے"...... جولیا نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جولیا۔ تمہید مت باندھا کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا وقت کتنا قیمتی ہے"...... ایکسٹو نے غرا کر کہا۔

"یس۔ یس۔ سوری چیف۔ خاور اور صدیقی بھی ہمارے ساتھ جانا چاہتے ہیں"...... جولیا نے کانپتی آواز میں کہا۔

"کس ممبر سے، کس وقت کام لینا ہے۔ اگر تم اس بات کو سمجھنے لگ گئی تو پھر تم ایکسٹو کی سیٹ پر آ کر بیٹھ سکتی ہو"...... اس مرتبہ ایکسٹو کی نرم آواز سنائی دی۔

"یس۔ یس۔ سوری چیف۔ ویری سوری۔ میں تو ساری زندگی ایکسٹو کے انتظامی امور کو نہیں سمجھ سکتی"...... اس مرتبہ جولیا نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"جولیا۔ جس دن تم نے اپنے جذبات پر قابو پا لیا اس دن تم ایکسٹو کی سیٹ کی اہل ہو جاؤ گی اور میں اسی دن تمہیں ایکسٹو کی سیٹ پر بٹھا دوں گا"...... ایکسٹو نے اس مرتبہ بھی نرم آواز میں ہی کہا۔

"چیف۔ اس سے پہلے کہ میری زندگی میں ایسا دن آئے اللہ کرے مجھے موت آ جائے"...... جولیا نے بدستور جذباتی لہجے میں کہا لیکن دوسری طرف سے ایکسٹو نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ دوسری طرف سے کال منقطع ہو گئی۔ جولیا نے بھی رسیور کریڈل پر رکھا۔ وہ بہت ہی ایموشنل ہو چکی تھی۔ اس نے خود پر قابو پایا اور پھر وہ مڑی تو اس کے

چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"خاور، صدیقی۔ چیف کا فیصلہ درست ہے۔ یہاں کے مفادات بھی تو ہمیں عزیز ہیں نا۔ اگر خدانخواستہ یہاں کوئی مسئلہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کے لئے بھی تو کسی کو یہاں ہونا چاہئے"...... جولیا نے خاور اور صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بات تو ہم بھی جانتے ہیں مس جولیا۔ بس عمران صاحب نے اس مشن کو ایموشنل کہا تو ہم بھی ایموشنل ہو گئے"...... خاور نے شرمسار سے لہجے میں کہا۔ ان کی وجہ سے جولیا کو ایکسٹو سے ڈانٹ پڑ گئی تھی اور اس بات پر خاور اور صدیقی شرمسار تھے۔

"طاقتور لوگ ہمیشہ ہی کمزور لوگوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ تم نے بھی مجھے قصور وار کہا تو کون سی نئی بات کہہ دی"...... عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"سوری عمران صاحب۔ میرا مقصد آپ کو الزام دینا تو نہیں تھا"۔ خاور نے عمران سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"اب ان رسمی باتوں کو رہنے دو اور سب اپنے اپنے فلیٹ چلو تاکہ روانگی کی تیاری ہو سکے"...... تنویر نے کہا۔ تنویر کی بات سن کر سب ہی صوفوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر جولیا کے فلیٹ سے نکلتے چلے گئے۔

"باس۔ ہمیں کس وقت وادیٔ مشکبار روانہ ہونا ہے"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے پوچھا۔

رنجیت شرما چند منٹ پہلے ہی اپنے آفس میں واپس پہنچا تھا اور اس نے شرمیلا دیوی کو اپنے آفس میں بلا کر میٹنگ کی تفصیل بتا دی تھی۔

"پہلے سیکرٹری دفاع صاحب یہ معلوم کریں گے کہ علی عمران اپنے ملک میں موجود ہے یا وہ اپنے ملک سے غائب ہو گیا ہے اس کے بعد وہ ہمیں بتائیں گے اور پھر ہم روانہ ہوں گے"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"باس۔ ریڈ پاور کے ایجنٹ پاکیشیا کے دارالحکومت میں موجود ہیں لہٰذا یہ بات تو ہم خود بھی معلوم کر سکتے ہیں"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری یہ بات درست ہے۔ پاکیشیا کے دارالحکومت میں

ہمارا کون سا ایجنٹ ہے''...... رنجیت شرما نے کہا۔

''باس۔ پاکیشیا میں جے رام موجود ہے''...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔ رنجیت شرما نے اثباتی انداز میں سر ہلایا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر نمبر پریس کیا۔

''یس باس''...... فوراً ہی دوسری طرف سے اس کی پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''پاکیشیا میں موجود جے رام سے میری بات کراؤ''...... رنجیت شرما نے سخت لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ تقریباً نصف منٹ بعد سفید رنگ کے ٹیلی فون کی بیل بجی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

''باس۔ جے رام لائن پر موجود ہیں''...... رنجیت شرما کی پی اے کی آواز سنائی دی۔

''او کے۔ کراؤ بات''...... رنجیت شرما نے کہا تو دوسری طرف سے ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔

''باس۔ جے رام بول رہا ہوں''...... اگلے ہی لمحے اسے جے رام کی آواز سنائی دی۔

''جے رام۔ تم علی عمران کو جانتے ہو نا''...... رنجیت شرما نے سخت لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ پاکیشیا روانگی سے قبل مجھے اس کے بارے میں بتایا گیا تھا''...... جے رام کی آواز سنائی دی۔

''اس وقت تم یہ معلوم کر سکتے ہو کہ علی عمران پاکیشیا میں موجود ہے

یا نہیں''...... رنجیت شرما نے کہا۔

''یس باس۔ میں یہ معلوم کر کے آپ کو کال بیک کرتا ہوں''۔ جے رام کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''او کے۔ معلوم کرو اور جلد رپورٹ دو''...... رنجیت شرما نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

''باس۔ علی عمران جے رام کے بس کی بات تو نہیں ہے لیکن کبھی کبھی چمتکار بھی ہو جاتا ہے''...... شرمیلا دیوی نے سوچتے ہوئے لہجے میں کہا تو رنجیت شرما نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ کھل کر بتاؤ۔ پہیلیوں میں بات مت کیا کرو''...... رنجیت شرما نے سخت لہجے میں کہا۔

''باس۔ اگر علی عمران ابھی تک پاکیشیا میں موجود ہے تو آپ جے رام سے کہیں کہ وہ علی عمران کا خاتمہ کر دے''...... شرمیلا دیوی نے کہا تو رنجیت شرما چونک پڑا۔

''علی عمران ایک خطرناک اور عیار انسان کا نام ہے۔ جے رام اس کا کیسے خاتمہ کر سکتا ہے''...... رنجیت شرما نے کہا۔

''میں نے تو پہلے ہی عرض کیا ہے باس کہ علی عمران جے رام کے بس کی بات نہیں لیکن اس دنیا میں چمتکار بھی ہو جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ علی عمران کی موت جے رام کے ہاتھوں ہی ہو جائے''...... شرمیلا دیوی نے کہا تو رنجیت شرما سوچ میں گم ہو گیا۔

''اگر جے رام ناکام ہو گیا جس کے چانس زیادہ ہیں تو جے رام

مارا جائے گا"...... رنجیت شرما نے سوچتے ہوئے کہا۔

"باس۔ ہماری فیلڈ تو ایسی ہی ہے۔ اس فیلڈ میں ایجنٹ تو مرتے ہی رہتے ہیں۔ اگر جے رام مارا گیا تو ہم اس کی جگہ دوسرا ایجنٹ بھیج دیں گے"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

"ہونہہ۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں"۔ رنجیت شرما نے سوچتے ہوئے کہا۔ پھر تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد انٹرکام کی بیل بجی تو رنجیت شرما نے رسیور اٹھا لیا۔

"لیں"...... رنجیت شرما نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس۔ جے رام کی کال ہے"...... دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"او کے۔ کراؤ بات"...... رنجیت شرما نے کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ اگلے ہی لمحے سفید رنگ کے ٹیلی فون کی بیل بجی تو اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"لیں۔ رنجیت شرما دی چیف آف ریڈ پاور سپیکنگ"...... اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس۔ جے رام بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے جے رام کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ہاں جے رام۔ معلوم ہوا علی عمران کے بارے میں"...... رنجیت شرما نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ علی عمران ابھی تو اپنے فلیٹ میں موجود ہے"...... جے

رام کی آواز سنائی دی۔

"جے رام۔ علی عمران کا خاتمہ تمہارے ہاتھوں ہونا چاہئے"۔ رنجیت شرما نے جے رام سے کہا۔

"باس۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے اس کام کے لئے مجھے منتخب کیا۔ میں ابھی اس کا خاتمہ کر دیتا ہوں"...... دوسری طرف سے جے رام کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"اس کے فلیٹ پر اس کا خاتمہ ممکن نہیں ہے جے رام۔ جب وہ اپنے فلیٹ سے باہر ہو تو پھر اس پر وار کیا جا سکتا ہے"...... رنجیت شرما نے جے رام کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"میں جانتا ہوں باس اور میرے ذہن میں ابھی ایک آئیڈیا آیا ہے"۔ جے رام نے کہا۔

"کیا آئیڈیا آیا ہے تمہارے ذہن میں"...... رنجیت شرما نے اس سے پوچھا۔

"باس۔ علی عمران کی کار بلڈنگ کے سیکورٹی گارڈ کے کیبن کے قریب ہی کھڑی ہے۔ میں اس سیکورٹی گارڈ کی جگہ لے لیتا ہوں۔ اس کے بعد جیسے ہی علی عمران اپنی کار کا دروازہ کھولنے لگے گا میرے لئے اس پر بم پھینکنا مشکل نہیں ہوگا"...... جے رام کی آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ ویری گڈ جے رام۔ یہ واقعی اچھوتا آئیڈیا ہے۔ اب تم فوراً اپنے اس آئیڈیے کو عملی جامہ پہناؤ اور جیسے ہی یہ علی عمران ہٹ ہو جائے۔ مجھے رپورٹ کرو"۔ رنجیت شرما نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"او کے باس۔ میں اس وقت کنگ روڈ پر ہی ہوں۔ میں دو منٹ کے اندر سیکورٹی گارڈ کی جگہ لے سکتا ہوں"...... دوسری طرف سے جے رام کی بھی خوشی سے معمور آواز سنائی دی۔ رنجیت شرما کی تعریف نے اسے خوش کر دیا تھا۔

"تم اس وقت اسی موبائل فون سے بات کر رہے ہو نا جو تمہیں ہم نے دیا تھا"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"یس باس"...... جے رام کی آواز سنائی دی۔

"او کے۔ وش یو گڈ لک"...... رنجیت شرما نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"باس۔ مجھے تو یقین ہو گیا ہے کہ جے رام، عمران کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ بم دھماکے سے بچنا اس کے لئے ممکن نہیں ہو گا"...... شرمیلا دیوی نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میرا دل بھی کہہ رہا ہے کہ علی عمران، جے رام کے ہاتھوں مارا جائے گا"...... رنجیت شرما نے کہا۔

اسی وقت سرخ رنگ کے ٹیلی فون کی بیل بج اٹھی تو رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی دونوں ہی چونک پڑے پھر رنجیت شرما نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ رنجیت شرما دی چیف آف ریڈ پاور سپیکنگ"...... رنجیت شرما نے سخت لہجے میں کہا۔

"رنجیت شرما۔ میں گوپال چند بول رہا ہوں"...... دوسری طرف

سے سیکرٹری دفاع کی آواز سنائی دی۔

"یس سر"...... گوپال چند کی آواز سن کر رنجیت شرما نے نرم لہجے میں کہا۔

"رنجیت شرما۔ علی عمران تو ابھی تک پاکیشیا میں ہی موجود ہے"۔ دوسری طرف سے گوپال چند نے کہا۔

"یس سر۔ مجھے معلوم ہے اور میں آپ کو کچھ ہی دیر بعد ایک بگ نیوز سنانے والا ہوں"...... رنجیت شرما نے گوپال چند سے کہا اور ساتھ ہی شرمیلا دیوی کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"بگ نیوز۔ کیا بگ نیوز ہے رنجیت شرما"...... گوپال چند نے پرتجسس لہجے میں پوچھا۔

"یس سر۔ تھوڑا انتظار کر لیں پھر میں آپ کو بتاتا ہوں"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"اس تھوڑے سے انتظار میں سسپنس کی وجہ سے میرا تو دم نکل جائے گا۔ کیا تم مجھے مارنا چاہتے ہو رنجیت شرما"...... دوسری طرف سے سیکرٹری دفاع گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

"بھگوان نہ کرے سر"...... رنجیت شرما نے فوراً ہی دعائیہ انداز میں گوپال چند سے کہا۔

"شرما صاحب۔ میں دل کا مریض ہوں۔ میں سسپنس برداشت نہیں کر سکتا"...... گوپال چند نے کہا۔

"او کے سر۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں"...... رنجیت شرما نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"تھینک یو شرما صاحب۔ جلدی بتائیں"...... دوسری طرف سے گوپال چند نے بے صبری سے کہا۔

"سر۔ علی عمران میرے ایجنٹوں کے نشانے پر آ گیا ہے۔ کچھ ہی دیر بعد اس کا خاتمہ ہونے والا ہے"...... رنجیت شرما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرما صاحب۔ اگر ایسا ہو گیا تو آپ کافرستان کے قومی ہیرو ڈیکلیئر ہو جائیں گے"...... دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی تو رنجیت شرما نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں جانتا ہوں سر۔ علی عمران ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے اور اس کا خاتمہ بہت بڑا اعزاز ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ اعزاز مجھے ہی حاصل ہونے والا ہے"...... رنجیت شرما نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"او کے۔ میں اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے آپ کی طرف سے اس بگ نیوز کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہوں"...... دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

"یس سر۔ اب آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا"...... رنجیت شرما نے یقین سے کہا۔

"او کے۔ وش یو گڈ لک"...... دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی کال کٹ گئی۔ رنجیت شرما نے بھی رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

عمران کو کنٹرول روم میں داخل ہوتے دیکھ کر بلیک زیرو احتراماً کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو"...... رسمی سلام و دعا کے بعد عمران نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے لئے چائے بنا کر لے آؤں پھر بیٹھتا ہوں"۔ بلیک زیرو نے کہا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔ چند منٹوں کے بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس نے ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں دو کپ رکھے ہوئے تھے۔ ایک کپ اس نے عمران کے سامنے میز پر رکھ دیا اور دوسرا اپنے سامنے رکھ لیا۔

"عمران صاحب۔ آپ کب روانہ ہو رہے ہیں"...... کرسی پر بیٹھنے کے بعد بلیک زیرو نے عمران سے پوچھا۔

"آج رات ہم روانہ ہو رہے ہیں۔ پہلے ہم آزاد مشکبار میں

جائیں گے وہاں سے ہم آزاد مشکبار آرگنائزیشن کے ذریعے مقبوضہ وادی میں جائیں گے''...... عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

''آپ کا رابطہ اس تنظیم سے ہوا ہے''...... بلیک زیرو نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

''تم آزاد مشکبار آرگنائزیشن کی بات کر رہے ہو''...... عمران نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

''جی ہاں''...... بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تنظیم سے بھی میں رابطہ کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں خاور کے ذمے ایک کام لگا دوں۔ مشن پر ٹیم کے ساتھ نہ جانے پر بیچارے بہت مایوس نظر آ رہے تھے''...... عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ پھر اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور خاور کے سیل فون کے نمبر پریس کرنے لگا۔

''ایکسٹو''...... جیسے ہی دوسری طرف سے کال رسیو ہوئی عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس چیف۔ حکم فرمائیے''...... دوسری طرف سے خاور کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''عمران ٹیم کو لے کر کافرستان کے زیر تسلط وادی میں جا رہا ہے اور یہاں کافرستان کے درجنوں ایجنٹ موجود ہوں گے اور ممکن ہے کہ وہ عمران پر نظر رکھے ہوئے ہوں اس لئے تم عمران اور عمران کے فلیٹ پر نظر رکھو کہ کہیں اس کی نگرانی تو نہیں ہو رہی''...... عمران نے ایکسٹو

کے لہجے میں کہا۔

''او کے چیف۔ میں ابھی عمران کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں''...... خاور کی آواز سنائی دی۔

''اگر تمہیں کسی پر شبہ ہو تو اسے دانش منزل کے بلیک روم میں پہنچا دینا''...... عمران نے کہا۔

''رائٹ چیف''...... خاور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''عمران صاحب۔ آپ بہت دور کی کوڑی لاتے ہیں اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کامیابیوں کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ کی سوچ بہت دور تک چلی جاتی ہے''...... بلیک زیرو نے عمران سے کہا۔

''نہیں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کامیابیوں کی وجہ میں نہیں ہوں ہاں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے ساتھ رہتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب تک ہم حق و سچ کے راستے پر چلتے رہیں گے تب تک اللہ تعالیٰ ہماری نصرت فرماتا رہے گا''...... عمران نے کہا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا ہی کرم، اس کی مدد ہے اور وہی ہے جو ہمیں کامیابیاں عطا کرتا ہے''۔ بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

عمران نے ٹیبل کی دراز کھولی اور اس میں سے ٹیلی فون نمبرز والی ڈائری نکالی اور اس کے ورق پلٹنے لگا۔ ایک صفحے پر اس کی نظر ٹھہر گئی۔ وہ چند لمحوں تک اس صفحے کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے ڈائری بند کر کے

واپس دراز میں رکھی اور پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر نمبرز پریس کرنے لگا۔

"یس۔ شاہد اللہ کرامتی سپیکنگ"...... رابطہ ملنے پر ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"جناب کرامتی صاحب۔ اب تک آپ کتنی کرامتیں ظاہر کر چکے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ کون ہو تم"...... دوسری طرف سے غصیلے لہجے میں کہا گیا۔

"جناب۔ آپ کیسے کرامتی ہیں کہ کرامت کا مطلب بھی مجھ سے پوچھ رہے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"دنیا میں نجانے کیسے کیسے احمق لوگ پڑے ہوئے ہیں"...... دوسری طرف سے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"جناب کرامتی صاحب۔ میں پڑا ہوا تو نہیں ہوں میں تو کرسی پر بیٹھا ہوا ہوں"...... عمران نے مسکین سے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے کال منقطع کر دی گئی۔ عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ چونکہ عمران نے ٹیلی فون کا لاؤڈر آن کر دیا تھا اس لئے بلیک زیرو بھی فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔

"خود کو کرامتی کہلاتے ہیں لیکن کرامت کا مطلب دوسروں سے پوچھتے ہیں اور پھر سچ بات کہہ دو تو دوسروں کو احمق بھی کہتے ہیں۔ عجب دستور ہے یہاں کا"...... عمران نے شکایتی لہجے میں کہا۔ اس کے

بعد اس نے ری ڈائل کا بٹن پریس کر دیا تو دو تین سیکنڈ کے بعد بیل جانے لگی۔

"یس۔ شاہد اللہ کرامتی سپیکنگ"...... رابطہ ملنے پر پہلے والی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) سپیکنگ"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ بڑے دنوں کے بعد آپ نے یاد کیا"۔ شاہد اللہ کرامتی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"بھائی۔ میں نے ڈی ایس سی ضرور کیا ہوا ہے لیکن مجھے کرامتی کا مطلب نہیں آتا لہٰذا مجھ سے مطلب نہ پوچھنا"...... عمران نے مسکین سے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔

"تو پہلی کال بھی آپ کی تھی۔ سوری عمران صاحب۔ میں آپ کی آواز پہچان نہ سکا۔ ایک تو آپ نے فون بہت عرصے کے بعد کیا دوسرا میں خیالوں میں گم تھا"...... قہقہہ لگانے کے بعد دوسری طرف سے شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"کرامتی صاحب۔ اب آپ کی عمر تو نہیں ہے کہ آپ کسی حسینہ کے خیالوں میں گم ہو جائیں"...... عمران نے کہا تو شاہد اللہ کرامتی نے ایک اور قہقہہ لگایا اور یہ قہقہہ طویل ثابت ہوا۔

"عمران صاحب۔ آپ بالکل نہیں بدلے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کبھی بدلیں گے بھی نہیں۔ بہرحال فرمایئے۔ آج آپ نے کیسے

یاد کیا"...... شاہد اللہ کرامتی کا قہقہہ تھا تو اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کل سورج طلوع ہونے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں سمیت آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں"...... اس مرتبہ عمران نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب۔ اس وقت واقعی ہمیں آپ کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور یہ بات کہہ کر آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم یک جان دو قالب ہیں"......شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

"بات چونکہ سنجیدگی سے ہو رہی ہے اس لئے میں یک جان اور دو قالب کی وضاحت کے چکر میں نہیں پڑتا۔ بہرحال آپ کو اطلاع دینی تھی جو میں نے دے دی۔ انشاء اللہ کل صبح ہماری ملاقات ہو رہی ہے"۔ عمران نے شاہد اللہ کرامتی سے کہا۔

"مجھے آپ کی آمد کا شدت سے انتظار رہے گا"...... شاہد اللہ کرامتی کی آواز سنائی دی۔

"او کے۔ اللہ حافظ"...... عمران نے کہا اور پھر دوسری طرف سے بھی الوداعی کلمات سن کر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اب میں بھی اپنے فلیٹ پر جا رہا ہوں تاکہ روانگی کی تیاری کر سکوں"...... عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے اٹھا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر بلیک زیرو بھی اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

خاور کنگ روڈ پر پہنچا تو اس نے اپنی کار فٹ پاتھ کے قریب کر کے روک لی پھر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور عمران کے فلیٹ کا ٹیلی فون نمبر ملایا۔

"یس آغا علی سلیمان پاشا دی پریذیڈنٹ آف ورلڈ کنگ ایسوسی ایشن سپیکنگ"...... تقریباً تین چار بار بیل بجنے کے بعد رسیور اٹھایا گیا اور سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"سلیمان۔ میں خاور بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ عمران صاحب فلیٹ پر ہیں"...... خاور نے اس کے عہدے سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔

"اوہ۔ خاور صاحب آپ"...... دوسری طرف سے سلیمان کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہاں میں۔ میں نے پوچھا ہے کہ عمران صاحب موجود ہیں"۔ خاور نے عمران کا پوچھا۔

"خاور صاحب۔ آپ نے شیر کے متعلق سنا ہو گا کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے اس کی مرضی انڈے دے یا بچے۔ اسی طرح ہمارے صاحب فلیٹ کے مالک ہیں فلیٹ میں رہیں یا نہ رہیں"...... سلیمان نے کہا۔

"لا حول ولا قوۃ۔ عمران صاحب اگر سیر ہیں تو تم سوا سیر ہو"۔ خاور نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کال بھی کاٹ دی۔ سلیمان کی باتوں سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران اس وقت فلیٹ پر نہیں ہے۔ کال کاٹ کر اس نے سیل فون جیب میں رکھا اور پھر کار سے نیچے اتر آیا۔ سامنے ہی ایک ٹی سٹال تھا۔ وہ ٹی سٹال میں آ کر بیٹھ گیا۔ یہاں سے وہ عمران کی رہائشی بلڈنگ کے مین گیٹ اور آگے پیچھے بہت دور تک نظر رکھ سکتا تھا۔

ٹی سٹال میں ایک کرسی پر بیٹھ کر اس نے اخبار اٹھایا اور پھر اخبار پڑھنے لگا لیکن اس کی توجہ اپنے ارد گرد کے ساتھ ساتھ عمران کی رہائشی بلڈنگ کے مین گیٹ اور اس کے آگے پیچھے تھی۔

"صاحب۔ آپ کے لئے چائے لاؤں"...... ٹی سٹال کے چھوٹے نے خاور کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن دودھ پتی لانا۔ کڑک اور ملائی ڈال کے"...... خاور نے چھوٹے سے کہا۔

"استاد۔ صاحب کو ایک دودھ پتی مارو۔ ملائی ڈال کے"...... چھوٹے نے بلند آواز میں دکاندار سے کہا۔ پھر چند لمحوں کے بعد اس

کے سامنے چائے آ گئی۔ اخبار پڑھتے پڑھتے وہ چائے بھی پینے لگا اور اس دوران ایک آدمی اس کی نظروں میں آ گیا جو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا اور اس کی نظر بار بار سامنے والی رہائشی بلڈنگ کے مین گیٹ کی طرف اٹھ رہی تھی۔ وہ اپنی طرف سے احتیاط کر رہا تھا لیکن خاور نے اس کی نظروں کی حرکت محسوس کر لی تھی۔

"یار۔ چائے کا مزہ نہیں آیا۔ ایک اور اچھی سی چائے پلا دو"۔ ملازم لڑکا کپ اٹھانے آیا تو خاور نے کہا۔

"او کے سر۔ استاد۔ صاحب کو مزے دار چائے مارو پہلی چائے کا استاد کو مزہ نہیں آیا"...... لڑکے نے پہلے خاور سے اور پھر دکاندار سے کہا اور خالی کپ اٹھا کر آگے بڑھ گیا۔ جلد ہی خاور کو چائے کا ایک اور کپ پیش کر دیا گیا لیکن اس مرتبہ بھی چائے پہلے آنے والی چائے سے مختلف نہیں تھی۔

"واہ واہ۔ اس مرتبہ کیا شاندار چائے بنائی ہے استاد"...... خاور نے خواہ مخواہ ہی چائے کی تعریف کرتے ہوئے کہا پھر اسی لمحے خاور نے دور سے عمران کی کار کو آتے دیکھا۔ عمران کے پاس چونکہ سرخ سپورٹس کار تھی اس لئے خاور کو دور سے ہی نظر آ گئی تھی لیکن خاور نے اس پر کوئی توجہ نہ دی البتہ جب عمران کی کار رہائشی بلڈنگ کے مین گیٹ کے قریب پہنچی تو اس نے اس آدمی کو چونکتے ہوئے دیکھا جو اس کی نظروں میں مشکوک ہو چکا تھا۔

سپورٹس کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر عمران بیٹھا نظر آ رہا تھا اور وہ

مشکوک آدمی عمران کو دیکھ کر ہی چونکا تھا پھر جب عمران کی کار بلڈنگ میں داخل ہو گئی تو وہ مشکوک آدمی اٹھا اور ٹی سٹال سے باہر چلا گیا۔

خاور کی نظریں اب بھی بظاہر اخبار پر ہی تھیں لیکن وہ مشکوک آدمی کو دیکھ رہا تھا۔ مشکوک آدمی سڑک کراس کر کے ایک نیلے رنگ کی کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خاور نے اسے کار کی طرف جاتے دیکھ کر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کی البتہ اب اس کی نظریں اخبار سے ہٹ کر کار کی طرف تھیں پھر اس نے مشکوک آدمی کو نیلے رنگ کی کار میں بیٹھتے دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دکاندار کے قریب آ گیا۔ اس نے دکاندار کو ایک بڑا نوٹ دیا۔ دکاندار اسے بقیہ رقم دینے لگا۔ اس دوران نیلے رنگ کی کار کو سٹارٹ ہو کر آگے بڑھنا چاہئے تھا لیکن وہ ابھی اپنی جگہ موجود تھی۔ دکاندار سے بقیہ رقم لیتے ہوئے خاور نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ مشکوک آدمی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس کا ایک ہاتھ کان پر تھا۔ خاور سمجھ گیا کہ وہ عمران کے متعلق کسی کو رپورٹ دے رہا ہے۔

خاور نے دکاندار سے بقیہ رقم لی اور پھر وہ ٹی سٹال سے باہر آ گیا۔

ٹی سٹال کے قریب ہی ایک بک سٹال تھا۔ خاور بک سٹال پر رک کر کتابیں دیکھنے لگا۔ وہ آدمی ابھی تک سیل فون پر ہی مصروف تھا۔

پھر کچھ دیر بعد خاور نے نیلے رنگ کی کار کا دروازہ کھلتے دیکھا اور وہ مشکوک آدمی کار سے نیچے اترا۔ مشکوک آدمی نے آگے پیچھے دیکھا اور پھر وہ عمران کی رہائشی بلڈنگ کے مین گیٹ کی طرف بڑھا۔ جب

وہ مین گیٹ میں داخل ہو گیا تو خاور بھی مین گیٹ کی طرف بڑھا۔

مین گیٹ کے قریب ہی سیکورٹی روم تھا جس میں اس وقت ایک سیکورٹی گارڈ موجود تھا۔ خاور اس سیکورٹی گارڈ کو جانتا تھا کیونکہ یہ سیکورٹی گارڈ تقریباً ایک سال سے اس بلڈنگ میں اپنے فرائض سر انجام دے رہا تھا اور سیکورٹی گارڈ بھی اسے عمران کے دوست کی حیثیت سے جانتا تھا کیونکہ اس ایک سال میں وہ کئی بار عمران سے ملنے یہاں آیا تھا۔ سیکورٹی گارڈ کے قریب ہی اس نے مشکوک آدمی کو بھی دیکھا جو بنچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ خاور سیکورٹی روم کی طرف بڑھا تو سیکورٹی گارڈ نے اٹھ کر اور مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

”السلام علیکم میاں صاحب“...... خاور نے سیکورٹی گارڈ کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم السلام انجم صاحب۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے“...... سیکورٹی گارڈ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”الحمد للہ۔ صاحب کی گاڑی تو نظر آ رہی ہے اس کا مطلب ہے کہ صاحب اپنے فلیٹ پر موجود ہے“...... خاور نے عمران کی کار کی طرف دیکھتے ہوئے سیکورٹی گارڈ سے کہا۔

”جی ہاں۔ عمران صاحب ابھی تشریف لائے ہیں“...... سیکورٹی گارڈ نے خاور سے کہا۔

سیکورٹی گارڈ کی بات سنتے ہی مشکوک آدمی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا۔ چونکہ

وہ خاور کوٹی سٹال پر دیکھ چکا تھا اور اب جیسے ہی سیکورٹی گارڈ نے خاور سے عمران کا ذکر کیا تو وہ سمجھ گیا کہ خاور اس کے پیچھے آیا ہے اس لئے اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ریوالور سیدھا کرتا خاور کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ جو مشکوک آدمی کی کنپٹی پر پڑا۔ خاور کا ایک مکا ہی اسے کافی رہا اور اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ خاور نے احتیاطاً اسے ایک اور مکا بھی جڑ دیا۔

"انجم صاحب۔ یہ۔ یہ کیا ہے"...... سیکورٹی گارڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ایک ڈکیت ہے میاں صاحب اور میں بہت دیر سے اس کے تعاقب میں تھا۔ اب میں نے اسے پکڑ لیا ہے۔ آپ شاید جانتے ہوں گے کہ میں پولیس انسپکٹر ہوں"...... خاور نے سیکورٹی گارڈ سے کہا۔

"نن۔ نن۔ نہیں سر۔ اس سے پہلے تو آپ نے کبھی نہیں بتایا"۔ سیکورٹی گارڈ نے اس مرتبہ مرعوب لہجے میں خاور سے کہا۔

"آپ سوپر فیاض صاحب کو تو جانتے ہی ہوں گے۔ وہ عمران صاحب سے ملنے آتے ہی رہتے ہیں"...... خاور نے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ تو بہت بڑے افسر ہیں۔ کئی بار وہ وردی میں بھی آئے ہیں"...... سیکورٹی گارڈ نے کہا۔

"میں ان کا اسسٹنٹ ہوں اور انہی کے حکم پر اس ڈکیت کے پیچھے تھا۔ خیر اب میں اپنی گاڑی دروازے کے قریب لاتا ہوں اور

اسے پولیس اسٹیشن لے جاتا ہوں لیکن آپ نے اس واقعے کا ذکر کسی سے نہیں کرنا"...... خاور نے سیکورٹی گارڈ سے کہا۔

"سر۔ کیا عمران صاحب سے بھی ذکر نہیں کرنا"...... سیکورٹی گارڈ نے اس سے پوچھا۔

"عمران صاحب تو ہمارے سب سے بڑے افسر کے بیٹے ہیں۔ ہماری کوئی بھی بات ان سے چھپ نہیں سکتی۔ آپ ان سے ذکر کر سکتے ہیں"...... خاور نے سیکورٹی گارڈ سے کہا۔

پھر وہ سیکورٹی روم سے نکل کر گیٹ سے باہر آیا۔ کیونکہ اس کی کار باہر فٹ پاتھ کے قریب کھڑی تھی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھا اور پھر اس کی کار سیکورٹی روم کے دروازے کے قریب آ کر رک گئی۔ سب سے اچھی بات یہ ہوئی تھی کہ اس دوران کوئی بھی شخص وہاں نہیں آیا تھا۔ خاور نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور پھر اس نے اردگرد نظر دوڑائی۔ اب بھی اردگرد کوئی نہیں تھا۔ خاور نے مشکوک آدمی کو پچھلی سیٹ پر ڈالا اور پھر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"میاں صاحب۔ میں نے آپ سے گزارش کی ہے کہ آپ عمران صاحب کے علاوہ کسی اور سے اس واقعے کا ذکر نہیں کریں گے"۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد خاور نے سیکورٹی گارڈ سے کہا۔

"جی سر۔ جی سر۔ میں سمجھتا ہوں سر"...... سیکورٹی گارڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تھینک یو"...... خاور نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور

پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ چند لمحوں کے بعد اس کی کار مین روڈ پر آ گئی۔ مین روڈ پر آتے ہی اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور دانش منزل کے نمبرز پریس کرنے لگا۔

''ایکسٹو''...... رابطہ ملنے پر دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''چیف۔ خاور بول رہا ہوں۔ میں نے عمران صاحب کی رہائشی بلڈنگ سے ایک مشکوک آدمی کو پکڑ لیا ہے''...... خاور نے مؤدبانہ لہجے میں ایکسٹو سے کہا۔

''تفصیل بتاؤ''...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی تو خاور نے اسے تفصیل بتا دی۔

''او کے۔ تم اس مشکوک آدمی کو بلیک روم میں پہنچا دو''...... خاور سے تفصیل سننے کے بعد ایکسٹو نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی۔ خاور نے سیل فون ڈیش بورڈ پر رکھا اور پھر اس نے کار کی رفتار بڑھا دی۔ کار انتہائی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف بڑھنے لگی۔

رات کی سیاہ چادر نے پوری کائنات کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔ آسمان بھی گہرے سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا جس کی وجہ سے ستارے بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

اس گہری سیاہ رات میں پہاڑوں میں بل کھاتی تنگ سی سڑک پر ایک جیپ مناسب رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی اور جہاں جہاں سے جیپ گزر رہی تھی وہ جگہ چند لمحوں کے لئے روشن ہو جاتی تھی کیونکہ جیپ کی طاقتور ہیڈ لائٹس سڑک کو بہت دور تک روشن کر دیتی تھیں۔

جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔ عمران کے ساتھ جولیا تھی جبکہ پچھلی سیٹوں پر صفدر، تنویر، نعمانی، چوہان اور جوزف بیٹھے ہوئے تھے۔ سڑک بہت تنگ تھی۔ سڑک کے ایک طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے جبکہ دوسری طرف ہزاروں فٹ گہری کھائیاں تھیں۔ دن کے وقت بھی اس سڑک پر ڈرائیونگ کرنا عام ڈرائیور کے بس کی بات نہیں

تھی اور رات کے وقت تو اس سڑک پر ٹریفک بند ہو جاتی تھی کیونکہ ماہر سے ماہر ڈرائیور بھی رات کے وقت اس سڑک پر ڈرائیونگ کرنے سے کتراتا تھا کیونکہ ایک لمحے کی غفلت بھی گاڑی کو سینکڑوں، ہزاروں فٹ گہری کھائیوں میں گرا سکتی تھی لیکن عمران نہایت ہی اطمینان سے جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ یہ جیپ سائز میں بڑی اور کشادہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مضبوط اور طاقتور تھی۔ خاص طور پر اس کا انجن تو بہت ہی طاقتور تھا اس لئے یہ جیپ ہزاروں میل کے پہاڑی سفر کے لئے بھی موزوں تھی۔ اس جیپ کے سائیلنسر بھی بہت ہی نفیس اور عمدہ تھے جس کی وجہ سے اس جیپ کی آواز بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس کی ہیڈ لائٹس بھی سرچ لائٹس کی طرح بہت روشن تھیں۔

ان کا سفر بہت خاموشی سے کٹ رہا تھا۔ کافی دیر سے کوئی بھی نہیں بولا تھا اور چونکہ جیپ کی اپنی آواز بھی نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے یہ خاموشی زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ عمران بھی بہت دیر سے خاموش تھا۔ سب کو اس خاموشی میں سکون محسوس ہو رہا تھا اس لئے بھی وہ بولنے سے گریز کر رہے تھے۔

”عمران صاحب۔ آپ تو ایسے موقعوں پر گاڑی کی ہیڈ لائٹس بند کر کے سفر کرتے ہیں۔ آج آپ نے کیسے جیپ کی ہیڈ لائٹس روشن کی ہوئی ہیں“...... تقریباً دو گھنٹوں کی خاموشی کے بعد جیپ میں نعمانی کی آواز سنائی دی تو سب نے چونک کر نعمانی کی طرف دیکھا۔

”اگر ہم دشمن کے علاقے میں سفر کر رہے ہوں تو تب گاڑی کی لائٹس بند کر کے سفر کرتے ہیں۔ اس وقت تو ہم اپنے علاقے میں ہیں“...... عمران نے نعمانی سے کہا۔

”اوہ۔ یس۔ میں شاید نیند کے غلبے میں ہوں“...... نعمانی نے شرمسار لہجے میں کہا۔

”تم نیند کے غلبے میں نہیں ہو بلکہ تم جیپ میں طاری گہرے سکوت کو توڑنا چاہتے تھے اور تم نے وہ خاموشی توڑ ڈالی۔ کیسی بھلی لگ رہی تھی خاموشی“...... تنویر نے کہا۔

”سب سے حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ دو گھنٹوں سے عمران صاحب خاموش ہیں“...... چوہان نے کہا۔

”ہاں۔ یہ تو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شائع ہونے والا ریکارڈ ہے“...... تنویر نے کہا۔

”سچ کہتے ہیں۔ دنیا کسی حال میں جینے نہیں دیتی۔ میں بولتا ہوں تو تب تمہیں اعتراض ہوتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہوں تو تب بھی تم اعتراض کرتے ہو“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے اس سفر کے لئے رات کا وقت کیوں منتخب کیا ہے۔ ہم مظہر آباد تک کا سفر تو دن میں بھی کر سکتے تھے۔ وہاں تک کا علاقہ تو کافرستان کے تسلط سے آزاد ہے“...... صفدر نے عمران سے پوچھا تو باقی ساتھیوں نے بھی اثبات میں سر ہلا دئے۔

”اس سکون کی خاطر۔ جو دو گھنٹوں تک رہا اور پھر تم لوگوں نے بے چارے سکون کا گلا گھونٹ کر اس کا مرڈر کر دیا“...... عمران نے کہا

تو جیپ میں موجود سب افراد مسکرانے لگے۔ سوائے جوزف کے۔ جوزف تو ایسے لگ رہا تھا جیسے ان کی باتیں سن ہی نہ رہا ہو۔

”عمران۔ سنا ہے کہ خاور نے تمہارے فلیٹ کے قریب سے کسی مشکوک آدمی کو پکڑا تھا۔ کون تھا وہ“...... اس مرتبہ جولیا نے عمران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”اس کا نام جے رام تھا اور وہ کافرستانی ایجنٹ تھا۔ وہ میری نگرانی کر رہا تھا“...... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ کیا کافرستانی حکام کو معلوم ہے کہ آپ وادیٔ مشکبار آنے والے ہیں“...... چوہان نے کہا۔

”ہاں۔ انہیں یہ بات معلوم ہے اسی لئے تو وہ میری نگرانی کرا رہے تھے“...... عمران نے کہا۔

”لیکن کیسے۔ انہیں یہ بات کیسے معلوم ہو سکتی ہے“...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مس لزی نے گریٹ لینڈ میں کئی لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا ہے اور میرا اندازہ ہے کہ انہی لوگوں میں سے کسی ایک کے ذریعے کافرستانی اس بات سے آگاہ ہوئے ہیں کہ مس لزی اور ایک مشکباری لڑکی مجھ سے ملے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”اس بارے میں جے رام نے کچھ نہیں بتایا“...... جولیا نے عمران سے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ تو کئی مہینوں سے پاکیشیا میں ہی رہ رہا تھا۔ اب اسے

حکم ملا تو اس نے حکم کے مطابق میرے خلاف کارروائی کرنی چاہی لیکن تمہارا چیف ایکسٹو بہت ہی دور اندیش انسان ہے۔ اس خدشے کے پیش نظر اس نے خاور کے ذمے میری اور میرے فلیٹ کی نگرانی لگا دی اور نتیجہ تمہارے سامنے ہے“...... عمران نے جولیا سے کہا۔

”پھر جے رام کا کیا بنا“...... چوہان نے عمران سے کہا۔

”جے رام کا بھی وہی ہوا جو کسی بھی ملک میں پکڑے جانے والے جاسوسوں کا ہوتا ہے۔ یقیناً تمہارے چیف نے اسے رقی بھٹی میں ڈلوا دیا ہوگا“...... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ جے رام کا تعلق کافرستان کی کس ایجنسی سے تھا“...... صفدر نے عمران سے پوچھا۔

”تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے میاں صفدر یار جنگ۔ اس کے سوال کے جواب میں ہمیں یہ اندازہ ہو جائے گا کہ مقبوضہ وادی میں کافرستانی آرمی کے علاوہ ہمارا مقابلہ کافرستان کی اور کس ایجنسی سے ہو سکتا ہے“...... عمران نے صفدر کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ میں نے بھی اسی خیال کے تحت یہ سوال پوچھا ہے“۔ صفدر نے کہا۔

”جے رام کا تعلق ریڈ پاور سے تھا“...... عمران نے کہا تو وہ سبھی حیران ہو گئے۔

”ریڈ پاور۔ عمران۔ یہ کافرستان کی کون سی ایجنسی ہے“...... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”یہ کافرستان کی نئی ایجنسی ہے اور اسے معرض وجود میں آئے ہوئے چودہ پندرہ مہینے ہی ہوئے ہیں۔ اس کے چیف کا نام رنجیت شرما ہے اور رنجیت شرما کی اسسٹنٹ شرمیلا دیوی ہے“...... عمران نے ریڈ پاور کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

”چیف شرما اور اسسٹنٹ شرمیلا۔ پھر تو یہ سب ہمارے سامنے آنے سے شرم محسوس کریں گے“...... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا تو باقی سب کے چہروں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

”عمران صاحب۔ آج کل تو حالات بہت کشیدہ ہیں۔ کافرستان نے سرحدیں سیل کی ہوئی ہیں۔ ہم کیسے مقبوضہ وادی میں داخل ہوں گے“۔ چوہان نے عمران سے پوچھا۔

”کہا جاتا ہے کہ ایک در بند تو سو در کھلے“...... عمران نے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”عمران۔ یہ در کیا ہوتا ہے“...... چونکہ جولیا کو در کا مطلب معلوم نہیں تھا اس لئے اس نے عمران سے پوچھا۔

”در کا مطلب دروازہ ہے اور یہ محاورہ عموماً اس وقت بولا جاتا ہے جب روزی کا ایک ذریعہ بند ہو جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر روزی کا ایک ذریعہ بند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کئی اور ذریعے بنا دیتا ہے“...... عمران نے جولیا سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”عمران صاحب۔ میرا خیال ہے کہ وادیٔ مشکبار کی آزادی پسند تنظیمیں ہمیں آسانی سے مقبوضہ وادی میں پہنچا دیں گی“...... اس مرتبہ

صفدر نے اپنا خیال پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔ ماضی میں بھی ہم جب ان علاقوں میں آئے تو ان تنظیموں نے ہماری مدد کی اور اب بھی یہ تنظیمیں ہماری مدد کریں گی“...... عمران نے کہا۔

”باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ کئی گھنٹوں کا سفر ہم نے ایسے طے کر لیا ہے جیسے پانچ منٹوں کا سفر طے کیا ہو“۔ جولیا نے کہا۔

”عمران صاحب۔ اب کچھ ہی دیر میں صبح ہونے والی ہے لیکن ابھی تک اجالے کے آثار دکھائی نہیں دے رہے“...... صفدر نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

”آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں اس لیے ابھی تک اندھیرا باقی ہے“...... عمران نے کہا تو سب ہی شیشوں سے باہر جھانکنے لگے۔ واقعی بادلوں کی وجہ سے ابھی تک کائنات اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

پھر مزید نصف منٹ انہوں نے سفر کیا ہو گا کہ اچانک ایک طرف سے عمران کو جلتی بجھتی لائٹ نظر آئی۔ عمران نے جیپ آہستہ کر کے روک لی پھر اس نے جیپ کا ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھولا اور جیپ سے نیچے اتر آیا۔ اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا تو اسے پہاڑ کے دامن میں ایک قدرتی راستہ دکھائی دیا لیکن یہ راستہ اتنا کشادہ نہیں تھا کہ جیپ اس پر چل سکتی۔

راستے کا جائزہ لینے کے بعد عمران نے جلتی بجھتی لائٹ کی طرف دیکھا۔ وہ لائٹ اب بھی جل بجھ رہی تھی۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا سیل فون نکالا اور فون بک میں ایک نمبر سرچ کر کے اس نے کال او کے کا بٹن پریس کر دیا۔

"شاہد اللہ کرامتی اسپیکنگ"...... رابطہ ملنے پر دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

جیپ سے اترتے وقت عمران نے جیپ کا انجن بند کر دیا تھا اس لئے جیپ کی مدھم آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی اور پوری کائنات اس وقت اندھیرے اور خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی اس لئے سیل فون کا اسپیکر آن نہ ہونے کے باوجود بھی ان سب تک شاہد اللہ کرامتی کی آواز پہنچی تھی۔

"شکر ہے آپ کی ایک کرامت تو ظاہر ہوگئی۔ ہم آپ کی بتائی ہوئی جگہ پر صحیح سلامت پہنچ چکے ہیں"...... عمران نے سیل فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں بس دو منٹ میں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔ اس کے ساتھ ہی کال منقطع ہو گئی تو عمران نے بھی سیل فون جیب میں رکھ لیا۔ پھر واقعی دو منٹ بعد ہی انہیں اس تنگ سے راستے پر دو افراد اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ ان کے بہت قریب آ چکے تھے تبھی انہیں نظر آئے تھے۔

"السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاۃ"...... ان کے قریب پہنچتے ہی ایک آدمی نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ برکاۃ"...... عمران نے ان کے سلام کا جواب دیا۔

پھر اس نے ان دونوں سے معانقہ کیا۔ عمران کے بعد وہ دونوں باقی ساتھیوں سے بھی معانقہ کرنے لگے۔ چونکہ ان دنوں سردی شدید پڑ رہی تھی اس لئے ان سب نے ہی جیکٹیں اور ٹوپیاں پہن رکھی تھیں۔ سب سے معانقہ کرتے کرتے وہ جولیا سے بھی معانقہ کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھے تو جولیا دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"شاہد صاحب۔ یہ ہماری خاتون ساتھی ہے۔ مردوں سے معانقہ تو کیا یہ ان سے مصافحہ بھی نہیں کرتی"...... عمران نے آنے والوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ سوری۔ ویری سوری مس۔ اندھیرے کی وجہ سے ہم آپ کو پہچان نہیں سکے"...... ان دونوں میں سے ایک آدمی نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ یہ شاہد اللہ کرامتی تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ اندھیرے اور ہمارے لباسوں کی وجہ سے آپ واقعی ہمیں نہیں پہچان سکے"...... جولیا نے بااخلاق لہجے میں شاہد اللہ کرامتی سے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ لوگ میرے ساتھ آئیں۔ رضوان صاحب آپ کی گاڑی لے جائیں گے"...... شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے کہا

تو انہیں اس کے دوسرے ساتھی کا نام بھی معلوم ہو گیا۔

''چلیئے''...... عمران نے کہا تو شاہد اللہ کرامتی اسی تنگ راستے کی طرف بڑھا۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ چلنے لگے۔ تھوڑی دور چلنے اور پھر دو تین موڑ مڑنے کے بعد ایک پہاڑی مکان آ گیا۔ شاہد اللہ کرامتی انہیں اس مکان میں لے آیا۔ اس مکان میں چار کمرے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب شاہد اللہ کرامتی کی رہنمائی میں ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

کمرے میں چارجنگ لائٹ روشن تھی اور اس لائٹ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ کمرے میں کسی قسم کا فرنیچر نہیں تھا البتہ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ سبھی جوتے اتار کر قالین پر بیٹھ گئے۔ جیسے ہی وہ قالین پر بیٹھے ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ایک ہاتھ میں فلاسک اور دوسرے ہاتھ میں ٹوکری اٹھائی ہوئی تھی۔ ٹوکری میں پیالیاں تھیں۔

''السلام علیکم''...... کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے بھی ان سب کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام''...... ان میں سے اکثر نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

''یہ زاہد صاحب ہیں۔ مشکباری قہوہ بہت اچھا بناتے ہیں''...... شاہد اللہ کرامتی نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

زاہد نے ان سب کے سامنے پیالیاں رکھیں اور پھر ان پیالیوں

میں قہوہ بھی ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ واپس چلا گیا جبکہ عمران اور اس کے ساتھی قہوہ پینے لگے۔ چونکہ موسم بہت سرد تھا اور انہوں نے طویل سفر بھی کیا تھا اس لئے اس وقت یہ قہوہ انہیں بہت بڑی نعمت محسوس ہوا اور شاہد اللہ کرامتی نے غلط بھی نہیں کہا تھا۔ قہوہ بہت ہی مزے کا بنا ہوا تھا۔

''عمران صاحب۔ آپ بتائیں گے کہ آپ کیا ارادہ لے کر یہاں آئے ہیں''...... قہوہ پینے کے دوران ہی شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے پوچھا۔

''ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ کافرستانی گورنمنٹ نے کسی کرنل راج کمار کو مقبوضہ وادی میں بھیجا ہے جو بہت ہی سفاک اور ظالم انسان ہے۔ وہ انتہائی بیدردی سے مشکباریوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ ہم اس کا وہ حشر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی آرمی کے لئے عبرت کا نشان بن جائے اور دوسرا کوئی آرمی آفیسر اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش نہ کرے''۔ عمران نے شاہد اللہ کرامتی کو اپنی آمد کے مقصد کے بارے میں بتایا۔

''آپ نے ٹھیک سنا ہے عمران صاحب۔ یہ کرنل راج کمار سنگدل اور ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مکار، عیار اور ہوشیار بھی ہے۔ ہمارے کئی ساتھیوں نے اسے تلاش کر کے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے لیکن افسوس کہ ہمارے وہ ساتھی اس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے البتہ خود وہ جام شہادت نوش فرما گئے''...... شاہد اللہ کرامتی

نے اپنے ساتھیوں کا تذکرہ اداس لہجے میں کہا۔

"شاہد صاحب۔ ظلم کی رات کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو۔ آخر اس کی سحر تو طلوع ہونی ہی ہے اور ہم مسلمانوں کی تو تاریخ گواہ ہے کہ ہمیں قربانی کے بغیر کبھی آزادی ملی ہی نہیں"...... اس مرتبہ تنویر نے شاہد اللہ کرامتی سے کہا تو اس نے تنویر کی طرف دیکھا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آزادی کی صبح جلد طلوع ہونے والی ہے"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔ اس کے بعد خاموشی طاری ہوگئی اور اس خاموشی کو بھی شاہد اللہ کرامتی نے توڑا۔

"عمران صاحب۔ اسی سلسلے میں ہم آپ سے خود رابطہ کرنے ہی والے تھے کہ آپ کا فون آ گیا اور آپ کا فون ہمارے لئے خوشی اور یقین کا باعث بنا۔ آپ نے ہمیں بتایا تو نہیں تھا کہ آپ کس مقصد کے لئے آ رہے ہیں لیکن ہمیں یقین تھا کہ آپ اس کرنل راج کمار کی وجہ سے ہی آ رہے ہیں۔ اب ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ کرنل راج کمار کتنا ہی عیار کیوں نہ ہو وہ آپ کے ہاتھوں ضرور اپنے انجام تک پہنچ جائے گا"۔ شاہد اللہ کرامتی نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

"اگر اللہ کی منشا اور رحمت ہمارے ساتھ شاملِ حال رہی تو ہم ضرور کامیاب ہوں گے اور اس ظالم کو اس کے انجام تک پہنچا دیں گے"۔ عمران نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ہم حق پر ہیں عمران صاحب اور اللہ حق والوں کا ساتھ دیتا ہے"۔ شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

"شاہد۔ آپ لوگ آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور آزادی آپ لوگوں کا بھی بنیادی حق ہے"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ اپنی اطلاعات کی وجہ سے آئے ہیں یا کسی نے آپ کی توجہ اس طرف دلائی ہے"...... شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے پوچھا۔

"دو لڑکیاں میرے پاس آئی تھیں۔ ان میں سے ایک تو مشکباری تھی جبکہ دوسری گریٹ لینڈ کی تھی۔ ان دونوں نے کرنل راج کمار کے مظالم کی داستانیں سنائی اور مجھے حکم دیا کہ میں اس کرنل راج کمار کے مظالم کو روکنے کی کوشش کروں"...... عمران نے کہا۔

"ہم سے تیز تو وہ لڑکیاں نکلیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاہد صاحب۔ آپ ہمیں کس راستے سے مقبوضہ وادی میں داخل کرائیں گے"...... اس مرتبہ صفدر نے کہا۔

"سر۔ سرحدیں تو تمام سیل ہیں لیکن ہم بہت سے راستوں سے واقف ہیں۔ ہم با آسانی ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے رہتے ہیں اس لئے مقبوضہ وادی میں داخلہ ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے"...... شاہد اللہ کرامتی نے اس مرتبہ بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاہد صاحب۔ یہ تو آپ کا اپنا علاقہ ہے پھر آپ شہر سے باہر اس طرح چھپ کر کیوں رہ رہے ہیں"...... اس مرتبہ چوہان نے شاہد اللہ کرامتی سے سوال کیا۔

"اوہ۔ نو سر۔ ہم چھپ کر نہیں رہ رہے۔ ہم تھوڑی سی احتیاط کرتے ہیں اور یہ احتیاط اس لئے کرتے ہیں کہ کافرستانی ایجنٹ تو یہاں بھی رہتے ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

"اب آپ کا پروگرام کیا ہے۔ آپ ہمیں کس وقت مقبوضہ وادی میں پہنچا رہے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ اب تو صبح ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ آج رات میں آپ کو مقبوضہ وادی میں پہنچا دوں گا"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔

"رضوان نے آپ کے لئے ناشتہ تیار کر لیا ہو گا۔ میں آپ کے لئے ناشتہ بھجواتا ہوں۔ ناشتے کے بعد آپ آرام کریں۔ انشاء اللہ دوپہر میں ہماری پھر ملاقات ہو گی۔ ساتھ والا کمرہ بھی فری ہے۔ مس ساتھ والے کمرے میں آرام کر سکتی ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے اٹھتے ہوئے کہا پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

کرنل راج کمار اس وقت جری نگر کے ایک ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس کے منہ پر گھنی مونچھیں تھیں جو کہ مصنوعی تھیں۔ سر پر اس نے گھنگھریالے بالوں والی وگ لگائی ہوئی تھی اور آنکھوں میں لینز لگا کر اس نے آنکھوں کا رنگ بھی تبدیل کیا ہوا تھا۔

اسے کافرستان سے وادی مشکبار میں آئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور اس عرصے میں وہ صرف فوجیوں کے درمیان رہا تھا۔ اس لئے جری نگر میں کوئی بھی اسے جاننے والا نہیں تھا لیکن اس کے باوجود بھی اس نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا کہ اگر کوئی بھی اسے جانتا ہو تو اسے پہچان نہ سکے۔ ان معمولی تبدیلیوں سے ہی وہ کافی حد تک تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ ہوٹل میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اور اس کی توجہ بظاہر کھانے پر ہی

تھی لیکن وہ اردگرد پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ وہ دوسرے آرمی آفیسرز سے ہٹ کر کام کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے آرمی آفیسرز تو کسی آزادی پسند لیڈر کی کہیں موجودگی کی اطلاع ملنے پر آپریشن کے لئے نکلے تھے لیکن کرنل راج کمار خود انہیں تلاش کر کے ان کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ آج سادہ کپڑوں میں اور حلیہ بدل کر پبلک مقام پر آیا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد اس نے چائے طلب کی اور جب اسے چائے پیش کر دی گئی تو وہ چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔

”اعوان۔ یہ بتاؤ۔ اس سفاک کرنل کے بارے میں کچھ سوچا ہے یا نہیں“...... چائے پینے کے دوران کرنل راج کمار کو ایک دھیمی آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑا۔

”تمہیں کتنی مرتبہ منع کیا ہے کہ اس قسم کی باتیں پبلک پلیس پر نہ کیا کرو“...... کرنل راج کمار کو ایک دوسری آواز سنائی دی۔ آواز تو یہ بھی دھیمی تھی لیکن جھلائی ہوئی تھی۔

کرنل راج کمار نے اس لمحے ویٹر کو دیکھا اور پھر اس نے ویٹر کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ ویٹر اس کی طرف آنے لگا اور اس دوران کرنل راج کمار نے اس میز کا جائزہ لے لیا جس میز سے یہ آوازیں آ رہی تھیں۔ اس میز پر دو نوجوان بیٹھے ہوئے تھے جن کی عمریں پچیس، چھبیس سال کے درمیان تھیں۔

”سوری اعوان۔ بس بے خیالی میں کہہ گیا“...... ویٹر کے آنے کے دوران ہی اسے دوسری آواز سنائی دی۔

”یس سر“...... اسی لمحے ویٹر اس کے قریب آ گیا اور اس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”چائے کا ایک کپ اور لے آؤ اور پھر بل لے آنا“...... کرنل راج کمار نے ویٹر سے کہا۔

”یس سر“...... ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور واپس چلا گیا۔

”اچھا۔ اب یہ بتاؤ کہ کھانا کھاؤ گے“...... کرنل راج کمار کو دوسری آواز سنائی دی۔

”نہیں ناصر۔ میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اب صرف چائے پیؤں گا“۔ کرنل راج کمار کو آواز سنائی دی تو اسے ان دونوں نوجوانوں کے نام معلوم ہو گئے۔ ایک کا نام اعوان اور دوسرے کا نام ناصر تھا۔ ان کی باتیں سن کر اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ان دونوں کا تعلق وادیٔ مشکبار کی کسی آزادی پسند تنظیم سے ہے۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہونے لگا۔ اس نے اپنے لیے دو شکار تلاش کر لئے تھے۔ نوجوانوں کا شکار کر کے وہ بہت ہی خوش ہوتا تھا۔

”اچھا اعوان۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا پروگرام ہے“...... ناصر نے اعوان سے پوچھا۔

”میں ایک مہینے کے بعد گھر آیا ہوں۔ آج رات گھر پر ہی رہوں گا اور کل واپس کام پر چلا جاؤں گا“...... اعوان نے ناصر سے کہا۔

اسی وقت ویٹر کرنل راج کمار کے لئے چائے کا دوسرا کپ لے

آیا۔ چائے پیتے ہوئے کرنل راج کمار نے ایک بار پھر ان دونوں نوجوانوں کی طرف دیکھا۔ ان کی میز پر بھی چائے سرو کر دی گئی تھی۔ کرنل راج کمار چائے پینے لگا۔ اس کی نظریں اپنی میز پر تھیں لیکن اس کے کان ان دونوں نوجوانوں کی طرف تھے۔ اسے ان کی باتیں صاف سنائی دے رہی تھیں اور اب تو ان کی آواز بھی دھیمی نہیں تھی کیونکہ اب وہ عام دوستانہ گفتگو کر رہے تھے۔

کرنل راج کمار نے چائے پی کر خالی کپ میز پر رکھا تو ویٹر اس کا بل بھی لے آیا۔ کرنل راج کمار نے بل ادا کیا پھر اس نے سرسری انداز میں ان نوجوانوں کی طرف بھی دیکھا۔ وہ دونوں بھی چائے پی چکے تھے اور اپنی جگہ سے اٹھ رہے تھے۔

وہ کرسیوں سے اٹھ کر ہال کے بیرونی دروازے تک پہنچے تو کرنل راج کمار بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور پھر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ ہوٹل سے باہر آ کر کرنل راج کمار نے ناصر اور اعوان کو ایک طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جری نگر کے مین بازار کی طرف جا رہے تھے۔ وہ بھی ان کے پیچھے چلنے لگا۔ سڑک پر آتے جاتے ہوئے کئی لوگ دکھائی دے رہے تھے اس لئے کرنل راج کمار اطمینان سے ان کا تعاقب کرنے لگا۔ مین بازار ابھی چند گز دور تھا کہ کرنل راج کمار نے ان دونوں کو الگ ہوتے دیکھا۔ اعوان ایک گلی میں داخل ہو رہا تھا جبکہ ناصر آگے بڑھ گیا تھا۔

ان کی باتوں سے کرنل راج کمار کو معلوم ہو چکا تھا کہ اعوان

باقاعدہ کسی تنظیم کا رکن ہے جبکہ ناصر محض اس کا دوست تھا اس لئے اعوان اس کی نظر میں زیادہ اہم تھا لہٰذا اس نے قدم تیز کئے اور جلد ہی گلی تک پہنچ گیا۔ جیسے ہی وہ گلی تک پہنچا اس نے اعوان کو ایک مکان کے دروازے میں داخل ہوتے دیکھا۔ کرنل راج کمار بھی گلی میں داخل ہو گیا۔ وہ اس مکان کے دروازے تک آیا جس میں اعوان داخل ہوا تھا۔ اس نے دروازے پر لکھا ہوا نمبر دیکھا۔ دروازے پر پندرہ نمبر لکھا ہوا تھا۔ نمبر دیکھ کر وہ واپس مڑا۔ اب یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس دوران گلی میں کوئی نہیں آیا تھا ورنہ اس سے پوچھا جا سکتا تھا کہ وہ کون ہے اور گلی میں کس سے ملنے آیا ہے۔

گلی سے باہر آ کر اس نے سرسری انداز میں گلی کا جائزہ لیا۔ گلی کے آغاز میں ہی پکے رنگوں سے سٹریٹ نمبر دس لکھا ہوا تھا۔ وہ گلی سے نکل کر بازار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بازار میں ایک جنرل سٹور سے اس نے چند معمولی چیزیں خریدیں اور پھر وہ واپسی کے لئے مڑا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پیدل چلنے کے بعد وہ ایک ویران اور سنسان جگہ پر پہنچ گیا۔ یہاں ایک پہاڑی کی اوٹ میں اس کی پرائیویٹ کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے چاروں طرف دیکھا اور پھر کار میں بیٹھ گیا۔ کار میں بیٹھنے کے بعد اس نے وگ، نقلی مونچھیں اور آنکھوں سے لینز اتار لئے پھر اس نے کار اسٹارٹ کی اور کار کو سڑک پر لے آیا۔ نصف گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ آرمی ایریا میں داخل ہو گیا۔

آرمی ایریا میں بنی تمام چیک پوسٹوں کے فوجی اس کی پرائیویٹ

کار کو بھی پہچانتے تھے اس لئے اسے کسی بھی چیک پوسٹ پر نہ روکا گیا بلکہ وہ جس چیک پوسٹ سے گزرتا وہاں کا عملہ اسے سیلوٹ کرتا پھر کچھ ہی دیر بعد وہ اپنے آفس پہنچ گیا۔ اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد اس نے دیوار پر لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا تو باہر بیل بجی اور فوراً ہی ایک فوجی اندر آ گیا۔ اندر آتے ہی اس نے کرنل راج کمار کو زوردار سیلوٹ کیا۔

"میجر چتن ورما کو بلا لاؤ"...... کرنل راج کمار نے تحکمانہ لہجے میں فوجی سے کہا۔

"او کے سر"...... فوجی نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

دو منٹ کے بعد ہی میجر چتن ورما کمرے میں داخل ہوا اور اس نے بھی کرنل راج کمار کو سیلوٹ کیا۔

"بیٹھو میجر چتن ورما"...... کرنل راج کمار نے کہا تو چتن ورما اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ آج میں جری نگر شہر گیا تھا"...... کرنل راج کمار نے چتن ورما سے کہا۔

"یس سر"...... میجر چتن ورما نے مودبانہ لہجے میں کرنل راج کمار سے کہا۔

"ہم وادیٔ مشکبار میں مسلمانوں کی نسل کشی تو کر ہی رہے ہیں اس سلسلے میں کسی عام و خاص کی تفریق نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ اس کام کے ساتھ ساتھ ہم آزادی پسند تنظیموں کے کارکنوں کا بھی پتا لگائیں اور ان کا خاتمہ بھی تیز رفتاری سے کریں۔ مخبروں کی اطلاع پر یہ کام بھی ہوتا تو رہتا ہے لیکن اس کام کی رفتار بہت سست ہے اور میں اس کام کی رفتار بھی بڑھانا چاہتا ہوں"...... کرنل راج کمار نے طویل بات کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ آپ کی سوچ بھی بہت ہی اعلیٰ ہے"...... میجر چتن ورما نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا۔

"اس مقصد کے لئے آج میں جری نگر شہر گیا اور میں نے ایک نوجوان کو ٹریس کیا ہے جس کا نام اعوان ہے۔ وہ کسی آزادی پسند تنظیم کا کارکن ہے"...... کرنل راج کمار نے کہا۔

"سر۔ آپ نے تو سیکرٹ ایجنٹوں سے بھی بڑھ کر کام کیا ہے"۔ میجر چتن ورما نے پھر خوشامد کرتے ہوئے کہا۔

"سیکرٹ ایجنٹ بھلا میرے مقابلے میں کیا کام کر سکتے ہیں۔ مجھے اگر سیکرٹ فیلڈ میں بھی بھیجا جائے تو میں سیکرٹ ایجنسی کا چیف بنوں گا نہ کہ عام سیکرٹ ایجنٹ"...... میجر چتن ورما کی خوشامد سے خوش ہوتے ہوئے کرنل راج کمار نے کہا۔

"بالکل سر۔ آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ میں زیرو فورس کے چیف کرنل فریدی کو جانتا ہوں۔ آپ اس سے کہیں زیادہ باصلاحیت اور دلیر ہیں"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"میرے سامنے مسلوں کا ذکر نہ کیا کرو۔ میرا موڈ خراب ہو جاتا

ہے''...... کرنل راج کمار نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ واقعی ان کا ذکر بھی نہیں ہونا چاہئے''...... میجر چتن ورما نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''میں نے تمہیں ایک کام کے سلسلے میں بلایا ہے اور تم نے باتوں میں بہت سا وقت ضائع کر دیا ہے''...... کرنل راج کمار نے سخت لہجے میں میجر چتن ورما سے کہا۔

''سوری سر۔ حکم سر''...... میجر چتن ورما نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے آج جس نوجوان کو ٹریس کیا ہے تم نے رات کے آخری پہر اس نوجوان اعوان کو نہایت ہی راز داری اور خاموشی کے ساتھ اغوا کرنا ہے''...... کرنل راج کمار نے کہا۔

''سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''...... میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہم اس نوجوان اعوان سے اس کی تنظیم کے متعلق معلومات حاصل کریں گے اور پھر ساری تنظیم کا صفایا کر دیں گے''...... کرنل راج کمار نے کہا۔

''یس سر۔ ایسا ہی ہونا چاہئے سر''...... میجر چتن ورما نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''آج تو صرف میں ہی شہر گیا تھا۔ آئندہ تم بھی فیلڈ میں جاؤ گے اور میں بھی جاؤں گا۔ اس طرح ہم اور زیادہ تیزی سے ان مسلوں کا

خاتمہ کر سکیں گے''...... کرنل راج کمار نے کہا۔

''سر۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔ جتنی جلدی یہ مسلے اس وادی سے ختم ہوں گے اتنی ہی جلدی ہمارے لوگ اس سورگ جیسی زمین پر آ کر بسیں گے''...... میجر چتن ورما نے کہا۔

''او کے۔ میں نے تم سے اتنا ہی کہنا تھا۔ اب تم جا سکتے ہو''۔ کرنل راج کمار نے کرخت لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ رائٹ سر''...... میجر چتن ورما نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم نے اس نوجوان اعوان کا ایڈریس تو پوچھا ہی نہیں۔ وہ مین بازار کی سٹریٹ نمبر دس کے مکان نمبر پندرہ میں رہتا ہے''...... کرنل راج کمار نے اس سے کہا۔

''او کے سر''...... میجر چتن ورما نے کہا۔

اس نے ایک بار پھر کرنل راج کمار کو سیلوٹ کیا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

اگلی صبح کرنل راج کمار اپنی کرسی پر آ کر بیٹھا اور کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے دیوار میں لگا ہوا بٹن پریس کر دیا۔ بٹن پریس ہوا تو باہر بیل کی آواز سنائی دی اور ایک فوجی فوراً اندر آ گیا۔ اس نے اندر آتے ہی کرنل راج کمار کو سیلوٹ کیا اور مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

''میجر چتن ورما کو بلا لاؤ''...... کرنل راج کمار نے تحکمانہ لہجے میں فوجی سے کہا۔

"یس سر"...... فوجی نے زور دار سیلوٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

تقریباً دو منٹ کے بعد ہی میجر چتن ورما اس کے آفس میں داخل ہوا اور اس نے بھی سیلوٹ کیا۔

"بیٹھو چتن ورما"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا تو وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تھینک یو سر"...... کرسی پر بیٹھنے کے بعد میجر چتن ورما نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے کل تمہارے ذمے ایک کام لگایا تھا۔ ہو گیا وہ کام"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا۔

"یس سر۔ کام ہو گیا ہے۔ آپ کا مطلوبہ نوجوان اعوان ہماری کسٹڈی میں ہے"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"کوئی پرابلم تو پیش نہیں آئی"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے پوچھا۔

"سر۔ آپ کا اسسٹنٹ ہوں۔ پرابلم تو آپ کا نام سنتے ہی بھاگ جاتی ہے"...... میجر چتن ورما نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا تو کرنل راج کمار خوش ہو گیا۔

"ہاں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی پرابلم پیش تو نہیں آنی چاہئے۔ بہرحال اب اٹھو میں ذرا اس نوجوان کا انٹرویو کر لوں"...... کرنل راج کمار نے اکڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر وہ اپنی کرسی سے

کھڑا ہو گیا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر میجر چتن ورما بھی کھڑا ہو گیا پھر وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک کمرے میں آ گئے۔ اس کمرے میں ایک کرسی پر وہ نوجوان اعوان بندھا ہوا تھا جسے کل کرنل راج کمار نے ٹریس کیا تھا۔ اس نوجوان کا سر ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں جس کا مطلب تھا کہ وہ نوجوان بے ہوش ہے۔ اس نوجوان کے سامنے ایک کرسی بھی رکھی ہوئی تھی۔

کرنل راج کمار اکڑ کر چلتا ہوا اس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا جبکہ میجر چتن ورما اس کی دائیں جانب مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ بے ہوش نوجوان کے ساتھ ہی ایک بھاری جسامت اور طویل قامت والا فوجی کھڑا تھا اور وہ بے ہوش نوجوان کو غضب ناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"دلگیر سنگھ"...... میجر چتن ورما نے اس فوجی کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر"...... اس فوجی نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اس بے ہوش نوجوان کو ہوش میں لاؤ اور کرنل صاحب کو ایک خنجر بھی لا دو"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"یس سر"...... فوجی نے ایک بار پھر سیلوٹ کرتے ہوئے اور پھر وہ ایک دیوار کی طرف بڑھا۔ اس دیوار میں ایک الماری نظر آ رہی تھی۔ الماری کے قریب پہنچ کر اس نے الماری میں سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی اور پھر وہ اس نوجوان کی طرف آ گیا۔ اس نے بوتل کا ڈھکن

کھول کر بوتل کا دھانہ بے ہوش نوجوان اعوان کی ناک سے لگایا اور چند سیکنڈ کے بعد ہاتھ پیچھے کر لیا۔ اس کے بعد وہ ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بوتل واپس الماری میں رکھی۔ اس کے بعد اس نے الماری میں سے ہی ایک خنجر نکال لیا اور یہ خنجر لا کر اس نے کرنل راج کمار کے سامنے پیش کر دیا۔ کرنل راج کمار نے خنجر اس کے ہاتھوں سے لے لیا پھر اس نے بے ہوش نوجوان اعوان کی طرف دیکھا جس کے جسم میں حرکت کے آثار نظر آ رہے تھے۔

فوجی، کرنل راج کمار کو خنجر دینے کے بعد پھر الماری کی طرف بڑھا۔ اس مرتبہ اس نے الماری میں سے ایک خاردار کوڑا نکالا اور ان کے قریب پہنچ گیا۔ اب بے ہوش نوجوان ہوش میں آ رہا تھا اور پھر چند لمحوں کے بعد اس نوجوان اعوان کو ہوش میں آ گیا۔ اس نے ہوش میں آتے ہی اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ کرسی سے بندھا ہوا تھا اس لئے اٹھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اٹھنے میں ناکامی کے بعد اس نے کرنل راج کمار اور میجر جتن ورما کی طرف دیکھا۔

"کک۔ کون ہو تم اور تم نے مجھے کیوں باندھا ہوا ہے"...... اس نوجوان نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام اعوان ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں"...... کرنل راج کمار نے سفاک لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خنجر والا ہاتھ سامنے کیا۔ خنجر کا پھل کافی لمبا تھا اور وہ انتہائی تیز تھا اور چمک رہا تھا۔ کرنل راج کمار نے خنجر اس نوجوان کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"ہاں۔ میرا نام اعوان ہے لیکن تم کون ہو"...... اس مرتبہ اس نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"گڈ۔ تم بہت ذہین نوجوان لگ رہے ہو۔ تم نے میرے سوال کا صحیح جواب دے کر اپنی زندگی بچا لی ہے۔ اب میرے بقیہ سوالوں کے جواب بھی صحیح دینا تاکہ تم یہاں سے زندہ سلامت واپس اپنے گھر کو جا سکو"۔ کرنل راج کمار نے اس نوجوان اعوان کو شاباش دیتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دوں گا"...... اعوان نے کرنل راج کمار سے کہا۔

"تمہارا نام اعوان ہے اب یہ بتاؤ کہ تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے"۔ کرنل راج کمار نے کہا۔

"تنظیم۔ کیسی تنظیم۔ آپ کس قسم کی تنظیم کی بات کر رہے ہیں"۔ اعوان نے دوبارہ حیران ہو کر کہا۔

"میرا اندازہ تھا کہ تم میرے سوالوں کے صحیح جواب دو گے لیکن میرا اندازہ غلط نکلا۔ تم تو دوسرے سوال پر ہی اڑ گئے"...... کرنل راج کمار نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کمرہ اعوان کی چیخ سے گونج اٹھا۔ اعوان کا آدھا کان کٹ کر نیچے فرش پر جا گرا۔ اس کے کان سے خون بہنے لگا تھا۔

"اگر تم میرے سوالوں کے صحیح جواب نہیں دو گے تو تمہارے اعضا

اسی طرح کٹ کٹ کر گرتے رہیں گے اور پھر تمہاری لاش کو فٹ پاتھ پر پھینک دیا جائے گا۔ فٹ پاتھ پر تمہاری لاش کو کتے نوچیں گے“۔ کرنل راج کمار نے بھیڑیئے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

”نجانے تم کیا کہہ رہے ہو اور میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تنظیم ہوتی کیا بلا ہے“...... اعوان نے اپنی تکلیف کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔ جیسے ہی اس کی بات مکمل ہوئی اس کی ایک اور چیخ بلند ہوئی کیونکہ کرنل راج کمار نے اس کے دوسرے کان پر بھی خنجر چلا دیا تھا۔ اس کے دوسرے کان کا بھی آدھا حصہ کٹ کر زمین پر جا گرا۔ اس پہلی چیخ کے بعد اب اعوان کی کئی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔ اعوان کو اپنے درد پر قابو پانے میں کئی منٹ لگے۔ کچھ دیر کے بعد اس کی چیخیں تھم گئیں لیکن اسی لمحے اس کی چیخ پھر بلند ہوئی کیونکہ کرنل راج کمار نے اس کے کان کے کٹے ہوئے حصے پر زوردار تھپڑ مار دیا تھا اور اس تھپڑ کی وجہ سے اعوان کی تکلیف میں اس قدر اضافہ ہو گیا تھا کہ تکلیف کو برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

”بولو۔ بولو۔ جلدی بولو۔ تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے“...... کرنل راج کمار نے اعوان سے کہا۔

”کسی سے نہیں۔ کسی سے نہیں“...... اعوان نے درد کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔

”نہ بتاؤ۔ تمہارا اپنا ہی نقصان ہے۔ میں تو تمہارے جسم کا قیمہ بنا دوں گا“...... کرنل راج کمار نے طنزیہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ

ہی اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اعوان کی دلدوز چیخ بلند ہو گئی اور وہ اپنا سر اِدھر اُدھر پٹخنے لگا۔ کرنل راج کمار نے اس مرتبہ اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا تھا۔ اس کی ایک آنکھ کا ڈھیلا حلقے سے باہر نکل کر فرش پر جا گرا تھا اور اس کی آنکھ سے خون بہنے لگا تھا۔

”اب بھی وقت ہے بتا دو۔ نہیں تو اذیت ناک موت مارے جاؤ گے“...... کرنل راج کمار نے بھیڑیئے کی طرح غراتے ہوئے کہا لیکن اعوان کے کانوں میں اس کی آواز ہی نہیں گئی تھی۔ وہ چند لمحوں تک تو چیختا رہا پھر تکلیف کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ اسے بے ہوش ہوتے دیکھ کر کرنل راج کمار نے اس کے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تقریباً چوتھے، پانچویں تھپڑ پر وہ ہوش میں آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے دوبارہ چیخنا شروع کر دیا۔ کرنل راج کمار نے اس کے منہ پر مکا مار دیا جس سے اعوان کے کئی دانت ٹوٹ گئے اور اس کے منہ سے بھی خون بہنے لگا۔

”اعوان۔ میرے سوالوں کے جواب دے کر اپنی قیمتی زندگی بچا لو“۔ کرنل راج کمار نے سرد لہجے میں کہا اور اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ میجر چتن ورما کو اپنے جسم میں سرد لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی اور اس نے کرنل راج کمار کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور وہ اس وقت خونخوار درندہ دکھائی دے رہا تھا۔

”نہیں معلوم۔ نہیں بتاؤں گا“...... اعوان نے اچانک چیخنا بند کیا اور سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارا تو باپ بھی بتائے گا مسلے۔ میں نے تو پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کر دیا ہے"...... کرنل راج کمار نے گرجتے ہوئے کہا اس کے ساتھ ہی اس نے خنجر والا ہاتھ بلند کر لیا۔ اس کا ارادہ اعوان کی دوسری آنکھ نکالنے کا تھا لیکن اعوان نے اس سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے کرنل راج کمار پر تھوک دیا۔ اس کے منہ سے تھوک کی بجائے خون نکلا تھا لیکن اعوان کو تھوکتے دیکھ کر کرنل راج کمار غصے سے پاگل ہو گیا۔ اس کے منہ سے پاگل کتے جیسی ہی آواز نکلی اور اس کا خنجر اعوان کی گردن میں آ لگا اور اعوان کی گردن سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔

"جے رام کی کال اب تک آ جانی چاہئے تھی"...... رنجیت شرما نے وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی کو جے رام کی کال کا انتظار کرتے ہوئے دو گھنٹے گزر چکے تھے اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ان کی بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"باس۔ آپ خود اسے کال کر لیں"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

"لگتا تو ایسے ہے کہ مجھے خود کال کرنی پڑے گی"...... رنجیت شرما نے کہا پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور اپنی پی اے کا نمبر پریس کر دیا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے فوراً ہی پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"پاکیشیا میں موجود جے رام سے میری بات کراؤ"...... رنجیت شرما نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"اوکے باس"...... دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو رنجیت شرما نے رسیور رکھ دیا۔ دو منٹ گزر گئے لیکن پی اے نے جے رام سے اس کی بات نہ کرائی۔ دو منٹ کے بعد اسے غصہ آ گیا پھر لحہ بہ لحہ اس کے غصے میں اضافہ ہوتا گیا۔

"پی اے جے رام سے میری بات کیوں نہیں کرا رہی۔ میں اس کی خبر لیتا ہوں"...... رنجیت شرما نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر اس نے ہاتھ انٹرکام کے رسیور کی طرف بڑھایا لیکن اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا انٹرکام کی بیل بجنے لگی۔ انٹرکام کی بیل بجنے پر پہلے تو وہ چونکا اور پھر اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"نانسنس۔ اتنی دیر ہو گئی ہے تم نے جے رام سے میری بات نہیں کرائی"...... رنجیت شرما نے غصے سے کہا۔

"باس۔ جے رام کا موبائل فون آف ہے۔ کئی بار کی ٹرائی کے بعد اب میں نے آپ کو رپورٹ دینے کے لئے کال کی ہے"...... دوسری طرف سے پی اے کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ایڈیٹ۔ نانسنس۔ اس نے موبائل فون کیوں آف کر دیا ہے"۔ رنجیت شرما نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا اور انٹرکام کا رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"ایڈیٹ۔ اسے احساس ہی نہیں ہے کہ ہم اس کی کال کا انتظار کر رہے ہیں"...... انٹرکام کا رسیور کریڈل پر رکھنے کے بعد رنجیت شرما نے بدستور غصیلے لہجے میں کہا۔

"باس۔ لگتا ہے کہ جے رام پھنس چکا ہے"...... شرمیلا دیوی نے سوچتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارا اندازہ درست لگتا ہے۔ جے رام یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہاتھ لگ گیا ہے"...... رنجیت شرما نے بھی چند لمحوں تک سوچنے کے بعد شرمیلا دیوی سے کہا۔

"باس۔ اگر جے رام علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہاتھ لگ گیا ہے تو پھر وہ وادیٔ مشکبار میں ایسے طریقے سے داخل ہونے کی کوشش کریں گے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

"اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کس طریقے سے وادی میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ جس طریقے سے بھی وادی میں داخل ہوں، ہو سکتے ہیں۔ ہمیں تو کوئی اعتراض ہی نہیں۔ ہم تو ان کا شکار کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں"...... رنجیت شرما نے اس مرتبہ مسکراتے ہوئے کہا۔

"باس۔ کہتے ہیں کہ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے اور اب علی عمران اور اس کے ساتھیوں کی موت آئی ہے تو ان کا ارادہ وادیٔ مشکبار آنے کا ہے"...... شرمیلا دیوی نے کہا تو رنجیت شرما نے اثبات کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید باتیں ہوتیں، سرخ رنگ کے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"رنجیت شرما دی چیف آف ریڈ پاور اسپیکنگ"...... اس نے رسیور

اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”سر۔ سکرٹری دفاع گوپال چند سے بات کیجئے“...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا پھر رسیور پر ایک لمحے کی خاموشی طاری رہی اور دوسرے لمحے گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

”گوپال چند بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے گوپال چند نے کہا۔

”یس سر۔ رنجیت شرما اسپیکنگ“۔ رنجیت شرما نے نرم لہجے میں کہا۔

”شرما صاحب۔ آپ مجھے بگ نیوز سنانے والے تھے“...... دوسری طرف سے گوپال چند نے کہا۔

”گوپال صاحب۔ اب میں وادیٔ مشکبار میں پہنچ کر آپ کو بگ نیوز سناؤں گا“...... رنجیت شرما نے کہا۔

”کیا ہوا شرما صاحب۔ علی عمران تو آپ کے آدمی کے نشانے پر تھا“...... گوپال چند کی آواز سنائی دی۔ گوپال چند کی بات سن کر رنجیت شرما کو اندازہ نہ ہوا کہ گوپال چند نارمل انداز میں کہہ رہا ہے یا اس پر طنز کر رہا ہے۔

”گوپال صاحب۔ چند لمحوں کے فرق سے علی عمران بچ گیا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی قسمت نے اس کا ساتھ خوب نبھایا ہے لیکن قسمت بھی اس کا ساتھ اب زیادہ دیر تک نہیں دے سکے گی“...... رنجیت شرما نے سیکرٹری دفاع گوپال چند سے کہا۔

”شرما صاحب۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وادی میں بھی قسمت علی عمران کا

ساتھ دیتی رہے اور آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں“...... اس مرتبہ گوپال چند کے لہجے میں واضح طنز موجود تھا۔

”آپ فکر نہ کریں۔ میں اپنی ٹیم کے ساتھ آج ہی وادیٔ مشکبار جا رہا ہوں دو تین دنوں میں ہی آپ بگ نیوز سن لیں گے“...... رنجیت شرما نے گوپال چند کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”او کے۔ میں تو آپ کو وش ہی کر سکتا ہوں سو وش یو گڈ لک“۔ دوسری طرف سے سیکرٹری دفاع گوپال چند کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کال منقطع ہو گئی۔

”اب گوپال صاحب ہم پر طنز کرنے لگ رہے ہیں“...... رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے کہا۔

”باس۔ ہم علی عمران او اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر لیں پھر یہی گوپال صاحب ہوں گے جو ہماری تعریفیں کرتے نہیں تھکیں گے“۔ شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

”اب ہمیں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے اور وادیٔ مشکبار پہنچ جانا چاہئے“...... رنجیت شرما نے کہا۔

”یس باس۔ میں اپنی ٹیم کو تیاری کا حکم دیتی ہوں“...... شرمیلا دیوی نے کہا۔ رنجیت شرما نے اثبات میں سر ہلایا تو شرمیلا دیوی کرسی سے کھڑی ہو گئی اور پھر وہ رنجیت شرما کو سلام کر کے کمرے سے باہر چلی گئی۔

"باس۔ ہمیں جری نگر میں ہی رہنا ہو گا"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

وہ وادیٔ مشکبار میں پہنچ چکے تھے۔ رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی سیاح بن کر آئے تھے اور اس وقت جری نگر کے ایک ہوٹل "چنار ان" کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اسلامی ناموں سے آئے تھے اور ان کے پاس نکاح نامہ بھی تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی انہوں نے کمرے کی اچھی طرح تلاشی لی تھی۔ کمرے میں کچھ نہیں تھا۔

ان کے ساتھ چار افراد رام داس، اجے، شیکھر اور دیوا آئے تھے۔ یہ بھی دو، دو ہو کر آئے تھے اور ہوٹل چنار ان کے ہی کمروں میں موجود تھے۔

وادیٔ مشکبار کے اس حصے میں ان کی حکومت کا مکمل کنٹرول تھا۔

پولیس، فوج اور دیگر ادارے ان کے تھے لیکن انہوں نے کسی سرکاری رہائش گاہ کو استعمال کرنے کی بجائے پرائیویٹ جگہ پر رہنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ اس طرح وہ زیادہ آسانی سے شہری علاقوں پر نظر رکھ سکتے تھے اور یہ تمام احتیاط اس لئے اختیار کی جا رہی تھی کہ وہ آزادی پسند تنظیموں کے اراکین کی نظروں میں مشکوک نہ ہو سکیں۔

ویسے تو وادی کا بچہ بچہ ہی آزادی پسند تھا لیکن تنظیموں کے اراکین ان کے لئے بہت ہی خطرناک تھے۔ وہ ان کے سب سے بڑے دشمن اور موت کے پیامبر تھے لہٰذا ان کی کوشش تھی کہ وہ ایسے کسی بھی شخص کی نظر میں نہ آئیں جو کسی تنظیم سے وابستہ ہو۔

"ہاں۔ شہر میں رہنا ضروری ہے اور میں نے ایک پراپرٹی ڈیلر سے بات کی تھی۔ وہ ہمیں ایک مکان مہیا کر دے گا"...... رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے کہا۔

"باس۔ ہمیں کسی پراپرٹی ڈیلر کے ذریعے سے مکان حاصل کرنے کی بجائے اپنے طریقے سے حاصل کرنا چاہئے"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

"کیسے"...... رنجیت شرما نے پوچھا۔

"باس۔ میں یہاں ایک ایسے گھر کو جانتی ہوں جس میں صرف دو افراد رہتے ہیں۔ شوہر اور بیوی اور اتفاق سے ان کے قدو قامت بھی تقریباً ہم جیسے ہیں۔ سرخ پہاڑی پر ان کا گھر ہے۔ سرخ پہاڑی بازار سے قریب ہے اور اس پہاڑی پر یہ مکان ہے بھی اکیلا۔ اگر ہم دونوں

ان دونوں کی جگہ لے لیں تو ہمیں بہت آسانیاں حاصل ہو جائیں گی"۔ شرمیلا دیوی نے کہا تو رنجیت شرما کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

"پھر تو ہمیں فوراً ہی سرخ پہاڑی پر چلنا چاہئے"...... رنجیت شرما نے خوشی سے معمور لہجے میں کہا۔

"باس۔ مرد فاریسٹ آفیسر ہے۔ وہ شام کو گھر آتا ہے"...... شرمیلا دیوی نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ عورت پر ابھی قابو پا لیتے ہیں۔ مرد جب دفتر سے واپس آئے گا تو اسے اس وقت قابو کر لیں گے"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"او کے باس۔ کیا اپنے ساتھیوں کو بتا دیں کہ ہم جا رہے ہیں"۔ شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے پوچھا۔

"ہاں۔ رام داس کے سیل فون پر کال کر کے اسے بتا دو"...... رنجیت شرما نے کہا۔

شرمیلا دیوی نے اپنے ہینڈ پرس میں سے سیل فون نکالا اور رام داس کے نمبرز پریس کرنے لگی۔

"رام داس اسپیکنگ"...... چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے رام داس کی آواز سنائی دی۔

"رام داس۔ میں شرمیلا دیوی بول رہی ہوں"...... شرمیلا دیوی نے کہا۔

"یس مس۔ میں نے آپ کے نمبرز دیکھ لئے ہیں"...... رام داس کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"رام داس۔ ہم فی الحال کہیں جا رہے ہیں۔ اس دوران تم فیلڈ میں نکل جاؤ اور پاکیشائی ایجنٹوں کو ٹریس کرنے کی کوشش کرو۔ وہ اگر یہاں آ چکے ہیں تو کسی مقامی تنظیم کے مہمان بنیں گے۔ تم اس پوائنٹ کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ٹریس کرنے کی کوشش کر سکتے ہو"...... شرمیلا دیوی نے کہا۔

"او کے مس"...... دوسری طرف سے رام داس نے کہا تو شرمیلا دیوی نے کال کاٹ دی۔

پھر اس نے سیل فون اپنے ہینڈ پرس میں رکھ لیا۔ یہ خاص سیل فون تھے جو انہیں گورنمنٹ آف کافرستان نے دیئے تھے۔ گورنمنٹ آف کافرستان نے اپنی تمام سیکرٹ ایجنسیوں کے لئے خصوصی سیل فون جاری کئے تھے۔ یہ سیٹلائٹ فون تھے جو دنیا کے کسی بھی کونے میں استعمال ہو سکتے تھے۔ ان کی کال انتہائی محفوظ تھی اور کہیں بھی ریکارڈ نہیں ہو سکتی تھی۔ پریذیڈنٹ آف کافرستان کے آفس میں ہی اس کا سسٹم بنایا گیا تھا اس لئے وہ بے دھڑک سیل فون پر بات کرتے تھے۔

"شرمیلا۔ تم ایک بات تو بتاؤ"...... شرمیلا دیوی سیل فون ہینڈ پرس میں رکھ چکی تو رنجیت شرما نے کہا۔

"جی باس۔ پوچھیئے"...... شرمیلا دیوی نے مؤدبانہ لہجے میں رنجیت

شرما سے کہا۔

"تم اس فیملی کو کیسے جانتی ہو"...... رنجیت شرما نے اس سے پوچھا۔

"باس۔ میں کئی بار جری نگر آ چکی ہوں اور اتفاق سے میں سرخ پہاڑی والے گھر میں اس فیملی کے ساتھ کچھ وقت بھی گزار چکی ہوں"۔ شرمیلا دیوی نے کہا۔

"او کے۔ آؤ اب چلتے ہیں"...... رنجیت شرما نے کہا اور پھر وہ ہوٹل سے باہر آ گئے۔

ہوٹل سے تھوڑے فاصلے پر ٹیکسی سٹینڈ تھا وہ ٹیکسی سٹینڈ پر پہنچ گئے۔

"سر۔ کہاں جائیں گے"...... نمبر پر لگی ہوئی ٹیکسی کے ڈرائیور نے رنجیت شرما سے پوچھا۔

"مین بازار جانا ہے"...... رنجیت شرما نے کہا تو ڈرائیور نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ان کے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی ٹیکسی آگے بڑھی۔ تقریباً دس منٹ کے بعد وہ مین بازار کے قریب پہنچ گئے۔ رنجیت شرما نے کرایہ ادا کیا اور پھر وہ ٹیکسی سے نیچے اتر آئے۔ ٹیکسی مڑ کر واپس چلی گئی تو وہ دونوں سرخ پہاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔ پیدل چلتے ہوئے وہ پانچ چھ منٹوں میں سرخ پہاڑی پر پہنچ گئے۔

"شرمیلا۔ اس آدمی کا نام کیا ہے"...... رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے پوچھا۔

"باس۔ مرد کا نام شوکت انصاری اور عورت کا نام زینت انصاری ہے۔ پہاڑی کے دامن میں جو دکان سی بنی ہوئی نظر آ رہی ہے یہ دراصل شوکت انصاری کی کار کا گیراج ہے۔ گیراج انہوں نے پہاڑی سے نیچے بنایا ہے کیونکہ اس پہاڑی پر کار نہیں جا سکتی"...... شرمیلا دیوی نے کہا تو رنجیت شرما نے پہاڑ کے دامن کی طرف دیکھا جہاں ایک دکان سی بنی نظر آ رہی تھی۔ اس کا شٹر اس وقت بند تھا اور شٹر کو تالا لگا ہوا تھا۔

"باس۔ آپ کچھ دیر نیچے رکیں میں زینت کو قابو کر کے آپ کو بلاتی ہوں"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

شرمیلا دیوی پہاڑی راستے پر چلتی ہوئی اوپر پہنچ گئی۔ اس نے مکان کے دروازے کے قریب پہنچ کر دروازے پر دباؤ ڈالا۔ دروازہ اندر سے بند تھا پھر اس نے دستک دی۔

"کون ہے"...... چند لمحوں کے بعد اندر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"زینت بی بی۔ میں صائمہ ہوں"...... شرمیلا دیوی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

شرمیلا دیوی ایک سال قبل جری نگر میں ایک ہفتے کی چھٹیاں گزارنے آئی تھی تو اتفاق سے اس فیملی سے ملی تھی۔ وہ جب بھی جری نگر آئی تھی مسلمان نام کے ساتھ آئی تھی۔ اس کا ایک آئی ڈی کارڈ

صائمہ کے نام سے بھی بنا ہوا تھا۔ اب بھی وہ صائمہ کے نام سے اور رنجیت شرما ایوب رانا کے نام سے آیا تھا۔ اس نے بھی اپنا ایک آئی ڈی کارڈ ایوب رانا کے نام سے بنوالیا تھا۔

شرمیلا دیوی کی آواز سن کر دروازہ کھل گیا اور ساتھ ہی زینت انصاری کی شکل دکھائی دی۔ ایک دولمحوں کے لئے تو زینت انصاری کی آنکھوں میں اجنبیت تھی پھر اس نے شرمیلا دیوی کو پہچان لیا۔

"ارے صائمہ۔ تم۔ آؤ۔ آؤ"...... زینت انصاری نے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو یاد ہوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ مجھے بھول چکی ہوں گی"...... شرمیلا دیوی نے کہا اور پھر وہ گھر میں داخل ہوگئی۔

"تم جانتی ہو۔ ہم ایک بار جس سے مل لیتے ہیں اسے بھولتے نہیں ہیں"...... زینت انصاری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے نہیں بھول سکتی تھیں اس لئے آج میں خاص طور پر آپ سے ملنے آئی ہوں"...... شرمیلا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر زینت انصاری اسے ساتھ لے کر ایک کمرے میں آ گئی۔ اس کمرے میں ایک میز بھی موجود تھی اور دو صوفے بھی رکھے ہوئے تھے۔

"شوکت بھائی نظر نہیں آ رہے"...... شرمیلا دیوی نے زینت انصاری سے پوچھا۔

"ان کے آنے میں ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ تم بیٹھو۔ میں

تمہارے لئے قہوہ بنا کر لاتی ہوں"...... زینت انصاری نے کہا تو شرمیلا دیوی نے اپنا سفری بیگ میز پر رکھا اور صوفے پر بیٹھنے لگی لیکن وہ صوفے پر بیٹھنے کی بجائے زینت انصاری پر جھپٹی۔ اس نے اپنی جیکٹ کی جیب میں سے ریوالور نکال کر اس کا دستہ زینت انصاری کے سر کے پچھلے حصے پر مارا۔ زینت انصاری کمرے سے باہر جانے کے لئے مڑ چکی تھی۔ اس کے سر پر ریوالور کا دستہ لگا تو اس کی چیخ نکلی اور وہ لہرا کر فرش پر گر گئی۔ شرمیلا دیوی نے اس کے سر پر ایک اور وار بھی کر دیا۔ اس کے بعد اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور رنجیت شرما کے نمبرز پریس کئے۔

"یس شرمیلا۔ کیا کلیئرنس ہو گئی ہے"...... فوراً ہی دوسری طرف سے رنجیت شرما کی آواز سنائی دی۔

"یس باس۔ آپ اوپر آ جائیں"...... شرمیلا دیوی نے کہا اور اس نے کال کاٹ دی۔ کال کاٹ کر اس نے سیل فون جیب میں رکھا اور پھر اس نے زینت انصاری کی نبض دیکھی۔ نبض دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ آدھ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گی۔ اس کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھی اور اس لمحے دروازے پر دستک بھی ہوئی۔ زینت انصاری آتے ہوئے چٹخنی لگا آئی تھی۔ اس نے چٹخنی کھولی تو رنجیت شرما اندر آ گیا۔

"کہاں ہے زینت انصاری"...... اندر آتے ہی رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے کہا۔

”جتنی خوبصورت یہ وادی ہے اس سے زیادہ خوبصورت یہاں کی عورتیں ہیں لیکن تم ساتھ ہو اس لئے میں اس خوبصورتی کو انجوائے نہیں کرسکتا“...... رنجیت شرما نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”باس۔ شادی شدہ عورت کی خوبصورتی کو آپ کیا انجوائے کریں گے۔ کسی کنواری لڑکی کو ہاتھ لگنے دیں اس کی خوبصورتی کو خوب انجوائے کیجئے گا۔ میں اعتراض نہیں کروں گی“...... شرمیلا دیوی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا تو رنجیت شرما بھی مسکرانے لگا۔

”باس۔ میں ریوالور پر سائیلنسر فٹ کرلوں پھر اس کے سانسوں کی ڈوری کاٹتی ہوں“...... شرمیلا دیوی نے کہا اور پھر اس نے اپنے بیگ میں سے سائیلنسر نکالا اور ریوالور پر فٹ کر لیا۔

”باس۔ آپ دوسرے کمرے میں جائیں۔ میں اس کا خاتمہ کرنے سے پہلے اس سے لباس تبدیل کرنا چاہتی ہوں“...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

”کیا میری موجودگی میں یہ کام نہیں ہوسکتا“...... رنجیت شرما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس۔ زینت انصاری بھی مشرقی عورت ہے اور میں بھی۔ میں کسی مرد کی موجودگی میں کسی مشرقی خاتون کو بے لباس نہیں کر سکتی“...... شرمیلا دیوی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”او کے“...... رنجیت شرما نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کمرے سے باہر آ کر وہ دوسرے کمرے

اس کمرے میں ہے۔ آئیں“...... شرمیلا دیوی نے کہا اور ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کیا۔ اس کے بعد وہ رنجیت شرما کو ساتھ لے کر اس کمرے میں آ گئی جہاں زینت انصاری بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ رنجیت شرما نے اس کے قریب پہنچ کر اس کی کلائی پکڑی اور اس کی نبض دیکھنے لگا۔

”میرا خیال ہے کہ اسے آدھے گھنٹے سے پہلے ہوش نہیں آ سکتا“۔ رنجیت شرما نے کہا۔

”جبکہ میرا خیال ہے کہ اب اسے کبھی ہوش آنا ہی نہیں چاہئے“۔ شرمیلا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اسے اب ہوش میں نہ آنے دینا لیکن پہلے اس کا میک اپ تو کر لو“...... جواب میں رنجیت شرما نے بھی مسکراتے ہوئے کہا تو شرمیلا دیوی نے میز پر رکھے ہوئے اپنے سفری بیگ میں سے میک اپ بکس نکالا اور زینت انصاری کا میک اپ کرنے لگی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ زینت انصاری بن چکی تھی۔

”گڈ۔ تم نے بہت اچھا میک اپ کیا ہے“...... رنجیت شرما نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو باس“...... شرمیلا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے دوبارہ زینت انصاری کی نبض دیکھی۔ نبض دیکھنے کے بعد اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کا دستہ پھر زینت انصاری کے سر کے پچھلے حصے میں مار دیا۔

میں داخل ہوا۔ اس کمرے میں فالتو سامان نظر آ رہا تھا گویا یہ کمرہ سٹور روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ایک نظر اس کمرے کو دیکھنے کے بعد وہ اگلے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کمرے میں ایک ڈبل بیڈ، ایک سنگھار میز، ایک ٹی وی ٹرالی موجود تھی۔ ٹی وی ٹرالی پر بیس انچ کا ٹی وی رکھا تھا۔ کمرے میں استری سٹینڈ اور سٹینڈ پر ایک استری بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس کمرے کو دیکھ کر رنجیت شرما سمجھ گیا کہ یہ ان میاں بیوی کا بیڈ روم ہے۔ اس کے بعد اس نے کچن، باتھ روم اور واش روم کو بھی ایک نظر دیکھا۔ سب سے آخر میں وہ کچن میں گیا تھا۔ جب وہ کچن سے باہر نکلا تو صحن میں شرمیلا دیوی موجود تھی۔ اس نے زینت انصاری کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

"باس۔ آپ نے گھر دیکھ لیا"...... شرمیلا دیوی نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"ہاں۔ ایک متوسط طبقے یا عام سرکاری افسر کا گھر ایسا ہی ہوتا ہے"۔ رنجیت شرما نے کہا۔

"باس۔ شوکت انصاری کا انتظار کیا جائے یا ابھی زینت انصاری کا خاتمہ کیا جائے"...... شرمیلا دیوی نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ پہلے والے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

"دونوں نے ساتھ جینے، ساتھ مرنے کی قسمیں کھائی ہوں گی لہٰذا ان کی قسموں کو پورا کرنا ہمارا فرض بنتا ہے"...... رنجیت شرما نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی پہلے والے کمرے میں پہنچ

گئے۔ زینت انصاری بے ہوشی کی حالت میں ہی قالین پر پڑی ہوئی تھی۔ شرمیلا دیوی نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا۔

"شرمیلا۔ اسے کہاں لے جا رہی ہو"...... رنجیت شرما نے اس سے پوچھا۔

"باس۔ فی الحال اسے باندھ کر سٹور روم میں ڈال دیتے ہیں"۔ شرمیلا دیوی نے کہا۔ رنجیت شرما نے اثبات میں سر ہلایا اور شرمیلا دیوی زینت انصاری کو اٹھا کر سٹور روم میں لے آئی۔ اس نے زینت انصاری کو سٹور روم کے فرش پر ڈال دیا اور پھر اس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ اسے رسی کی تلاش تھی جو اسے ایک کونے میں پڑی ہوئی مل گئی۔ شرمیلا دیوی نے زینت انصاری کے ہاتھ پشت پر کر کے رسی سے باندھ دیئے پھر اس نے سٹور روم سے ہی ایک کپڑا اٹھا کر زینت انصاری کے منہ پر باندھ دیا تاکہ اگر وہ ہوش میں آ جائے تو شور نہ مچا سکے۔ اس کے بعد وہ واپس کمرے میں آ گئی۔ کمرے میں باس صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور سوچوں میں گم تھا۔

"باس۔ آپ کن سوچوں میں گم ہیں"...... شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ہم کن چکروں میں پڑ گئے ہیں۔ یہاں ہمارے دو ایجنٹ ہیں۔ ہم نے ان سے رابطہ نہیں کیا۔ اگر ہم ان سے رابطہ کر لیتے تو وہ ہمارے لئے رہائش کا بھی انتظام کر دیتے اور گاڑی وغیرہ کا بھی۔ اس کے علاوہ وہ ہمیں معلومات بھی فراہم کرتے"......

رنجیت شرما نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"باس۔ یہ فیصلہ آپ نے کیا تھا اور بہت اچھا کیا تھا۔ یہاں کی آزادی پسند تنظیمیں بہت ہوشیار اور باخبر ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے ایجنٹوں سے واقف ہوں۔ اس صورت میں ہم ان کی نظروں میں آ سکتے ہیں جبکہ اب ہم نے جو طریقہ استعمال کیا ہے اس طریقے کی وجہ سے تو ہمارے اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں معلوم کہ ہم کہاں ہیں۔ یہاں رہ کر ہم خفیہ اور محفوظ رہتے ہوئے ہر طرح کی کارروائی کر سکتے ہیں"...... شرمیلا دیوی نے کہا۔

"ہاں۔ یہ فیصلہ تو میرا ہی تھا لیکن اب میں ذہنی طور پر الجھ گیا ہوں۔ کبھی کوئی بات سوچنے لگ جاتا ہوں اور کبھی کوئی"...... رنجیت شرما نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"باس۔ آپ کس بات پر الجھے ہوئے ہیں"...... شرمیلا دیوی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم زینت انصاری کو فی الفور گولی مار دو۔ اس کی خوبصورتی مجھے بہت الجھا رہی ہے"...... رنجیت شرما نے کہا تو شرمیلا دیوی نے ایک طویل سانس لیا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"او کے باس۔ اگر یہ بات ہے تو میں ابھی اسے گولی مار دیتی ہوں"...... شرمیلا دیوی نے کہا پھر اس نے میز پر رکھا ہوا اپنا ریوالور اٹھایا اور دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ جیسے ہی اس نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے انہیں کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔

"باس۔ شوکت انصاری آ گیا ہے۔ آپ صوفے کے پیچھے چھپ جائیں۔ میں زینت انصاری کے میک اپ میں ہوں تھوڑا سا ڈرامہ ہو جائے"...... شرمیلا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے چیف اب میں نہیں رہا، تم بن گئی ہو۔ اچھا ایسے ہی سہی"۔ رنجیت شرما نے کہا۔

"تھینک یو باس۔ آپ سے لاڈ کرنے کا میرا حق تو بنتا ہے"۔ شرمیلا دیوی نے کہا۔

"ہم اس وقت لاڈ کرنے نہیں آئے، مشن پر ہیں"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"باس۔ مشن کے دوران ہنسی مذاق ہو جائے تو اس سے انسان فریش ہوسکتا ہے"...... شرمیلا دیوی نے ایک مرتبہ پھر مسکراتے ہوئے کہا اور اسی وقت دروازے پر دستک بھی ہوئی۔

"باس۔ میں اسے لے کر آتی ہوں"...... شرمیلا دیوی نے کہا اور پھر وہ باہر کی طرف بڑھی جبکہ رنجیت شرما صوفے کے پیچھے چھپ گیا۔

"رنجیت شرما۔ عورت بھی کیا چیز ہے۔ تجھ جیسے سفاک اور ظالم انسان کو بھی اپنی انگلیوں پر نچاتی ہے۔ لعنت ہے رنجیت شرما تجھ پر"...... رنجیت شرما نے اپنے آپ سے کہا۔

شرمیلا دیوی نے دروازہ کھولا تو شوکت انصاری اندر آ گیا۔ شرمیلا دیوی نے چونکہ اسے دیکھا ہوا تھا اس لئے اس نے اسے پہچان لیا۔

"کیا بات ہے ڈیئر۔ آج تم نے دروازے پر میرا استقبال نہیں

کیا"...... شوکت انصاری نے شکوہ کرتے ہوئے کہا تو شرمیلا دیوی نے چور نظروں سے کمرے کی طرف دیکھا اور پھر وہ کھانسنے بھی لگی۔ ساتھ ہی اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات بھی ابھر آئے۔

"کیا بات ہے۔ آج تم کچھ پریشان لگ رہی ہو"...... شوکت انصاری نے اس سے پوچھا لیکن اس مرتبہ بھی شرمیلا دیوی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ چور نظروں سے دوبارہ کمرے کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھی۔

وہ چونکہ پورا ایک دن اس فیملی کے ساتھ رہ چکی تھی اس لئے جانتی تھی کہ شوکت انصاری دفتر سے آ کر اسی کمرے میں بیٹھتا تھا جس کمرے میں رنجیت شرما موجود تھا۔ اس کمرے کو وہ گیسٹ روم بھی کہتے تھے۔ وہ شام کی چائے اسی کمرے میں بیٹھ کر پیتے تھے اور اگر ان کا کوئی مہمان آ جاتا تو وہ مہمان کو اسی کمرے میں ٹھہراتے تھے۔

"کچھ بتاؤ گی بھی سہی کہ ہوا کیا ہے۔ تم اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو"...... شوکت انصاری نے شرمیلا دیوی سے کہا اور ساتھ ہی اس نے گیسٹ روم کی طرف قدم بھی بڑھائے۔ شرمیلا دیوی اس کے پیچھے چلنے لگی۔

گیسٹ روم میں داخل ہو کر شوکت انصاری نے جوتے اتار کر ایک طرف رکھ دیئے اور پھر وہ قالین پر ہی بیٹھ گیا۔

"ہاں اب بتاؤ۔ کس بات نے تمہیں پریشان کیا ہوا ہے"...... شوکت انصاری نے کہا۔

شرمیلا دیوی نے اب بھی اس کی بات کا جواب نہ دیا اور چور نظروں سے صوفے کی طرف دیکھا۔ شوکت انصاری نے اس کی نظروں کے زاویئے کو دیکھ لیا۔

"کیا چیز ہے اس طرف جس کی وجہ سے تم پریشان ہو"...... شوکت انصاری نے اس مرتبہ جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ اٹھ کر صوفے کی طرف بڑھا۔ اس نے صوفے کے پیچھے جھانکا۔ صوفے کے پیچھے رنجیت شرما دبکا بیٹھا تھا۔

"اوئے۔ کون ہو تم"...... رنجیت شرما کو دیکھ کر شوکت انصاری نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم۔ میں تو سڑک پر جا رہا تھا جناب۔ یہ نیچے بند دکان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے اشارہ کر کے بلایا اور مجھے اپنے ساتھ اوپر لے آئی جناب۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے"...... رنجیت شرما نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"بکواس بند کر اوئے۔ میں اپنی بیوی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ سچ سچ بتا کہ تو کون ہے اور تو نے میری بیوی کو کس طرح خوفزدہ کیا ہوا ہے"۔ شوکت انصاری نے بدستور غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں جناب۔ مجھ سے قسم لے لیں"۔ رنجیت شرما نے کہا۔

"بکواس کرتا ہے کمینے"...... شوکت انصاری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رنجیت شرما کو تھپڑ مارنے کی بھی کوشش کی لیکن رنجیت

شرما نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''آپ اپنی عورت سے پوچھ لیں جس نے مجھے اپنا نام زینت انصاری بتایا ہے۔ زینت۔ بول تو۔ تو بتا اسے کہ تو نے مجھے خود بلایا ہے''...... رنجیت شرما نے پہلے شوکت انصاری سے اور پھر شرمیلا دیوی سے کہا لیکن شوکت انصاری نے اب بھی اس کی بات کا اعتبار نہ کیا۔

''اگر تو سچ نہیں بتائے گا تو میں تجھے شوٹ کر دوں گا''...... شوکت انصاری نے بدستور غصے سے کہا اور پھر اس نے میز کی طرف بڑھنے کی کوشش لیکن رنجیت شرما نے اس کا بازو پکڑ لیا اور وہ ایک قدم بھی نہ اٹھا سکا۔

''تم بتاؤ نا اسے۔ اب تو یہ مجھے قتل کی دھمکیاں دے رہا ہے''۔ رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے کہا۔

شرمیلا دیوی دروازے کی طرف بڑھی اور پھر کمرے سے باہر نکل گئی۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آئی تو اس نے کندھے پر زینت انصاری کو اٹھا رکھا تھا۔ اس نے زینت انصاری کو قالین پر ڈال دیا۔

اب زینت انصاری ہوش میں تھی لیکن منہ بندھا ہونے کی وجہ سے وہ بول نہیں سکتی تھی البتہ اس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے تاثرات تھے۔ بندھا ہونے کی وجہ سے وہ خوفزدہ تھی اور شرمیلا دیوی کو اپنے میک اپ میں دیکھ کر حیرت زدہ تھی اور اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس کی ہم شکل یہ عورت کہاں سے آ گئی۔

شوکت انصاری بھی زینت انصاری کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ وہ

کبھی شرمیلا دیوی کو دیکھتا اور کبھی زینت انصاری کو۔

''تم پہچان سکتے ہو۔ ان دونوں میں سے زینت انصاری کون سی ہے''...... رنجیت شرما نے شوکت انصاری سے کہا۔

''ہاں۔ یہ میری بیوی ہے''...... شوکت انصاری نے زینت انصاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ بات تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ یہ رسی سے بندھی ہوئی ہے''۔ رنجیت شرما نے کہا۔

''نہیں۔ ان دونوں کے چہروں کے تاثرات سے''...... شوکت انصاری نے رنجیت شرما سے کہا۔

''شرمیلا۔ بہت ڈرامہ ہو چکا۔ میرا خیال ہے کہ اب اس ڈرامے کا ڈراپ سین کر دینا چاہئے''...... رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ اب مجھے بھی بوریت محسوس ہو رہی ہے''...... شرمیلا دیوی نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ریوالور بھی نکال لیا جس پر سائیلنسر فٹ تھا۔

''کک۔ کیا مطلب۔ کیا تم ہمیں مارنے لگے ہو''...... شوکت انصاری نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہم تمہیں مارنے لگے ہیں اور تمہارے لئے یہ بات کوئی نئی تو نہیں ہے۔ ہم روزانہ ہی درجنوں مشکباری مار دیتے ہیں''...... رنجیت شرما نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ شوکت انصاری مزید

کہتا، شرمیلا دیوی نے ریوالور کا رخ اس کے ماتھے کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔

شوکت انصاری کے زمین پر گرنے کے بعد رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی نے زینت انصاری کی طرف دیکھا۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی اس کی آنکھیں ابل پڑیں گی۔ رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی کے چہروں پر سفاک مسکراہٹ آ گئی۔ شرمیلا دیوی نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ گولی زینت انصاری کے بھی ماتھے میں جا لگی لیکن اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی کیونکہ اس کا منہ کپڑے سے بندھا ہوا تھا۔ گولی لگتے ہی اس کا جسم بھی تڑپنے لگا۔

”میں شوکت انصاری کا میک اپ کرتا ہوں۔ تم ان دونوں کی لاشوں کو سٹور روم میں ڈال آؤ۔ رات کو ہم ان لاشوں کو جل جھیل میں ڈال آئیں گے“...... رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے کہا۔

”اوکے باس“...... شرمیلا دیوی نے کہا اور پھر وہ زینت انصاری کی لاش کی طرف بڑھی۔

”لاشوں کو سٹور روم میں ڈالنے کے بعد تم نے اس کمرے سے خون بھی صاف کرنا ہے“...... رنجیت شرما نے کہا اور پھر اس نے میک اپ باکس اٹھایا اور میک اپ کرنے لگا جبکہ شرمیلا دیوی، زینت انصاری کی لاش اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

اندھیرے نے پوری کائنات پر اپنا تسلط جما لیا تھا۔ آسمان بھی گہرے سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا جس کی وجہ سے ایک ستارہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

نومبر کے آغاز کے دن تھے لیکن محسوس ایسے ہوتا تھا جیسے سردی اپنے جوبن پر پہنچ گئی ہو لیکن شکر اس بات کا تھا کہ ابھی برف باری شروع نہیں ہوئی تھی لیکن آج کی تیز ہوا یہ بتا رہی تھی کہ آئندہ چند دنوں میں برف باری بھی شروع ہو جائے گی لیکن فی الحال تو عمران اور اس کے ساتھی اس بات پر اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے کہ ابھی برف باری کا آغاز نہیں ہوا تھا ورنہ برفباری میں رات کے اس پہر پہاڑوں پر سفر کرنا ان کے لئے ناممکن ہو جاتا۔

عمران اور اس کے ساتھی شاہد اللہ کرامتی کی رہنمائی میں چل رہے

تھے۔ اونچے، نیچے، ٹیڑھے میڑھے اور دشوار گزار راستوں پر ان کا سفر جاری تھا۔ اندھیرا ہونے کے باوجود وہ آسانی سے آگے بڑھ رہے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایسے چشمے پہنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے وہ اندھیرے میں دیکھ سکتے تھے۔

"شاہد صاحب۔ کیا ہم آزاد علاقے سے نکل کر مقبوضہ علاقے میں داخل ہو چکے ہیں"...... چلتے چلتے تنویر نے شاہد اللہ کرامتی سے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ ہم تقریباً ایک گھنٹے کے بعد مقبوضہ علاقے میں داخل ہوں گے"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

"شاہد صاحب۔ آپ کے لئے تو یہ سرحدیں کوئی حیثیت اور معنی نہیں رکھتیں"...... چوہان نے کہا۔

"جی ہاں۔ ایسا ہی ہے اور آپ دیکھ بھی رہے ہیں۔ گورنمنٹ آف کافرستان نے سرحدیں سیل کی ہوئی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم لوگ آسانی سے مقبوضہ علاقے میں بھی پہنچ جاتے ہیں اور پھر مقبوضہ علاقے سے آزاد علاقے میں بھی آ جاتے ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

"کتنے دکھ کی بات ہے کہ آج کے دور میں بھی انسان نے طاقت کے بل بوتے پر انسانوں کو غلام بنایا ہوا ہے"...... جولیا نے کہا۔

"اور ایسے ایسے مظالم ڈھاتا ہے کہ جس پر انسانیت بھی شرمندہ نظر آتی ہے"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

"اور اس سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اقوام عالم ان مظالم پر خاموش ہے"...... صفدر نے کہا۔

"غیر مسلم قومیں تو ان مظالم پر خاموش ہوتی ہیں اور ان تمام غیر مسلم قوموں نے متحد ہو کر مسلمان ممالک کو بحرانوں، افراتفری، غربت، جہالت اور بیروز گاری جیسے مسائل سے دوچار کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ کافرستان کے ان مظالم کے خلاف مؤثر انداز میں آواز بلند نہیں کر سکتے۔ اگر ایک دو ملک آواز اٹھاتے ہیں تو ان کی آواز سنی نہیں جاتی"۔ اس مرتبہ نعمانی نے کہا۔

"ہاں۔ جس طرح نقار خانے میں کوئی طوطی کی آواز نہیں سنتا"...... عمران نے مثال دیتے ہوئے کہا۔

"کبھی تو سنجیدہ بات بھی کر لیا کرو۔ دیکھ بھی رہے کہ ہم کتنا خطرناک سفر کر رہے ہیں"...... تنویر نے کہا۔

"اگر سنجیدہ رہنے سے یہ خطرناک سفر خطرناک نہیں رہتا تو میں سنجیدہ ہو جاتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"تنویر صاحب۔ حبس کے موسم میں اگر اچانک کہیں سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آ جائے تو کیسا محسوس ہوتا ہے"...... شاہد اللہ کرامتی نے تنویر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"بہت ہی خوشگوار محسوس ہوتا ہے"...... تنویر نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسی طرح پریشانی کے لمحات میں عمران صاحب کی باتیں دل کو سکون پہنچا دیتی ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا تو تنویر کا منہ بن گیا جبکہ عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"لگتا ہے عمران سب کو تعویز گھول کر پلا دیتا ہے۔ جسے دیکھو اس کی تعریف میں اگا رہتا ہے"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سبھی مسکرانے لگے۔

"یہ تعویز ہے پیار کا، خلوص، محبت کا اور میٹھی باتوں کا۔ تم بھی یہ تعویز دوسروں کو گھول کر پلا دیا کرو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم میں پیار، خلوص اور محبت وغیرہ کی کمی ہے"...... تنویر نے کہا۔

"پیار، محبت اور خلوص کی کمی تو نہیں ہے لیکن میٹھی باتوں کی کمی ضرور ہے"...... عمران نے کہا۔

"مجھ میں میٹھی باتوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ بس چرب زبان نہیں ہوں تمہاری طرح"...... تنویر نے کہا۔

"خیال کیجئے گا۔ آپ دشمنوں سے لڑنے آئے ہیں کہیں آپس میں ہی لڑائی نہ ہو جائے"...... شاہد اللہ کرامتی نے پریشان کن لہجے میں کہا تو باقی سب مسکرانے لگے۔

"شاہد صاحب۔ ہماری آپس میں لڑائی صرف باتوں تک رہتی ہے۔ آپ عمران صاحب کو جانتے ہیں تو ان کی عادتوں کو بھی یقیناً جانتے ہوں گے۔ یہ ایسی باتیں تفریحاً کرتے ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی کو پریشان دیکھ کر صفدر نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"ان کی عادت سے تو میں واقف ہوں لیکن تنویر صاحب ان کی

باتوں پر خفا ہو رہے ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے صفدر سے کہا۔

"اس کی خفگی دل سے نہیں ہوتی۔ یہ بھی بس عادتاً خفا ہوتا ہے"۔ چوہان نے شاہد اللہ کرامتی سے کہا۔

"تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ تنویر عملی طور پر ناراض نہیں ہوتا۔ بس باتوں سے ناراضگی ظاہر کرتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ یہ بات نہیں جانتے"۔ چوہان نے عمران سے کہا۔

"مجھے تو آج ہی معلوم ہوا ہے اور وہ بھی تمہاری زبان سے کہ تنویر صرف باتوں کا شیر ہے"...... عمران نے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس بس۔ اپنی شوخیاں ہمیں مت سناؤ"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں باقی سفر خاموشی سے طے کرنا چاہئے"...... شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے کہا۔

"آپ کو واقعی خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں عمران صاحب اور تنویر کا آپس میں جھگڑا نہ ہو جائے"...... نعمانی نے شاہد اللہ کرامتی سے کہا۔

"مذاق ہی مذاق میں جھگڑا ہو جانے کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا سر"...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

"اس بات کا امکان بالکل نہیں ہے شاہد صاحب۔ لیکن آپ کی یہ

بات درست ہے کہ سفر خاموشی سے طے کرنا چاہئے''..... صفدر نے شاہد اللہ کرامتی سے کہا۔

اور پھر وہ واقعی خاموش ہو گئے۔ سفر خاموشی سے کٹنے لگا۔ گو کہ راستے انتہائی کٹھن اور دشوار گزار تھے لیکن انہوں نے اس سے بھی زیادہ دشوار گزار راستوں پر سفر کیا تھا اس لئے وہ نہایت ہی اطمینان سے آگے بڑھ رہے تھے۔

''شاہد اللہ صاحب۔ میرا خیال ہے کہ ہم مقبوضہ علاقے میں داخل ہو چکے ہیں''..... تقریباً پچاس منٹ کے بعد عمران نے شاہد اللہ کرامتی سے کہا۔

''جی ہاں عمران صاحب۔ لیکن آپ کو کیسے اندازہ ہوا''..... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

''شاہد صاحب۔ اب جو مجھے ہوا محسوس ہونے لگی ہے وہ سوگوار سی لگتی ہے''..... عمران نے کہا تو باقی ساتھیوں کو بھی ایسا ہی محسوس ہوا جیسے یہاں کی فضا بھی غمگین ہو۔ یہ عمران کی بات کا نفسیاتی اثر تھا یا واقعی فضا تک غمگین تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھے۔

''عمران صاحب۔ پندرہ منٹ کے بعد ہم ایک سڑک پر پہنچ جائیں گے۔ وہاں ایک جیپ ہمارے انتظار میں موجود ہو گی۔ وہ جیپ ہمیں جری نگر کے قریب پہنچا دے گی۔ وہاں پہاڑوں میں آزاد تحریک کے خفیہ ٹھکانے ہیں۔ آپ کا قیام انہیں میں سے کسی ایک ٹھکانے پر ہو گا''۔ شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

''آپ ہمیں وہاں پہنچا کر واپس چلے جائیں گے''..... تنویر نے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں۔ مجھے آزاد وادی میں رہ کر اپنی تنظیم کے لئے بہت سا کام کرنا پڑتا ہے''..... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

''تنویر۔ شاہد صاحب اور ان جیسے ہزاروں مجاہدین آزاد علاقے میں رہیں یا مقبوضہ علاقے میں، انہوں نے اپنی زندگیاں آزادی کی تحریک کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان کا ایک ایک پل آزادی کی جدوجہد میں گزرتا ہے''..... عمران نے تنویر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر کچھ ہی دیر بعد وہ ایک پہاڑی راستے سے نیچے اترے تو انہیں چند فٹ کے فاصلے پر ایک سڑک دکھائی دی۔ شاہد اللہ کرامتی نے پہاڑی سے نیچے اترتے ہی جیب میں سے ٹرانسمیٹر سیٹ نکالا اور اس پر ایک فریکوئنسی سیٹ کر کے بٹن دبایا اور کال دینے لگا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ عقاب الیون کالنگ۔ اوور''..... وہ بار بار یہ الفاظ دہرانے لگا۔

''یس۔ عقاب فائیو اٹینڈنگ یو۔ اوور''..... چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''عقاب فائیو۔ ہم ٹارگٹ پر پہنچ چکے ہیں۔ اوور''..... شاہد اللہ کرامتی نے کہا۔

''او کے۔ ایک منٹ انتظار کرو۔ اوور''..... دوسری طرف سے

عقاب فائیو کی آواز سنائی دی۔

''ہم انتظار کر رہے ہیں۔ اوور اینڈ آل''...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا اور پھر اس نے بٹن دبا کر کال کاٹ دی۔

''عمران صاحب۔ میرے پاس جو دوربین ہے اس سے اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔ میں پہاڑی پر چڑھ کر اردگرد کا جائزہ لیتا ہوں اس دوران جیپ بھی آ جائے گی''...... شاہد اللہ کرامتی نے اپنے ہاتھ میں موجود دوربین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے کہا اور پھر عمران کے سر ہلانے پر وہ ایک پہاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ تقریباً ایک منٹ کے بعد وہ پہاڑی پر سے اترتا ہوا دکھائی دیا اور پھر ان کے قریب آ گیا۔

''جیپ آ رہی ہے''...... قریب آ کر شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے کہا تو عمران نے ایک طرف دیکھا۔

سڑک کچھ دور تک سیدھی تھی اور پھر ایک موڑ تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس موڑ پر ایک دھبہ سا نمودار ہوا۔ وہ سب اس دھبے کو دیکھ کر چوکس ہو گئے۔ دھبہ آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور واضح ہوتا جا رہا تھا اور پھر جب وہ دھبہ چند گز دور رہ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک جیپ تھی۔ چشموں کی وجہ سے انہیں اندھیرے میں بھی دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کافی بڑی جیپ تھی جو ان کے قریب آ کر رک گئی۔

''السلام علیکم''...... جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ سے ایک آدمی نیچے اترا اور اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام''...... ان سب نے ہی بیک وقت اس کے سلام کا جواب دیا۔

''عمران صاحب۔ یہ کرامت ہے اور اس کا کوڈ نام عقاب فائیو ہے''...... شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے کہا۔

''شکر ہے۔ آج تم نے ہمیں کرامت دکھا ہی دی''...... عمران نے کہا تو شاہد اللہ کرامتی مسکرانے لگا۔

''عمران صاحب۔ شاہد نے آپ کو کرامت دکھائی نہیں ہے بلکہ کرامت دکھایا ہے۔ میں مؤنث نہیں بلکہ مذکر ہوں''...... کرامت نے عمران سے کہا تو شاہد اللہ کرامتی اور عمران کے ساتھی ہنس پڑے۔ اس کے ساتھ ہی وہ سب جیپ میں بھی بیٹھ گئے۔ کرامت ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔

''میری بات پر سب ہنسے ہیں۔ کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے''...... کرامت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیپ بھی آگے بڑھائی۔

''دراصل عمران صاحب کہتے رہتے ہیں کہ میں کرامتی ہوں لہٰذا انہیں کرامت دکھاؤں۔ اب گرامر میں تو کرامت مؤنث ہے اور نام یہ مردوں کا ہوتا ہے اور تم نے جس طرح عمران صاحب کی تصحیح کی ہے اس پر سب کو ہنسی آئی ہے''...... شاہد اللہ کرامتی نے کرامت سے کہا تو اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

”عمران صاحب۔ آپ سے بالمشافہ یہ میری پہلی ملاقات ہے لیکن ہماری تنظیم میں آپ کا اتنا تذکرہ ہوتا ہے کہ ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم آپ کو برسوں سے جانتے ہیں۔ آپ کے مزاج کے بارے میں، میں نے بہت کچھ سنا ہوا ہے اور آج دیکھ بھی لیا ہے۔ آپ واقعی بہت زندہ دل انسان ہیں“...... کرامت نے عمران سے کہا۔

پہاڑوں میں بل کھاتی یہ سڑک بہت ہی خطرناک تھی لیکن عمران نے محسوس کر لیا تھا کہ کرامت ماہرانہ انداز میں ڈرائیونگ کر رہا ہے اور اس کی ڈرائیونگ سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس راستے پر گاڑی چلاتا ہی رہتا ہو۔

”عمران صاحب۔ ہماری تنظیم میں کئی نئے ساتھی بھی شامل ہوئے ہیں۔ ان نئے ساتھیوں کو پرانے ساتھی آپ کے بارے میں بتاتے رہتے ہیں اس لئے نئے ساتھیوں کو آپ سے ملنے کا بہت ہی شوق ہے“۔ شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے کہا تو عمران اپنے کندھوں کی طرف دیکھنے لگا۔

”عمران صاحب۔ آپ کیا دیکھ رہے ہیں“...... شاہد اللہ کرامتی نے عمران سے پوچھا۔

”میں اپنے پر دیکھ رہا ہوں“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں شاہد اللہ کرامتی سے کہا۔

”اپنے پر دیکھ رہے ہیں۔ آپ کو کون سے پر لگے ہوئے ہیں“۔ شاہد اللہ کرامتی نے حیران ہو کر کہا۔

”مجھے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں اس لئے تو تم میری تعریف کئے جا رہے ہو“...... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ اور آپ کے ساتھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں“...... شاہد اللہ کرامتی نے عقیدت سے کہا۔

”سن رہے ہو۔ ایک تم ہو جو میری قدر نہیں کرتے“...... عمران نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ کیا کہتے ہیں۔ گھر کی مرغی دال برابر“...... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر سبھی ہنسنے لگے اور تنویر بھی عمران پر یہ جملہ کس کر خوش ہونے لگا۔

”عمران صاحب۔ ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچنے والے ہیں“...... اچانک ہی کرامت نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا تو وہ سبھی خاموش ہو گئے۔ چند گز مزید چلنے کے بعد جیپ رک گئی اور سوائے کرامت کے وہ سب جیپ سے نیچے اتر آئے۔

”آیئے“...... شاہد اللہ کرامتی نے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھا۔ عمران اور باقی ساتھی بھی اس کے ساتھ چلنے لگے۔ ٹیڑھے میڑھے قدرتی راستوں پر وہ دس منٹ ہی چلے ہوں گے کہ ایک پہاڑی موڑ مڑتے ہی اچانک چاروں طرف سے پندرہ بیس مسلح آدمی نمودار ہوئے اور انہوں نے ان سب کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ان سب کے پاس مشین گنیں تھیں۔ شاہد اللہ کرامتی، عمران اور باقی تمام ساتھی ان کے نشانے پر تھے۔

"میں عقاب الیون۔ شاہد اللہ کرامتی ہوں سرفراز اور یہ پاکیشیا کے علی عمران اور ان کے ساتھی ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے ان مسلح آدمیوں سے کہا۔

"ہمیں اطلاع ہے شاہد صاحب اور ہم آپ کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اجنبی اس جگہ تک آیا ہوتا تو اس کی لاش تڑپ رہی ہوتی"...... ان میں سے ایک آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس کی مشین گن کا رخ نیچے ہو گیا۔ باقی آدمیوں نے بھی مشین گنیں کندھے سے لٹکا لیں۔

"جب تمہیں ہمارے آنے کی اطلاع ہے تو پھر تم نے ہم پر گنیں کیوں تانی ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے ناراض لہجے میں بولنے والے سے کہا جس کا نام اس نے سرفراز لیا تھا۔

"سوری شاہد صاحب۔ ہم تو شاید ابھی نیچے ہی نہ آتے لیکن عمران صاحب کے دیدار کی ہمیں اتنی آرزو تھی کہ ہم سے رہا نہ گیا اور ہم نیچے کود پڑے اور اس کودنے کے دوران ہی عادتاً اور بغیر ارادے کے مشین گنوں کا رخ آپ کی طرف ہو گیا"...... سرفراز نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"عقاب ون نے تمہیں نیچے آنے سے منع کیا تھا"...... شاہد اللہ کرامتی نے اس سے پوچھا۔

"نہیں شاہد صاحب۔ انہوں نے ہمیں کسی بات سے منع نہیں کیا۔ صرف یہ بتایا تھا کہ آپ علی عمران صاحب اور ان کے ساتھیوں کو لے

کر آ رہے ہیں لہٰذا ہم آپ کی آمد کا انتظار کریں"...... سرفراز نے شاہد اللہ کراتی سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"او کے۔ تم اپنی ڈیوٹی دو ہم آگے جا رہے ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے سرفراز سے کہا۔

"او کے۔ شاہد صاحب"...... سرفراز نے کہا اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا تو وہ مڑے اور پھر چند سیکنڈوں کے اندر ہی وہاں سے غائب ہو گئے۔

"اس سرفراز اور اس کے ساتھیوں نے بہت سا وقت ضائع کر دیا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ہر جگہ آپ کے مرید موجود ہیں اور پھر آپ کا دیدار کرنے بھی پہنچ جاتے ہیں"...... شاہد اللہ کرامتی نے مسکراتے ہوئے عمران سے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگا۔

اس کے بعد وہ ایک بار پھر آگے بڑھنے لگے۔ ایک پہاڑی کے نیچے آ کر شاہد اللہ کرامتی رک گیا۔ سامنے ہی ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ شاہد اللہ کرامتی نے اس بڑے پتھر پر ایک جگہ ہاتھ رکھا اور تین بار دباؤ ڈالا تو پتھر ایک طرف سرک گیا اور وہاں غار کا دہانہ نظر آنے لگا۔ پتھر کے سرکنے سے وہاں اتنی جگہ بن گئی تھی کہ ایک آدمی وہاں سے گزر سکتا تھا۔

یہ ایک قدرتی غار تھا لیکن پتھر کے سرکنے اور پھر واپس آنے کا سسٹم انہوں نے خود کیا تھا۔ غار کے اندر سب سے پہلے شاہد اللہ کرامتی داخل ہوا اس کے بعد عمران اور پھر عمران کے بعد دیگر ساتھی

بھی غار میں داخل ہو گئے۔ سب سے آخر میں جوزف غار میں داخل ہوا تھا۔ جب جوزف بھی غار میں داخل ہو چکا تو شاہد اللہ کرامتی نے ایک بار پھر غار کے پتھر پر ہاتھ رکھا اور تین بار دبایا۔ پتھر آہستہ آہستہ واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

غار کا منہ بند ہو گیا لیکن غار میں اندھیرا نہیں تھا۔ غار میں تین جگہوں پر چارجنگ لائٹس رکھی ہوئی تھیں جو اس وقت روشن تھیں اور ان کی روشنی کی وجہ سے غار میں اندھیرا نہیں تھا۔

غار بہت ہی کشادہ اور طویل تھا۔ وہ شاہد اللہ کرامتی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ وہ چند قدم آگے بڑھے تو انہیں غار میں ایک قالین بچھا ہوا دکھائی دیا۔ غار کی ایک دیوار کے ساتھ تین بڑے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔ وہ غار کا جائزہ لے رہے تھے کہ شاہد اللہ کرامتی اپنے جوتے اتار کر قالین پر بیٹھ گیا۔ اسے قالین پر بیٹھتے دیکھ کر عمران اور اس کے ساتھی بھی اپنے جوتے اتار کر قالین پر بیٹھ گئے اور قالین پر بیٹھنے کے بعد وہ غار کا جائزہ لینے لگے۔ ابھی وہ غار کا جائزہ لے ہی رہے تھے کہ انہیں پتھر اپنی جگہ سے سرکتے ہوئے دکھائی دیا۔ وہ پتھر تقریباً ڈیڑھ دو فٹ ہی سرکا تھا اور پھر انہوں نے ایک نوجوان کو غار میں داخل ہوتے دیکھا۔ غار میں داخل ہونے کے بعد اس نے بھی شاہد اللہ کرامتی کا عمل دہرایا تو غار ایک بار پھر بند ہو گیا۔

غار بند ہونے کے بعد وہ نوجوان ان کی طرف بڑھا۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر شاہد اللہ کرامتی اور عمران اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

”اسلام علیکم“...... آنے والے نوجوان نے پرجوش انداز میں سلام کرتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم السلام“...... ان سب نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ یہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی“۔ اس نوجوان نے عمران سے کہا۔

”نہیں اقبال انصاری صاحب۔ ہم بہت آرام سے یہاں تک پہنچے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں ایک بار پھر آپ سے ملنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں“...... اس نوجوان، جس کا نام عمران نے اقبال انصاری لیا تھا، نے مسکراتے ہوئے عمران سے کہا۔

”بھئی۔ یہاں تو ہر آدمی ہی مجھے شرمندہ کرنے پر تلا ہوا ہے“۔ عمران نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی بولتا، غار کا پتھر ایک مرتبہ پھر سرک گیا اور اس مرتبہ دو نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چائے کا تھرموس اور ایک تھیلا تھا جس میں پیالیاں تھیں جبکہ دوسرے نے جو تھیلا اٹھایا ہوا تھا اس میں خشک پھل تھے۔ قریب آنے پر ان دونوں نے بھی سلام کیا اور پھر وہ بھی قالین پر بیٹھ گئے۔

”آپ نے بہت طویل سفر کیا ہے اس لئے آپ کو بھوک بھی لگ

رہی ہو گی۔ فی الحال آپ پھل کھائیں، قہوہ پئیں اور پھر سو جائیں۔ انشاء اللہ صبح باتیں ہوں گی‘‘...... اقبال انصاری نے ان سے کہا اور پھر اس نے پھلوں والا تھیلا سب کے سامنے رکھ دیا۔

’’اقبال انصاری صاحب۔ ہم سب ایک جگہ نہیں سو سکتے‘‘...... عمران نے اقبال انصاری سے کہا۔

’’میں جانتا ہوں عمران صاحب۔ شاہد صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کے ساتھ ایک خاتون بھی ہے۔ خاتون کے لئے ہم ابھی انتظام کر دیں گے‘‘...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا۔

’’ضیاء اللہ۔ تم دونوں وہاں پردہ بنا دو‘‘...... اقبال انصاری نے پھل لانے والے نوجوانوں سے کہا۔

’’یس کمانڈر‘‘...... ان دونوں نے بیک آواز اور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک صندوق کھولا اور صندوق میں سے ایک پردہ نکال کر آگے بڑھے۔ دیوار سے چپکنے والے ہک لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے غار کی دونوں دیواروں سے رسی لگائی اور پردہ کھول دیا۔

’’اب مس صاحبہ پردے کی دوسری طرف اور آپ تمام لوگ پردے کی اس طرف آرام کر سکتے ہیں‘‘...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا۔

’’کیوں جولیا۔ اب ٹھیک ہے نا‘‘...... عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ اب بالکل ٹھیک ہے‘‘...... جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

’’ضیاء اللہ۔ آپ مہمانوں کو کمبل بھی نکال دیں‘‘...... اقبال انصاری نے ضیاء اللہ سے کہا۔

’’او کے کمانڈر‘‘...... ضیاء اللہ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے صندوق کھولے اور صندوقوں میں سے کمبل نکال لئے۔ یہ کمبل بہت ہی خوبصورت تھے اور جتنے خوبصورت تھے اس سے بڑھ کر گرم بھی تھے۔

’’عمران صاحب۔ صندوقوں میں اسلحہ بھی موجود ہے۔ آپ اپنی پسند کا اسلحہ لے سکتے ہیں۔ اب ہم آپ سے اجازت چاہیں گے۔ انشاء اللہ اب ہماری ملاقات صبح ہو گی‘‘...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کھڑا بھی ہو گیا۔

’’عمران صاحب۔ میں بھی واپس ہو جاؤں گا‘‘...... شاہد اللہ کرامتی نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

’’زندگی رہی تو انشاء اللہ پھر ملیں گے‘‘...... عمران نے کہا اور پھر وہ چاروں افراد غار سے باہر چلے گئے۔

’’میرا خیال ہے کہ اب ہمیں بھی سو جانا چاہئے‘‘...... ان کے جانے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ سب نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ جولیا پردے کے دوسری طرف چلی گئی اور باقی لوگ وہیں لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی ان کی آنکھ لگ گئی۔

نجانے وہ کتنی دیر سوئے تھے کہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ فائرنگ کی زبردست آواز نے ان سب کو اٹھا دیا تھا۔ غار سے باہر اتنی زبردست فائرنگ ہو رہی تھی کہ لگتا تھا جیسے دو فوجوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہو۔

کرنل راج کمار اس وقت اپنے رہائشی کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ بیڈ پر ہی شراب کی ایک بوتل رکھی ہوئی تھی۔ وہ بوتل سے ہی گھونٹ گھونٹ شراب پی رہا تھا۔ بیڈ کے قریب چھوٹی سی میز رکھی ہوئی تھی جس پر ایک کیسٹ پلیئر رکھا ہوا تھا۔ اس وقت کیسٹ پلیئر میں کافرستانی شرابی غزلوں کی ایک کیسٹ لگی ہوئی تھی اور کمرے میں کافرستان کے معروف غزل گو گلوکار کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

کرنل راج کمار شرابی غزلیں سننے کے ساتھ ساتھ سر بھی ہلا رہا تھا۔ وہ شراب کے ایک دو گھونٹ بھرتا اور پھر گلوکار کے ساتھ ساتھ غزل بھی گانے لگتا۔ اس کا آج کا سارا دن مصروف گزرا تھا اور اب وہ شراب پی کر اور کچھ غزلیں سن کر اپنی تھکاوٹ دور کر رہا تھا۔ اسے غزلیں سنتے ہوئے تقریباً نصف گھنٹہ گزرا ہوگا کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے۔ آ جاؤ"۔ کرنل راج کمار نے بلند آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور میجر چتن ورما اندر آ گیا۔ اندر آتے ہی اس نے کرنل راج کمار کو آداب کیا۔

"ہاں ورما۔ کیسے آئے ہو تم"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما نے مخمور لہجے میں کہا۔

"سر۔ آرمی کا ایک مخبر ہے بیدی۔ وہ بیدار رانا کے نام سے جری نگر شہر میں رہتا ہے۔ وہ بہت ہی اہم خبر لے کر آیا ہے"...... میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ کہاں ہے وہ بیدی۔ بلاؤ اسے"...... کرنل راج کمار نے سوچتے ہوئے کہا۔

"سر۔ میں ابھی اسے بلاتا ہوں"...... میجر چتن ورما نے کہا اور پھر وہ دروازے پر آیا۔

"بیدی۔ ادھر آؤ"...... میجر چتن ورما نے دروازہ کھول کر کہا تو ایک آدمی اندر آ گیا۔ اندر آ کر اس نے بھی مؤدبانہ انداز میں کرنل راج کمار کو آداب کیا۔

"تمہارا نام بیدی ہے"...... کرنل راج کمار نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ میرا اصل نام بیدی ہے لیکن یہاں میں بیدار رانا کے نام سے رہتا ہوں"...... بیدی عرف بیدار رانا نے مؤدبانہ لہجے میں کرنل راج کمار سے کہا۔

"کتنے عرصے سے تم یہاں رہ رہے ہو"...... کرنل راج کمار نے پوچھا۔

"سر۔ میں مشکباری ہوں۔ پہلے میں گاؤں میں رہتا تھا پھر میں جری نگر شہر میں آ گیا۔ یہاں مجھے دس سال ہو گئے ہیں۔ دس سال پہلے میں نے مخبر کی حیثیت سے آرمی جوائن کی اور مجھے جری نگر میں مسلمان کی حیثیت سے رہنے کی ہدایت ملی۔ مجھے کہا گیا کہ اگر کبھی کوئی بہت ہی اہم خبر ہو تو میں رپورٹ کروں ورنہ میں آرمی کے علاقے سے دور رہوں اور مسلمانوں سے گہری دوستی رکھوں اور انہیں کبھی شک نہ ہونے دوں کہ میں مسلمان نہیں ہوں"...... بیدی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آگے بولو"...... کرنل راج کمار نے کہا۔

"سر۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے دس سالوں میں صرف دو بار ادھر کا رخ کیا ہے۔ مسلمان مجھے اپنا مسلمان بھائی سمجھتے ہیں۔ میری دوستی ایک ایسے لڑکے سے بھی ہے جو ایک آزادی کی تنظیم کا رکن ہے لیکن آج سے پہلے میں نے اس کی رپورٹ اس لئے نہیں کی کہ کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن آج مجھے ایک خاص بات معلوم ہوئی ہے"...... بیدی نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

"وہ کیا خاص بات ہے"...... بیدی کی لمبی چوڑی تمہید سے اکتا کر کرنل راج کمار نے کہا۔

"سر۔ مجھے اپنے دوست لڑکے شرجیل سے معلوم ہوا ہے کہ آزادی

پسند تنظیموں نے آپ کے خلاف پاکیشیا کے کچھ خطرناک ایجنٹ بلوائے ہیں جو آج رات ہی جری نگر پہنچ جائیں گے“...... بیدی نے کہا تو کرنل راج کمار بری طرح چونک پڑا۔

”پاکیشیا کے خطرناک ایجنٹ۔ کون سے“...... کرنل راج کمار نے حیران ہو کر پوچھا۔

”سر۔ میں تو انہیں نہیں جانتا لیکن وہ شرجیل بتا رہا تھا کہ وہ ایجنٹ انتہائی بہادر، دلیر اور خطرناک ہیں۔ اتنے خطرناک کہ کافرستانی حکومت بھی ان سے خوف کھاتی ہے“...... بیدی نے کہا۔

”بکواس کرتا ہے وہ۔ ہماری حکومت کیوں کسی سے خوف کھائے گی۔ کیا نام بتایا ہے اس نے ان ایجنٹوں کا“...... کرنل راج کمار نے اس مرتبہ غصیلے لہجے میں کہا۔

”سر۔ ان ایجنٹوں کے لیڈر کا نام تو وہ علی عمران بتا رہا تھا البتہ باقی ایجنٹوں کے نام اس نے نہیں بتائے“...... بیدی نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ورما۔ بیدی کو ذرا باہر لے جاؤ۔ میں ایک فون کر لوں“...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا۔

”او کے سر“...... میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد کرنل راج کمار نے تکیئے کے قریب رکھا ہوا سیل فون اٹھایا اور کافرستان کے سیکرٹری دفاع گوپال چند کے نمبرز پریس کرنے لگا۔

”یس۔ گوپال چند سپیکنگ“...... رابطہ ملنے پر دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

”گوپال چند صاحب۔ پاکیشیا کا کوئی ایسا آدمی ہے جس سے ہماری سرکار خوفزدہ رہتی ہو“...... کرنل راج کمار نے گوپال چند سے پوچھا۔

”کمار صاحب۔ آپ کس آدمی کی بات کر رہے ہیں“...... دوسری طرف سے گوپال چند نے پوچھا۔

”کوئی علی عمران نامی پاکیشیائی ایجنٹ ہے“...... کرنل راج کمار نے گوپال چند سے کہا۔

”اچھا۔ تو کیا یہ آدمی جری نگر پہنچ چکا ہے“...... گوپال چند نے پوچھا۔

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ آدمی اپنے ساتھیوں سمیت آج رات جری نگر پہنچنے والا ہے“...... کرنل راج کمار نے کہا۔

”ہاں۔ ہمیں بھی اطلاع ملی تھی کہ علی عمران جری نگر پہنچ رہا ہے۔ اس کا ٹارگٹ آپ ہیں اور ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے کہ آپ علی عمران اور اس کے ساتھیوں کا با آسانی خاتمہ کر لیں گے۔ آپ سے ہٹ کر اس علی عمران کے خاتمے کے لئے ہم نے کافرستانی سیکرٹ ایجنسی ریڈ پاور کے چیف رنجیت شرما کو بھی جری نگر بھیج دیا ہے اس لئے ہمیں یقین ہے کہ علی عمران اور اس کے ساتھی آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے لہذا آپ اطمینان سے اپنا کام جاری رکھیں“...... گوپال چند

نے جواب دیا۔

"سر۔ آپ نے ریڈ پاور کو یہاں بھیجنے کی خواہ مخواہ تکلیف کی ہے۔ اگر آپ پہلے مجھ سے مشورہ کر لیتے تو میں آپ کو منع کر دیتا۔ یہ علی عمران اور اس کے ساتھی میرے سامنے حیثیت ہی کیا رکھتے ہیں"...... کرنل راج کمار نے منہ بنا کر کہا۔

"صدر صاحب نے میٹنگ کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے اور کیا آپ صدر صاحب کو مشورہ دینے کی پوزیشن میں ہیں"...... دوسری طرف سے گوپال چند نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ یہ صدر صاحب کا فیصلہ ہے"...... کرنل راج کمار نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ اور صدر صاحب کافرستان کی بہتری کے لئے جو اچھا سمجھتے ہیں وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ علی عمران اور اس کے ساتھی جو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں صدر صاحب ان کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں سو انہوں نے بہتر سمجھا کہ آپ اپنا کام کریں اور ان لوگوں کے لئے ریڈ پاور کو بھیجا جائے"...... دوسری طرف سے گوپال چند نے بدستور خشک لہجے میں کہا۔

"او کے سر۔ او کے۔ صدر صاحب کا فیصلہ اپنی جگہ درست ہو گا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ علی عمران اور اس کے ساتھی جری نگر میں کہاں آ رہے ہیں۔ جیسے ہی وہ لوگ جری نگر پہنچیں گے۔ میں ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑوں گا اور ان کے جسموں کو قیمے میں بدل دوں

گا"...... کرنل راج کمار نے اس مرتبہ بھیڑیئے کی مانند غراتے ہوئے کہا۔ غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگی تھیں۔

"اگر وہ آپ کے ہاتھوں انجام کو پہنچتے ہیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ہم اور ہمارے دوست ممالک تو علی عمران کی موت کی خبر سننے کے لئے بے چین ہیں۔ چاہے اس کی موت کسی کے بھی ہاتھوں ہو"۔ دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

"بس۔ اب آپ کی یہ بے چینی ختم ہونے والی ہے۔ صبح ہونے سے پہلے ہی وہ قیمہ بن چکے ہوں گے"...... کرنل راج کمار نے کہا۔

"ان کے جسموں کو قیمہ ضرور بنا دینا لیکن ان سب کے سر پہلے کاٹ لینا۔ یہ سر ہم اپنے صدر صاحب اور اپنے دوست ممالک کے حکام کو دکھائیں گے تو انہیں علی عمران کے مرنے کا یقین آئے گا ورنہ علی عمران کی موت کا کسی نے بھی یقین نہیں کرنا"...... دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

"ہونہہ۔ پھر تو بیدی ٹھیک کہہ رہا ہے کہ ہماری سرکار بھی علی عمران سے خوفزدہ ہے"...... کرنل راج کمار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا ہے تم نے"...... گوپال چند نے کہا۔

"کچھ نہیں سر۔ ٹھیک ہے۔ میں ان کے سر کاٹ کر آپ کو بھجوا دوں گا"۔ کرنل راج کمار نے کہا۔

"او کے۔ وش یو گڈ لک"...... دوسری طرف سے گوپال چند نے کہا

اور کال منقطع ہو گئی۔ کرنل راج کمار نے بھی سیل فون بیڈ پر رکھ دیا پھر اس نے دیوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دیوار پر سوئچ بورڈ تھا جس پر چند سوئچ لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک بٹن پریس کیا تو چند لمحوں کے بعد میجر چتن ورما کمرے میں آ گیا۔

"اس بیدی کو بھی بلا لو"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا۔

"یس سر"...... میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بیدی کے ساتھ واپس آ گیا۔

"ورما۔ تم بیدی کے ساتھ چلے جاؤ اور شرجیل کو اٹھا کر لے آؤ"۔ کرنل راج کمار نے میجر ورما سے کہا۔

"او کے سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"...... میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"بیدی۔ تم شرجیل کو شہر سے کچھ دور تک لے آؤ گے نا"...... کرنل راج کمار نے اس مرتبہ بیدی سے پوچھا۔

"یس سر۔ وہ مجھ پر بہت اعتماد کرتا ہے۔ وہ میرے ساتھ شہر سے باہر آ جائے گا"...... بیدی نے کہا۔

"ورما۔ تم نے سادہ کپڑوں میں جانا ہے اور شہر سے پہلے ہی کسی جگہ ٹھہر جانا ہے اور بیدی تم نے یہ کوشش کرنی ہے کہ شرجیل کو تمہارے ساتھ آتے ہوئے کوئی نہ دیکھے تاکہ تم پہلے کی طرح ان لوگوں کے درمیان رہ سکو"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما اور بیدی کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ آپ کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا"...... میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او کے۔ اب تم جاؤ اور جلد واپس آنے کی کوشش کرو"...... کرنل راج کمار نے کہا تو ان دونوں نے مؤدبانہ انداز میں کرنل راج کمار کو سلام کیا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل آئے۔

"بس سر۔ آپ یہیں کار روک لیں"...... بیدی نے میجر چتن ورما سے کہا تو اس نے کار روک لی۔

"آپ کسی پہاڑ کی اوٹ میں کوئی مناسب جگہ دیکھ کر کار کھڑی کریں میں شرجیل کو یہیں بلا لیتا ہوں"...... بیدی نے میجر چتن ورما سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر وہ دونوں کار سے نیچے اترے اور ایسی جگہ تلاش کرنے لگے کہ کار سڑک سے نیچے اتر کر کسی پہاڑ کے پیچھے جا سکے اور ایسی جگہ تلاش کرنے میں انہیں چند سیکنڈ لگے۔

"تم شرجیل کو کیسے بلا آؤ گے"...... میجر چتن ورما نے کار کے لئے جگہ منتخب کرنے کے بعد بیدی سے پوچھا۔

"سر۔ اس کے پاس بھی سیل فون ہے اور میرے پاس بھی"۔ بیدی نے کہا اور جیب سے سیل فون نکال لیا۔

"کیا یہ لوگ سیل فون پر بھی ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں"۔ میجر چتن ورما نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ارے نہیں سر۔ سیل فون کی کال بھلا محفوظ کہاں ہوتی ہے۔ اگر یہ سیل فون پر اپنے تنظیمی معاملات ڈسکس کریں تو ایک منٹ میں ساری تنظیم کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ سیل فون پر تو یہ اپنے گھر والوں سے اور دوستوں سے بات کرتے ہیں۔ تنظیمی معاملات یہ کسی اور طریقے سے ہینڈل کرتے ہیں"...... بیدی نے میجر چتن ورما سے کہا۔

"ہاں۔ مجھے بھی اس بات پر حیرت ہو رہی تھی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ کس ذریعے سے تنظیمی لوگوں سے رابطہ کرتے ہیں"...... میجر چتن ورما سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سر۔ میں شرجیل کا بہت گہرا دوست ہوں لیکن اس نے آج تک مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ میرے پوچھنے پر شرجیل کہتا ہے کہ میں اس کی تنظیم میں شامل ہو جاؤں"...... بیدی نے کہا۔

"تنظیم میں شامل ہونے میں کیا قباحت ہے شامل ہو جاؤ"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"سر۔ یہ آسان نہیں ہے۔ تنظیم میں شامل ہونے کے لئے مجھے کئی مرحلوں سے گزرنا پڑے گا اور یہ مرحلے اتنے سخت ہیں کہ میں کسی نہ کسی مرحلے پر اوپن ہو جاؤں گا اسی لئے میں یہ رسک نہیں لے سکتا"۔ بیدی نے کہا تو میجر چتن ورما نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ بیدی نے سچ کہا تھا۔

"شرجیل۔ تم سے تنظیمی معاملات ڈسکس کرتا ہے"...... میجر چتن ورما نے بیدی سے پوچھا۔

"نو سر۔ اگر کبھی وہ جذبات میں ہو، اداس ہو یا خوش ہو تو پھر دوست سمجھ کر ایک آدھ بات کہہ دیتا ہے جیسے کہ آج وہ بہت ہی خوش اور جوش میں تھا۔ میں نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اب بھیڑیا صفت کرنل راج کمار کا وقت قریب آ گیا ہے کیونکہ پاکیشیا کا معروف سیکرٹ ایجنٹ علی عمران اس کرنل کے خاتمے کے لئے جری نگر پہنچ رہا ہے اور علی عمران ایک ایسا ایجنٹ ہے جس سے کافرستان اور اسرائیل کے حکام بھی خوفزدہ رہتے ہیں"...... بیدی نے کہا۔

"یہ اس نے بس ایسے ہی بھڑک ماری ہو گی۔ ہمارے حکام بھلا کسی ایک انسان سے کیوں خوفزدہ ہوں گے"...... میجر چتن ورما نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سر۔ میں نے اس بات کو اپنی پروفیشن لائف کی سب سے اہم بات سمجھا اسی لئے میں نے فوراً ہی اس کی رپورٹ کرنا مناسب سمجھا"۔ بیدی نے میجر چتن ورما سے کہا۔

"تم نے اچھا کیا۔ اب تم دیکھو گے کہ جو لوگ کرنل صاحب کے خاتمے کی خواہش لے کر آ رہے ہیں۔ وہ خود ختم ہو جائیں گے اور ان کا خاتمہ بھی اتنا عبرتناک ہو گا کہ ان کے انجام کا تصور کر کے ہی لوگ تھر تھر کانپنے لگیں گے۔ تم کرنل صاحب کو نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں۔ وہ اتنے سفاک ہیں کہ بھیڑیا بھی ان کے سامنے کوئی حیثیت

نہیں رکھتا"۔ میجر چتن ورما نے کہا۔

"یس سر۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ کرنل صاحب نے مختصر سے وقت میں بہت شہرت حاصل کر لی ہے"...... بیدی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہم نے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ میں کار کو اوٹ میں کرتا ہوں اور تم شرجیل کو فون کر لو"...... میجر چتن ورما نے بیدی سے کہا اور پھر وہ ڈرائیونگ دروازے کی طرف بڑھا جبکہ بیدی چند قدم آگے بڑھا اور پھر سیل فون پر نمبرز پریس کرنے لگا۔

"السلام علیکم بیدار۔ تم کہاں ہو۔ میں تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں"...... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"شش۔ شرجیل"...... بیدی نے اس انداز میں کہا جیسے وہ مشکل سے بول رہا ہو۔

"کیا ہوا بیدی۔ تم خیریت سے تو ہو"...... دوسری طرف سے شرجیل نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"شر۔ جیل۔ مم۔ میرے دل میں درد ہو رہا ہے"...... بیدی نے بدستور تکلیف زدہ آواز میں کہا۔

"اوہ۔ تم کہاں ہو بیدار"...... دوسری طرف سے فوراً ہی بے تابی سے پوچھا گیا۔

"مم۔ میں چنار روڈ پر، شہر سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر بیٹھا ہوا ہوں۔ مم۔ مجھ سے چلا نہیں جا رہا"...... بیدی نے اٹک اٹک کر

بولتے ہوئے کہا۔

"بیدار۔ تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی تم تک پہنچ رہا ہوں"...... دوسری طرف سے شرجیل نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی کال منقطع ہو گئی۔ بیدی نے سیل فون جیب میں رکھ لیا اور مسکراتے ہوئے میجر چٹن ورما کی طرف دیکھا جو اس دوران اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"وری گڈ بیدی۔ تم نے بہت اچھا ناٹک کیا ہے"...... میجر چٹن ورما نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر۔ سر اب آپ بھی اوٹ میں ہو جائیں۔ شرجیل کے پاس موٹر سائیکل ہے وہ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ سکتا ہے"...... بیدی نے میجر چٹن ورما سے کہا تو وہ پہاڑ کی اوٹ میں ہو گیا جبکہ بیدی سڑک کے کنارے ہی بیٹھ گیا اور اس نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔

چند لمحوں کے بعد اسے دور سے موٹر سائیکل آتا ہوا دکھائی دیا۔ موٹر سائیکل کی رفتار بہت ہی تیز تھی۔ بیدی نے دور سے ہی پہچان لیا کہ آنے والا شرجیل ہی تھا اسے دیکھ کر بیدی نے اپنے چہرے پر تکلیف کے تاثرات بھی پیدا کر لئے تھے۔ موٹر سائیکل آناً فاناً ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"بیدار۔ تم خیریت سے ہو نا"...... شرجیل نے اس کے قریب ہی موٹر سائیکل روکا اور موٹر سائیکل سے نیچے اتر کر اس کے کندھے پکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ مم۔ میں چہل قدمی کے لئے نکلا تھا"...... بیدی نے تکلیف زدہ لہجے میں بولتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ جلدی اٹھو۔ ہسپتال چلتے ہیں"...... شرجیل نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔

بیدی نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر وہ نیچے گر گیا۔ شرجیل اسے اٹھانے کے لئے جھکا۔ جیسے ہی اس نے جھک کر بیدی کو اٹھانے کی کوشش کی اس کے سر پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی۔ میجر چٹن ورما نے ریوالور کا دستہ اس کے سر پر مار دیا تھا۔ پہلے ہی وار پر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور دوسرے وار نے تو اس کے دماغ کو مکمل اندھیرے میں پہنچا دیا۔ وہ بے ہوش ہو کر بیدی کے اوپر ہی گر گیا تو بیدی نے تڑپ کر کروٹ بدلی جس سے شرجیل پتھریلی سڑک پر گرا اور بیدی کھڑا ہو گیا۔

میجر چٹن ورما نے جلدی سے شرجیل کو اٹھایا اور پہاڑ کے اوٹ میں کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھا۔ کار کے قریب پہنچ کر اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور شرجیل کو پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔

"تم بھی پیچھے بیٹھ جاؤ اور شرجیل کے ہاتھ باندھ دو۔ کہیں یہ راستے میں ہی ہوش میں نہ آ جائے"...... میجر چٹن ورما نے بیدی سے کہا تو بیدی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ میجر چٹن ورما ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے قدموں میں رسی کا ایک چھوٹا سا بنڈل پڑا تھا۔ اس نے وہ بنڈل اٹھا کر بیدی کو دے دیا۔

بیدی شرجیل کے ہاتھ باندھنے لگا جبکہ میجر چتن ورما نے کار اسٹارٹ کی اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر آرمی سینٹر کی طرف بڑھنے لگی۔

"ہونہہ۔ تو یہ ہے شرجیل"...... وہ کرنل راج کمار کے سامنے پہنچے تو اس نے شرجیل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یہ شرجیل ہے"...... بیدی نے مؤدبانہ لہجے میں کرنل راج کمار سے کہا۔

"ورما۔ اسے اذیت خانے میں لے جاؤ اور کرسی سے باندھنے کے بعد اسے ہوش میں لے آؤ"...... کرنل راج کمار نے کہا۔

"اوکے سر"...... میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اس نے ایک بار پھر شرجیل کو اٹھا لیا۔

ٹارچنگ روم میں آ کر اس نے شرجیل کو ایک کرسی پر ڈال دیا پھر اس نے شرجیل کے ہاتھ کرسی کی پشت سے باندھ دیئے۔ اب شرجیل کرسی سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے بعد میجر چتن ورما نے ٹارچنگ روم میں رکھی ہوئی میز کی طرف دیکھا جس پر پانی سے بھرا ہوا ایک جگ رکھا ہوا تھا۔

"بیدی۔ پانی کا جگ اٹھا لاؤ"...... میجر چتن ورما نے تحکمانہ لہجے میں بیدی سے کہا۔

"یس سر"...... بیدی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور میز کی طرف بڑھا۔ اس نے جگ اٹھایا اور میجر چتن ورما کو دے دیا۔ میجر چتن ورما پانی شرجیل کے سر پر ڈالنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد شرجیل کے جسم میں

حرکت پیدا ہوئی تو میجر چتن ورما نے پانی کا جگ بیدی کو دے دیا اور بیدی نے اسے میز پر رکھ دیا۔

دو تین منٹوں میں شرجیل کو ہوش آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن کرسی سے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکا۔ اٹھنے میں ناکامی کے بعد اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے کی دیواروں پر تشدد کے آلات لٹکے ہوئے تھے۔ میجر چتن ورما اور بیدی اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

"بیدار۔ تم مجھے آرمی سنٹر لے آئے ہو"...... کمرے کا جائزہ لیتے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کہاں ہے اس لئے اس نے نفرت بھرے لہجے میں بیدی سے کہا۔

"تم کس غلط فہمی کا شکار ہو نوجوان۔ یہ بیدار رانا نہیں بیدی سنگھ ہے"...... میجر چتن ورما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم نے ٹھیک کہا۔ میں غلط فہمی کا شکار رہا۔ میں اپنے پرائے کی پہچان نہ کر سکا اور اس غلطی کی سزا مجھے ایک نہ ایک دن ملنی ہی تھی"۔ شرجیل نے میجر چتن ورما سے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ میجر چتن ورما کچھ کہتا، ٹارچنگ روم کا دروازہ کھلا اور کرنل راج کمار چہرے پر بھیڑیوں جیسی سفاکی سجائے اندر آ گیا۔

"شرجیل۔ یہ کرنل راج کمار ہیں اور ان کی سفاکی کے بارے میں تو تم مجھے بتاتے رہتے تھے لہٰذا اگر تم نے ان کی سفاکی سے بچنا ہے تو پھر ان کے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دینا"...... بیدی نے شرجیل سے

کہا۔

''میں لعنت بھیجتا ہوں اپنی زمین کے غاصبوں پر۔ جن میں تم بھی شامل ہو اور تمہارا یہ کرنل راج کمار بھی شامل ہے''...... شرجیل نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

شرجیل کی بات سنتے ہی کرنل راج کمار کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے ٹماٹر کی طرح ہو گیا اور اس کے چہرے کے عضلات پھڑکنے لگے۔ وہ فوراً ہی دیوار کی طرف بڑھا اور اس نے دیوار پر لٹکا ہوا ایک کوڑا اتار لیا پھر وہ شرجیل کے قریب آیا اور اس پر اندھا دھند کوڑا برسانے لگا۔

کوڑا شرجیل کے جسم کے مختلف حصوں پر پڑا تھا اور اس کے بدن میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں لیکن وہ درد برداشت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ کرنل راج کمار کوڑا مارتے مارتے تھک گیا اور رک کر ہانپنے لگا۔ اسے ہانپتے دیکھ کر شرجیل کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آ گئی جبکہ میجر چتن ورما اور بیدی کے چہروں پر حیرت کے تاثرات تھے۔ اتنے کوڑے کھانے کے باوجود شرجیل کے منہ سے ہلکی سی چیخ بھی نہیں نکلی تھی۔ چیخنے کی بجائے وہ طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

کرنل راج کمار چند لمحے تو ہانپتا رہا پھر اس کی سانس درست ہوئی تو اس نے غضبناک نظروں سے شرجیل کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی پھوٹنے لگی تھیں۔

''بتاؤ۔ علی عمران کس وقت جری نگر پہنچ رہا ہے اور ان لوگوں کا قیام

کہاں ہو گا''...... کرنل راج کمار نے غراتے ہوئے شرجیل سے کہا تو اس کی مسکراہٹ میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

''اچھا۔ وہ علی عمران، جس کا نام سن کر تمہارے صدر کو بھی خوف کے دورے پڑنے لگتے ہیں''...... شرجیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرنل راج کمار نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ یہ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ شرجیل کا گال پھٹ گیا اور وہاں سے خون رسنے لگا۔ شرجیل اس تھپڑ کی تکلیف کو بھی برداشت کر گیا۔ اس کے چہرے پر موجود طنزیہ مسکراہٹ میں کوئی کمی نہ آئی۔

''علی عمران کا نام سن کر تمہیں بھی پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہے۔ وہ تمہارے سامنے آ گیا تو تمہیں ہارٹ اٹیک ہو جائے گا''...... شرجیل نے اس مرتبہ بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر کرنل راج کمار کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جب اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خنجر تھا۔

''تم نے کرنل راج کمار کا صرف نام سنا تھا۔ آج تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کرنل راج کمار ہے کیا چیز''...... کرنل راج کمار نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی خنجر شرجیل کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

''میں جانتا ہوں کرنل راج کمار کیا چیز ہے''...... شرجیل نے بے خوف لہجے میں کہا۔

''کیا جانتے ہو تم میرے بارے میں''...... کرنل راج کمار نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہی کہ تم ایک گیدڑ ہو گیدڑ۔ تمہاری موت آئی ہے اس لئے تم نے جری نگر کا رخ کیا ہے"...... شرجیل نے بدستور طنزیہ لہجے میں کہا اور جیسے ہی اس کی بات مکمل ہوئی اس کے حلق سے ایک چیخ بھی بلند ہو گئی کیونکہ کرنل راج کمار نے خنجر اس کے کان پر چلا دیا تھا۔ خنجر نے شرجیل کا کان اڑا دیا تھا اور اس مرتبہ شرجیل اپنی چیخ کو نہیں روک سکا تھا۔

"تو ابھی سے چیخنے لگ گیا ہے۔ ابھی تو تیرے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ ہونا ہے۔ ابھی آغاز ہے اور تو آغاز میں ہی چیخنے لگ گیا ہے"۔ کرنل راج کمار نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ شرجیل نے اس کی اس بات کا جواب نہ دیا۔ اس نے اپنا منہ مضبوطی سے بند کر لیا۔

"شرجیل۔ تم کرنل صاحب کے سوالوں کے جواب دے دو۔ میں تمہاری سفارش کروں گا۔ تم اذیت سے بچ جاؤ گے"...... اس مرتبہ بیدی نے شرجیل سے کہا۔

"شٹ اپ۔ مکار قوم کے مکار فرد"...... شرجیل نے بیدی کو جھاڑتے ہوئے کہا تو اس کا منہ بگڑ گیا جبکہ اس کی بات سن کر کرنل راج کمار نے اس کے دوسرے کان پر بھی خنجر چلا دیا۔ شرجیل کا دوسرا کان بھی کٹ کر فرش پر آ گرا۔ اس مرتبہ شرجیل کے منہ سے صرف سسکاری نکلی۔ چیخ کو اس نے دبا لیا تھا۔ کرنل راج کمار نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

"میرا نام کرنل راج کمار ہے۔ میں تو تیری وادی کے پہاڑوں کو

بھی بولنے پر مجبور کر دوں گا۔ تیری حیثیت ہی کیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں تو کب تک زبان نہیں کھولتا"...... کرنل راج کمار نے پھر غراتے ہوئے کہا۔ شرجیل نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ ایک بار پھر اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آ گئی۔

"ورما"...... کرنل راج کمار نے انتہائی سرد لہجے میں میجر چتن ورما کو آواز دی۔ اس کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ میجر چتن ورما کے جسم میں سردی سی لہر دوڑ گئی۔

"یس سر"...... میجر چتن ورما نے کپکپائی ہوئی آواز میں کہا۔

"الیکٹرک شاک دینے والی وائر لے آؤ"...... کرنل راج کمار نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... میجر چتن ورما نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور پھر وہ الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کھول کر اس نے اس میں سے ایک تار نکالی اور پھر وہ تار بجلی کے بورڈ میں لگا کر تار کا دوسرا سرا کرنل راج کمار کو دے دیا۔ اس وقت کرنل راج کمار کے چہرے پر پتھروں جیسی سختی تھی اور اس کی آنکھوں میں چیتے کی سی سفاکی آ گئی تھی۔ ساتھ ہی اس کی آنکھیں سرخ بھی ہو گئی تھیں۔ میجر چتن ورما اور بیدی اس کی یہ حالت دیکھ کر خوفزدہ ہو رہے تھے لیکن جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو رہی تھی وہ مطمئن انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میجر چتن ورما اور بیدی شرجیل کی ہمت اور بے خوفی پر دل ہی دل میں داد دے رہے تھے۔ انہوں نے آج تک کسی بھی انسان کو اس حالت میں

مطمئن اور بے خوف نہیں دیکھا تھا۔ اس حالت میں تو بڑے بڑے جی دار اور نڈر انسان بھی چیخنے، چلانے لگ جاتے تھے اور زبان کھول دیتے تھے لیکن شرجیل نجانے کس مٹی سے بنا ہوا تھا کہ وہ معمولی سا بھی پریشان نہیں ہو رہا تھا۔ میجر چتن ورما سے تار لے کر کرنل راج کمار شرجیل کے قریب بیٹھ گیا۔ جیسے ہی وہ شرجیل کے قریب بیٹھا شرجیل کی دونوں ٹانگیں حرکت میں آ گئیں جو کرنل راج کمار کے سینے میں پڑیں اور وہ الٹ گیا۔ الٹنے سے تار کے دونوں سرے اس کے جسم سے ٹکرائے۔ اس کے جسم کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور اس کے منہ سے چیخ بلند ہوئی۔ میجر چتن ورما یہ دیکھ کر بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے دوڑ کر سوئچ آف کر دیا۔

کرنل راج کمار فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ میجر چتن ورما کے پاس آیا اور اس نے میجر چتن ورما پر تھپڑوں اور لاتوں کی بارش کر دی۔

"اس کے پاؤں تیرے باپ نے باندھنے تھے"...... کرنل راج کمار نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔ وہ میجر چتن ورما کو تھپڑ اور لاتیں مار رہا تھا اور ساتھ ساتھ غلیظ گالیاں بھی دے رہا تھا۔ میجر چتن ورما، کرنل راج کمار کی مار کھا کر چیخنے لگا اور معافیاں مانگنے لگا۔ شرجیل تو میجر چتن ورما کو دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا البتہ بیدی کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے تاثرات پیدا ہو چکے تھے۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس پچویشن میں کیا کرے۔ وہ کبھی کرنل راج کمار کی طرف دیکھتا اور کبھی شرجیل کی طرف پھر شرجیل نے اسے آنکھ

بھی مار دی تو وہ اور زیادہ بوکھلا گیا اور بلا ارادہ اس کے منہ سے ایک جملہ نکل گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"...... اس کی زبان سے نکلا ہوا بلاارادہ یہ جملہ اس کی موت کا سامان بن گیا۔ کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما کو دھکا دے کر دور گرا دیا اور پھر اس نے غضبناک نظروں سے بیدی کی طرف دیکھا۔ بیدی نے اسے اس طرح اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو وہ پسینے میں شرابور ہو گیا اور ساتھ ہی اس کا جسم بھی بری طرح لرزنے لگا۔

"اچھا۔ تو مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے"...... کرنل راج کمار نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں کئی درندوں کی غراہٹ شامل تھی اور یہ بات سن کر بیدی کا حلق بھی خشک ہو گیا۔ اس نے کرنل راج کمار سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے منہ سے آواز ہی نہ نکلی۔ اس نے بے چارگی سے میجر چتن ورما کی طرف دیکھا جو سہمی ہوئی نظروں سے کرنل راج کمار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کرنل راج کمار بیدی کے قریب آیا اور پھر اس کے ہاتھ میں خنجر نظر آیا۔ بیدی کی آنکھوں میں وہ خوف اُمڈ آیا جو شکاری کو اپنے سر پر دیکھ کر ہرنی کی آنکھوں میں آ جاتا ہے اور پھر اس کے بھی حلق سے ویسی ہی چیخ بلند ہوئی جیسی چیخ آخری وقت میں ہرنی کے منہ سے بلند ہوتی ہے۔ کرنل راج کمار کا خنجر بیدی کے دل میں اتر گیا تھا۔ چیخ مارنے کے بعد وہ فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ میجر چتن ورما بدستور سہمی ہوئی نظروں سے کرنل راج

کمار کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اب اٹھو اور اپنے باپ کے پاؤں باندھو۔ اگر میں نے اس سے معلومات حاصل نہ کرنی ہوتیں تو بیدی کے ساتھ ساتھ اس کی اور تمہاری لاشیں بھی تڑپ رہی ہوتیں"...... کرنل راج کمار نے طنزیہ لہجے میں میجر چتن ورما سے کہا تو وہ خاموشی سے اٹھا اور شرجیل کے قریب آیا۔ رسی کا بہت سا بچا ہوا حصہ ابھی کرسی کے پائے کے قریب ہی پڑا ہوا تھا۔ میجر چتن ورما شرجیل کے قریب بیٹھ کر رسی اٹھانے لگا تو شرجیل کی لاتیں پھر حرکت میں آ گئیں۔ اس کی لاتیں میجر چتن ورما کے سینے پر لگیں اور پھر وہ بھی الٹ گیا۔ اسے گرتے دیکھ کر شرجیل نے ایک قہقہہ لگایا۔

"بس۔ چند لمحے باقی ہیں پھر تیرے ساتھ ہی تیرے قہقہے بھی دم توڑ جائیں گے"...... کرنل راج کمار نے غراتے ہوئے لہجے میں شرجیل سے کہا لیکن شرجیل کے چہرے پر پریشانی یا خوف کا کوئی تاثر نہ ابھرا۔ اس کے چہرے پر بدستور مسکراہٹ چھائی رہی۔

میجر چتن ورما فرش سے اٹھا اور وہ ایک بار پھر شرجیل کے قریب آ بیٹھا۔ جیسے ہی وہ شرجیل کے قریب بیٹھا شرجیل نے دوبارہ اس پر لاتیں چلانا چاہیں لیکن میجر چتن شرما نے اس کی ایک لات پکڑ لی اور پھر اس نے ایک ہاتھ سے اس کی لات سیدھی کی اور دوسرے ہاتھ کا مکا اس کے گھٹنے پر مارا۔ شرجیل کا گھٹنا ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی شرجیل کی ایک چیخ بھی بلند ہوئی۔ میجر چتن ورما

نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ اس نے شرجیل کی دوسری ٹانگ کے ساتھ بھی یہی عمل دہرایا۔ اس کی دوسری ٹانگ کا گھٹنا بھی ٹوٹ گیا اور اس کی دوسری چیخ بلند ہوئی۔ اب شرجیل کی دونوں ٹانگیں بے کار ہو چکی تھیں۔

میجر چتن ورما نے بیدردی سے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور انہیں رسی سے باندھ دیا۔ اس دوران شرجیل کے منہ سے چیخیں نکلتی رہیں اور وہ اپنا سر ادھر ادھر مارتا رہا۔ شرجیل کی ٹوٹی ہوئی ٹانگیں باندھنے کے بعد میجر چتن ورما نے کرنل راج کمار کی طرف دیکھا۔

"تم نے یہ کارروائی جس انداز میں کی ہے اس سے میرا دل خوش ہوا ہے اور میں نے وہ فیصلہ بدل لیا ہے جو میں نے کچھ دیر پہلے دل میں کیا تھا"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا۔

کرنل راج کمار کی بات سن کر میجر چتن ورما خوش ہو گیا۔ اس بات کا اندازہ اسے بھی ہو گیا تھا کہ کرنل راج کمار نے کیا فیصلہ کیا ہو گا۔ یقیناً یہ فیصلہ اس کی موت کا ہی تھا جو اب کرنل راج کمار نے بدل لیا تھا اور یہ میجر چتن ورما کے لئے بہت ہی خوشی کی بات تھی۔

"تھینک یو سر۔ میں تو آپ کا داس ہوں سر"...... میجر چتن ورما نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا۔

"اب سوئچ آن کر دو"...... کرنل راج کمار نے میجر چتن ورما سے کہا تو وہ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور اس نے جو سوئچ آف کیا تھا اسے آن کر دیا۔ کرنل راج کمار نے تار اٹھائی اور وہ ایک بار پھر شرجیل

کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر سفاکانہ مسکراہٹ تھی پھر اس نے تار کے دونوں حصے شرجیل کے چہرے پر لگا دیئے۔ شرجیل کے جسم کو جھٹکے لگنے لگے اور ساتھ ہی اس کے منہ سے کربناک چیخیں بھی نکلنے لگیں۔

"اب بھی وقت ہے شرجیل۔ اپنے آپ کو اذیت ناک موت سے بچا لے اور بتا دے کہ علی عمران اور اس کے ساتھی جری نگر میں کہاں ٹھہریں گے"...... کرنل راج کمار نے تار شرجیل کے منہ سے الگ کیا اور زہریلے لہجے میں بولا۔

"نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم"...... شرجیل نے انکار کی صورت میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اگر تو اذیت ناک موت مرنا ہی چاہتا ہے تو پھر میں تجھ پر ترس کیوں کھاؤں"...... کرنل راج کمار نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تار دور پھینک دیا اور ایک بار پھر خنجر اٹھا لیا۔

خنجر اس نے شرجیل کی ایک آنکھ میں مارا تو اس کی کربناک چیخیں بلند ہونے لگیں۔ کرنل راج کمار نے اس کی چیخوں کی پرواہ نہ کی۔ اس نے شرجیل کا سر پکڑا اور خنجر کی نوک اس کی دوسری آنکھ میں بھی اتار دی۔ شرجیل کی کربناک چیخوں میں اضافہ ہو گیا۔ اس کے بعد کرنل راج کمار نے شرجیل کی گردن پر بھی خنجر کی نوک پھیر دی۔ اس کی گردن سے بھی خون بہنے لگا اور ساتھ ہی اس کی چیخیں بھی معدوم ہونے لگیں۔

"بولو شرجیل بولو۔ علی عمران کہاں آ رہا ہے"...... کرنل راج کمار نے تیز لہجے میں کہا۔

"گرین پہاڑیوں کے درمیان غاروں میں"...... شرجیل کا شعور ختم ہو چکا تھا اس لئے اس نے لاشعوری طور پر بولتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آواز ڈوبتی چلی گئی۔ چند ہی لمحوں میں اس کی آواز مکمل طور پر ڈوب گئی۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔

"سر۔ شرجیل کی زبان کھلوانا صرف آپ کا ہی کام ہے۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یہ جگہ ہمیں کبھی بھی معلوم نہ ہوتی"...... میجر چتن ورما نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا۔

"تم اس کی لاش کو کہیں آبادی کے قریب پھنکوا دو تا کہ جو بھی اس کی لاش کو دیکھے وہ عبرت حاصل کرے اور صبح ہونے سے پہلے تم نے گرین پہاڑوں پر آپریشن بھی کرنا ہے۔ مجھے صبح ہونے سے پہلے پہلے علی عمران چاہئے ہر حال میں۔ زندہ یا مردہ"...... کرنل راج کمار نے اس کی خوشامد کو نظر انداز کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں اس سے کہا۔

"سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ حرف بہ حرف تعمیل ہو گی۔ شرجیل کی لاش شہر کے قریب پھینک دی جائے گی اور صبح ہونے سے پہلے علی عمران اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں آپ کے سامنے پہنچ جائیں گی"۔ میجر چتن ورما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یاد رکھو۔ اگر صبح تک علی عمران زندہ یا مردہ میرے سامنے نہ پہنچا تو پھر تم خود کو گولی مار لینا کیونکہ اس صورت میں تمہارے لئے آتما

ہتھیا ہی بہتر رہے گی۔ اگر تم میرے سامنے ناکام واپس آ گئے تو شرجیل سے زیادہ اذیت ناک موت مارے جاؤ گے“...... کرنل راج کمار نے سرد لہجے میں کہا۔اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ میجر چتن ورما کو اپنے جسموں میں سرد لہریں سی دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اب علی عمران کی گرفتاری اس کی موت و حیات کا مسئلہ تھا اور اپنی زندگی بچانے کے لئے وہ پوری وادیٔ مشکبار کو آگ لگا سکتا تھا۔

”عمران صاحب۔ کافرستانی فوج نے ہمارے ان پہاڑوں کو گھیر لیا ہے۔ ہم ان کا مقابلہ کر رہے ہیں“...... اقبال انصاری نے غار میں آتے ہوئے کہا۔

”نو پرابلم۔ اس مقابلے میں ہم بھی شامل ہوں گے“...... عمران نے اقبال انصاری سے کہا۔

”جی بہتر۔ صندوقوں میں اسلحہ موجود ہے۔ آپ اسلحہ اٹھا لیں اور چلیں“...... اقبال انصاری نے کہا۔ وہ سب صندوقوں کی طرف بڑھے اور اسلحہ اٹھانے لگے۔

”مس۔ آپ بھی فوج سے لڑیں گی“...... اقبال انصاری نے جولیا کو بھی اسلحہ اٹھاتے دیکھا تو کہا۔

”اقبال صاحب۔ یہاں آنے کا میرا مقصد بھی وہی ہے جو عمران وغیرہ کا ہے“...... جولیا نے اقبال انصاری سے کہا۔ جولیا کی بات سن کر

اقبال انصاری نے اور کچھ نہ کہا۔ ان سب نے اسلحہ اٹھایا۔ اسلحے میں زیادہ تر بھاری گنیں تھیں۔ اسلحہ اٹھا کر وہ اقبال انصاری کے ساتھ غار سے باہر آ گئے۔

باہر ابھی تک زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ انہوں نے اکٹھے رہنے کی بجائے بکھر کر لڑنے کو ترجیح دی۔ لہٰذا وہ ادھر ادھر بکھر گئے۔

عمران نے ایک پہاڑی کے پیچھے چند فوجیوں کی موجودگی نوٹ کی تھی۔ اس پہاڑی سے زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ اس پہاڑی کے علاوہ اور بھی کئی جگہوں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ فوج نے ان پہاڑوں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔

عمران اس پہاڑی کے عقب کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا ارادہ عقب سے ان فوجیوں پر حملہ کرنے کا تھا۔ عقب میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ عقب سے اس پہاڑی پر چڑھنے کا راستہ انتہائی دشوار گزار بلکہ ناممکن تھا لیکن عمران اس پہاڑی پر لازماً جانا چاہتا تھا کیونکہ اس نے ان فوجیوں میں ایک میجر کی جھلک بھی دیکھی تھی۔ وردی پر لگے ہوئے سٹارز اسے میجر ظاہر کر رہے تھے اور عمران کا خیال تھا کہ اس آپریشن کو وہی لیڈ کر رہا ہے لہٰذا عمران اس ناممکن راستے کا انتخاب کر رہا تھا۔ وہ تو عموماً ناممکن راستے ہی منتخب کرتا تھا۔ ایسے راستے جن کے بارے میں دوسرے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی اور پہاڑی پر چڑھنے لگا اور پھر اسے یہ ناممکن راستہ طے کرنے میں آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ آدھ گھنٹہ کے

بعد وہ پہاڑی پر پہنچا تو وہاں موجود چھ فوجیوں کی توجہ سامنے ہی تھی۔ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اس طرح ان کے عقب میں بھی پہنچ سکتا تھا۔ عمران کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا۔ اس نے یکدم ان پر فائر کھول دیا۔ پانچ فوجی تو فوراً ہی فائرنگ کی زد میں آ گئے۔ ان کی چیخیں بلند ہوئیں وہ اچھلے اور اچھل کر پہاڑ سے نیچے گرتے چلے گئے۔ چھٹا فوجی جو کہ میجر تھا، عمران نے جان بوجھ کر اسے نشانہ نہ بنایا البتہ جیسے ہی وہ مڑا، عمران نے اس کے ہاتھ پر فائر کر دیا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل کر پہاڑی سے نیچے جا گری۔ اپنے ساتھیوں کو گولیوں کا نشانہ بن کر پہاڑ سے نیچے گرتے اور اپنی گن بھی نیچے گرتے دیکھ کر میجر کے چہرے پر خوف کے تاثرات چھا گئے۔

"اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو منہ دوسری طرف کر کے پہاڑ پر لیٹ جاؤ"...... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو میجر نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ جیسے ہی وہ لیٹا، عمران نے آگے بڑھ کر مشین پسٹل کا دستہ اس کے سر کے پچھلے حصے پر مارا۔ اس کا ایک وار ہی کافی رہا اور وہ میجر بے ہوش ہو گیا۔ عمران نے احتیاطاً اس کے سر پر ایک وار اور کیا اور پھر اس نے میجر کی نبض بھی چیک کی۔ نبض کے مطابق اسے ایک گھنٹے سے پہلے ہوش نہیں آ سکتا تھا۔

اس کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد عمران نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ گو کہ فائرنگ کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا لیکن اس کی شدت میں کمی آ چکی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک یہ فائرنگ جاری رہی

پھر فائرنگ مکمل طور پر بند ہوگئی۔ عمران نے بے ہوش میجر کے سر پر ایک اور وار کیا اور پھر اس نے جیب سے اپنا سیل فون نکالا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو فون کر کے صورت حال پوچھنا چاہتا تھا کہ اس کے سیل فون کی بیل بجنے لگی۔ اس نے سیل فون کی سکرین پر نظر دوڑائی۔ جولیا کا نام فلیش ہو رہا تھا۔

"یس۔ علی عمران ایم ایس سی، ڈی ایس سی (آکسن) اسپیکنگ"۔ عمران نے کہا۔

"بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یہ ڈگریاں حاصل کی ہوئی ہیں۔ تم فوراً غار کے قریب پہنچو"...... جولیا کی تیز آواز سنائی دی اور پھر کال منقطع ہوگئی۔ عمران نے سیل فون جیب میں رکھا اور پھر بے ہوش میجر کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پہاڑ سے نیچے اترنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد وہ اس غار کے قریب پہنچ گیا جہاں انہوں نے رات گزاری تھی۔ وہاں اس کے تمام ساتھی اور اقبال انصاری کھڑے ہوئے تھے۔

"عمران صاحب۔ ہمیں یہ جگہ فوری طور پر چھوڑ کر دوسری جگہ جانا ہے"...... عمران کو دیکھتے ہی اقبال انصاری نے اس سے کہا اور پھر وہ بے ہوش میجر کو دیکھنے لگا جسے عمران نے پتھریلی زمین پر لٹا دیا تھا۔

"پہلے تو آپ مجھے ایک رسی دیں تاکہ میں اسے باندھ سکوں"۔ عمران نے اقبال انصاری سے کہا تو وہ غار میں گیا اور چند لمحوں کے

بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں رسی موجود تھی۔

"لیجئے عمران صاحب۔ لیکن پلیز جلدی کیجئے"...... اقبال انصاری نے رسی عمران کو دیتے ہوئے کہا۔ عمران نے رسی لے کر میجر کے ہاتھ پشت پر کر کے باندھ دیئے۔ رسی عمران نے اپنے مخصوص انداز میں باندھی تھی اس لئے اسے یقین تھا کہ میجر رسی کھول نہیں سکے گا۔ جیسے ہی عمران رسی باندھ کر فارغ ہوا جوزف آگے بڑھا اور اس نے میجر کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

"آیئے عمران صاحب"...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھنے لگے۔ وہ پہاڑوں کے درمیان میں ہی چلتے رہے۔ تقریباً بیس منٹ چلنے کے بعد اقبال انصاری ایک جگہ رک گیا۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ تھی۔ اقبال انصاری نے ان سب کو رکنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ ایک پہاڑ کی طرف بڑھا۔ جو عمل اس نے پہلے والے غار کے پتھر کے ساتھ کیا تھا وہی عمل اس نے یہاں دہرایا۔ پتھر پر دباؤ پڑنے سے ہی پتھر اپنی جگہ سے سرک گیا۔ وہ سب ایک ایک کر کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ بھی بہت ہی کشادہ اور طویل غار تھا جو کئی موڑ مڑا تھا۔ غار کے آخر میں پہنچ کر اقبال انصاری رک گیا۔ گو کہ غار کے باہر دن کی روشنی تھی لیکن غار کے اندر اندھیرا تھا۔ اقبال انصاری نے ٹارچ روشن کی ہوئی تھی جہاں اقبال انصاری رکا تھا وہاں چارجنگ لائٹس موجود تھیں۔ اقبال انصاری نے چارجنگ لائٹس جلا کر ٹارچ آف کر دی۔

چارجنگ لائٹس کے جلنے سے غار میں خوب روشنی ہو گئی تھی۔ اس جگہ بھی انہیں کچھ صندوق دکھائی دیئے۔ یہاں بھی قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ سب قالین پر بیٹھ گئے جبکہ جوزف نے میجر کو ایک طرف پٹخا تو زمین پر گرتے ہی اس کی سسکی بلند ہوئی جس کا مطلب تھا کہ اسے ہوش آ گیا تھا۔

"اقبال صاحب۔ ہماری وجہ سے آپ کا ایک ٹھکانہ تو ضائع ہو گیا"...... عمران نے اقبال انصاری سے کہا۔

"عمران صاحب۔ ہمارے ایسے سینکڑوں ٹھکانے ہیں اور ہم یہ ٹھکانے بدلتے ہی رہتے ہیں لہٰذا آپ اس کی فکر نہ کریں"...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا۔

"اقبال صاحب۔ ہماری آمد اور ہمارے ٹھکانے کے بارے میں کافرستانی آرمی کیسے باخبر ہو گئی"...... اس مرتبہ جولیا نے اقبال انصاری سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"میں بہت دیر سے اس سوال کا انتظار کر رہا تھا۔ ہمارے ایک ساتھی تھے شرجیل، جو کل شام لاپتہ ہو گئے تھے اور آج صبح ان کی لاش ملی ہے۔ انہیں قتل کرنے سے پہلے ان پر بہیمانہ تشدد کیا گیا ہے"...... اقبال انصاری نے جولیا کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ سن کر بہت افسوس ہوا اقبال صاحب۔ ہم شرجیل کے قتل کا بدلہ اس میجر سے لیں گے"...... تنویر نے اقبال انصاری سے کہا اور پھر اس نے میجر کی طرف دیکھا جو خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"سر۔ ہم تو شہادت کی آرزو میں اپنی جانیں ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں اور شہید ہونا تو ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے"...... اقبال انصاری نے تنویر سے کہا۔

"بے شک۔ شہادت بہت بلند مرتبہ ہے جسے یہ نصیب ہو جائے اس سے بڑھ کر خوش نصیب بھلا کون ہو سکتا ہے"...... تنویر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ کافرستانی آرمی سے تازہ ترین لڑائی میں سرفراز سمیت ہمارے پانچ ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا ہے اور آرمی کے پورے دستے میں سے شاید یہ میجر ہی ہے جو باقی بچا ہے"...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"...... عمران نے بلند آواز میں کہا۔

اسی لمحے انہوں نے قدموں کی آواز سنی اور پھر دو مجاہد ان کے سامنے آ گئے جنہوں نے کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔

"عمران صاحب۔ ناشتے کا وقت تو لڑائی میں گزر گیا۔ اب ناشتہ اور لنچ اکٹھے ہی تناول فرمائیں"...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا جبکہ کھانا لانے والے مجاہدین نے کھانا قالین پر رکھ دیا۔ وہ سب کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جوزف۔ میجر کے ہاتھ کھول دو تا کہ یہ بھی کھانے میں شریک ہو سکے"...... عمران نے جوزف سے کہا۔ جوزف نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ عمران کی اس بات پر کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔ وہ سب خاموشی

سے کھانا کھانے لگے۔ جلد ہی وہ کھانے سے فارغ ہو گئے۔

"میجر۔ کیا نام ہے تمہارا"...... کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عمران نے میجر سے پوچھا۔

"میرا نام میجر چتن ورما ہے اور عمران صاحب۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دینا چاہتا ہوں۔ میں آپ سب سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ خاص طور پر شرجیل نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ ہم لوگ موت سے بہت ڈرتے ہیں لیکن میں نے شرجیل کے چہرے پر موت کا خوف نہیں دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ کچھ دیر کے بعد وہ زندہ نہیں رہے گا لیکن اس کے باوجود وہ مطمئن تھا اور مسکرا رہا تھا۔ مجھے اس کے اطمینان اور مسکراہٹ پر حیرت ہو رہی تھی اور میں ان لمحوں میں بھی سوچ رہا تھا کہ مسلمانوں میں آخر وہ کون سا جذبہ ہے کہ وہ موت سے بھی خوفزدہ نہیں ہوتے"...... میجر نے اپنا نام بتایا اور شرجیل کے متعلق بتایا۔

"شرجیل کو تم نے مارا ہے"...... اقبال انصاری نے پوچھا۔

"نہیں۔ اسے میں نے نہیں بلکہ کرنل راج کمار نے مارا ہے اور اسی نے شرجیل کو تشدد کا نشانہ بھی بنایا۔ شعور میں رہتے ہوئے اس نے آپ لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا حالانکہ اس پر انسانیت سوز تشدد کیا گیا۔ جب اس کا شعور ختم ہوا تو اس نے لاشعوری طور پر آپ کے ٹھکانے کا نام لیا اور مر گیا"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"شرجیل کے بارے میں تمہیں کہاں سے پتا چلا"...... عمران نے

میجر چتن ورما سے پوچھا۔

"اس کے دوست بیدی سے جو کہ سالہا سال سے بیدار رانا کے نام سے جری نگر میں رہ رہا تھا۔ بیدی آرمی کا مخبر تھا لیکن وہ بہت ہی خاص باتوں کی رپورٹ دیا کرتا تھا۔ تمہاری آمد چونکہ بہت خاص بات تھی اس لئے اس نے مجھے رپورٹ دی۔ میں نے کرنل راج کمار کو اور کرنل نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں شرجیل کو اغوا کر کے آرمی سنٹر لے آؤں۔ میں بیدی کی مدد سے شرجیل کو اغوا کر کے لے گیا"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"کرنل راج کمار آرمی سنٹر میں ہی ہوتا ہے"...... اقبال انصاری نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ کہیں آپریشن کرنا ہو تو وہ آرمی سنٹر سے باہر نکلتا ہے ورنہ تو وہ آرمی سنٹر میں ہی رہتا ہے"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"میں آپ کا سوال نہیں سمجھ سکا۔ بھلا میرا کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔ میں تو آپ لوگوں کا قیدی ہوں اور قیدی اپنی مرضی سے پروگرام نہیں بنا سکتا"...... میجر چتن ورما سے کہا۔

"میرا ارادہ ہے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے۔ اس صورت میں تمہارا کیا ارادہ ہو گا۔ تم کس طرح اپنے آرمی ایریئے میں جاؤ گے اور کرنل راج کمار کو کیا جواب دو گے"...... عمران نے کہا۔ عمران کی بات سن کر میجر چتن ورما سوچ میں پڑ گیا۔ وہ کافی دیر تک سوچتا رہا۔

"عمران صاحب۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھ میں بھی کوئی خوف نہ رہے جیسے آپ لوگوں میں موت کا خوف بھی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی شرجیل کی طرح موت کو سامنے دیکھ کر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے بات کروں"...... میجر چتن ورما نے کہا۔

اس کی بات سن کر عمران کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی جبکہ باقی سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں"...... میجر چتن ورما نے کہا تو سب خوش ہو گئے۔

"میجر۔ جہاں تمہارے لئے سعادت کی بات ہے وہاں ہمارے لئے بھی خوشی کی بات ہے۔ میں تمہیں کلمہ پڑھاتا ہوں۔ تم میرے ساتھ ساتھ پڑھو"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے میجر کو کلمہ پڑھایا۔

"نعرہ تکبیر"...... اقبال انصاری نے نعرہ بلند کیا تو سب نے زور سے اللہ اکبر کہا۔

"میجر صاحب۔ کلمہ پڑھنے کے بعد سب سے پہلے اپنا نام بھی اسلامی رکھنا پڑتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں نے اپنا نام سوچ لیا ہے۔ میرا اسلامی نام شرجیل ہو گا"...... میجر نے کہا۔

"تم نے ایک خوبصورت نام کا انتخاب کیا ہے میجر صاحب"۔ اس

مرتبہ صفدر نے اس سے کہا۔

"جناب۔ اب آپ مجھے میجر نہ کہیں۔ اب میرا اس عہدے سے کوئی تعلق نہیں۔ اب میں شرجیل ہوں"...... شرجیل نے صفدر سے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"شرجیل۔ تمہیں یہ معلوم ہو گا کہ ہم کیا مشن لے کر آئے ہیں"۔ عمران نے اس سے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ ایک سفاک بھیڑیئے کے خاتمے کا مشن لے کر آئے ہیں"...... شرجیل نے کہا۔

"اس سلسلے میں تم ہمیں کیا مشورہ دو گے۔ ہم کس طرح کرنل راج کمار کا خاتمہ کر سکتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آرمی ایریئے میں تو یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ وہاں ہزاروں کی تعداد میں فوجی ہیں اور جدید ترین اسلحہ بھی ہے البتہ کسی آپریشن کے دوران آپ اس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جس طرح آج آپ نے مقابلہ کر کے میرے ساتھ آئے ہوئے دستے کا خاتمہ کر دیا ہے"...... شرجیل نے عمران سے کہا۔

"کرنل راج کمار کے کیا مشاغل ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"عمران صاحب۔ کرنل راج کمار لڑکیوں کا بہت رسیا ہے۔ اسے خبر ملی ہے کہ ایک مشکباری سیاست دان، جس کے نظریات کافرستانی سرکار سے ملتے ہیں یا آپ یوں کہہ لیں کہ جسے کافرستانی سرکار نے خریدا ہوا ہے اس کی لڑکی کافرستان کے دارالحکومت میں ایک کالج میں

پڑھتی ہے۔ کافرستان کے دارالحکومت اور یہاں وادیٔ مشکبار میں اس لڑکی کے حسن کا بہت چرچا ہے۔ کل اس لڑکی کے کالج میں چھٹیاں ہو رہی ہیں اور وہ لڑکی کل شام تک واپس اپنے گھر آ جائے گی۔ کرنل راج کمار کا ارادہ اس لڑکی کو اغوا کرنے اور اس کے سارے گھرانے کو قتل کرنے کا ہے۔ وہ کل رات ہی یہ آپریشن کرے گا کیونکہ لڑکی کے حسن کی تعریف سن کر اسے کسی پل چین نہیں مل رہا ہے''...... شرجیل نے طویل گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

''جب لڑکی کا سیاست دان باپ کافرستان کا حمایتی ہے پھر کرنل راج کمار اس کے گھر پر کیسے آپریشن کرے گا۔ حکومت اس کے خلاف ایکشن نہیں لے گی''...... نعمانی نے کہا۔

''کافرستانی سرکار تو یہ چاہتی ہے کہ وادیٔ مشکبار سے مسلمانوں کی اکثریت، اقلیت میں بدل جائے۔ اب وہ مسلمانوں میں یہ تفریق نہیں کرے گی کہ یہ کافرستان کے حمایتی ہیں یا مخالف اور پھر کرنل راج کمار کو یہ ثابت کرنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ وہ سیاست دان اندرون خانہ آتنک وادیوں کا ہمدرد تھا اور انہیں اسلحہ اور فنڈ فراہم کرتا تھا''۔ شرجیل نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اس سیاست دان کا نام کیا ہے''...... اقبال انصاری نے شرجیل سے پوچھا۔

''شیخ الیاس اس کا نام ہے اور لڑکی کا نام زریاب ہے''...... شرجیل نے اقبال انصاری سے کہا۔

''شیخ الیاس ہماری تحریک کا بہت بڑا مخالف ہے لیکن اس کی بیٹی دختر مشکبار ہے۔ اس کی عزت اور جان بچانا ہمارا فرض ہے اور ہم یہ فرض پورا کریں گے''...... اقبال انصاری نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''اقبال صاحب۔ آپ آج ہی شیخ الیاس کے گھر کے چاروں طرف اپنے آدمی تعینات کر دیں۔ جیسے ہی وہ کافرستانی آرمی کو اس کے گھر کی طرف بڑھتے دیکھیں وہ فوری طور پر ہمیں اطلاع کریں''...... عمران نے اقبال انصاری سے کہا۔

''او کے۔ یہ کام ابھی ہو جائے گا''...... اقبال انصاری نے کہا۔

''اقبال صاحب۔ ہم یہاں غار میں بند ہو کر نہیں بیٹھ سکتے۔ ہم شہر میں جا کر رہیں گے اور آرمی ایریئے کا بھی جائزہ لیں گے۔ اس کے بعد جیسے حالات پیش آئے ہم اس کے مطابق ایکشن بھی کریں گے لہٰذا آپ ہمیں جری نگر شہر پہنچا دیں''...... تنویر نے اقبال انصاری سے کہا۔

''میں جانتا ہوں سر آپ غار میں بند ہو کر نہیں بیٹھ سکتے۔ میں آپ کو شہر پہنچانے کا بندوبست کرتا ہوں''...... اقبال انصاری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شرجیل صاحب۔ اب آپ کا کیا پروگرام ہے''...... عمران نے شرجیل سے پوچھا۔

''اگر اقبال صاحب مجھ پر اعتماد کریں تو یہ مجھے اپنے ساتھ شامل کر لیں اور اگر یہ مجھ پر اعتماد نہیں کریں گے تو پھر میں کافرستان چلا

جاؤں گا''......شرجیل نے کہا۔

''اب آپ ہمارے بھائی ہیں شرجیل صاحب اور ہم اعتماد کرنے والے لوگ ہیں''...... اقبال انصاری نے کہا۔

''تھینک یو۔ میں آپ کے ساتھ آپ کی جدوجہد میں شامل ہوں گا''......شرجیل نے کہا۔

''او کے اقبال صاحب۔ آپ شرجیل صاحب کو اپنے ساتھ لے جائیں اور ہمیں شہر پہنچانے کا بندوبست کریں''...... عمران نے اقبال انصاری سے کہا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر شرجیل بھی کھڑا ہوا اور پھر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔

''عمران صاحب۔ کیا شرجیل دل سے مسلمان ہوا ہے''...... ان دونوں کے جانے کے بعد چوہان نے پوچھا۔

''دلوں کے بھید اللہ جانتا ہے اور ہمیں کسی کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہئے''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ میں نے تو اس کے چہرے پر سچائی دیکھی ہے''۔ صفدر نے عمران سے کہا۔

''اگر وہ صدقِ دل سے ایمان لایا ہے تو اللہ اسے اجر دے گا اور اگر وہ ہمیں دھوکا دے رہا ہے تو پھر اس دنیا میں بھی اس کا انجام بُرا ہو گا اور آخرت میں بھی اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''عمران۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں میک اپ ابھی کر لینا چاہئے''۔ تنویر نے عمران سے کہا۔

''ہاں۔ تم سب یہیں میک اپ کر لو۔ میں شہر میں پہنچ کر میک اپ کروں گا''...... عمران نے تنویر سے کہا۔

''او کے۔ ہم میک اپ کرتے ہیں''...... اس مرتبہ جولیا نے کہا اور پھر وہ اپنے سامان کی طرف بڑھی تا کہ سامان میں سے میک اپ بکس نکال سکے۔

"اجے۔ مجھے ایک بہت ہی اہم خبر ملی ہے"...... صفدر کے کانوں میں ایک آواز پڑی تو اس نے سرسری انداز میں اس طرف دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی۔

ہال کی اکثر میزیں خالی تھیں۔ اس کے دائیں طرف پہلی ہی میز پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اسے صفدر نے پہلے بھی دیکھا تھا اب دوسرا آدمی آیا تھا اور وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

صفدر اس وقت میک اپ میں تھا۔ وہ سب میک اپ کر کے جری نگر شہر پہنچے تھے۔ اقبال انصاری نے انہیں ایک جگہ ٹھہرنے کی بجائے تین مکانوں میں ٹھہرایا تھا۔ عمران، جولیا اور جوزف ایک جگہ تھے۔ دوسرے مکان میں صفدر اور چوہان تھے اور تیسرے مکان میں تنویر اور نعمانی تھے۔ سامان رکھنے کے بعد وہ سب ہی جری نگر بازار میں نکل آئے تھے۔ انہوں نے آپریشن تو آرمی ایریا میں ہی کرنا تھا۔ شہری

علاقوں میں گھوم پھر کر وہ حالات کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ صفدر بھی بازار میں گھومنے پھرنے کے بعد ایک ہوٹل میں قہوہ پینے کے لئے آیا تھا۔ مشکباری قہوہ وہ اپنے شہر میں بھی شوق سے پیتا تھا اور یہاں آ کر تو اس شوق میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کے کانوں میں جو جملہ پڑا تھا وہ ایک عام سا جملہ تھا لیکن کہنے والے نے اسے اس انداز میں بولا تھا کہ صفدر بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"کیا خبر ہے شیکھر"...... ہوٹل میں پہلے سے موجود آدمی نے آنے والے سے پوچھا۔

"پاکیشائی ایجنٹوں کے متعلق خبر ہے"...... بعد میں آنے والے جس کا شیکھر لیا گیا تھا، نے کہا۔

یہ بات سنتے ہی اجے نے چونک کر اپنے چاروں طرف دیکھا۔ صفدر کی نظریں ان کی طرف نہیں تھیں اور نہ ہی اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ ان کی طرف متوجہ ہے۔ وہ اپنے خیالوں میں گم بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔

"خاموش رہو۔ قہوہ پی لیں پھر کسی اور جگہ چل کر بات کرتے ہیں"۔ اجے نے اپنی آواز کو دھیما کرتے ہوئے کہا۔

"ویٹر"...... اگلے ہی لمحے صفدر نے اجے کی آواز سنی۔ اس نے ویٹر کو بلایا تھا۔

ویٹر کے قریب آنے پر اس نے قہوے کا آرڈر دیا تھا جبکہ صفدر کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کاؤنٹر پر آ کر بل ادا کیا اور پھر وہ

ہوٹل سے باہر آ گیا۔ ہوٹل کی بائیں طرف ایک گلی تھی۔

صفدر اس گلی میں داخل ہو گیا۔ گلی میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ صفدر نے جلدی سے کوٹ اتارا اور پھر الٹا کر کے پہن لیا پھر اس نے سر پر پہنی ہوئی وگ اور ہونٹوں پر لگائی ہوئی مونچھیں اتار کر کوٹ کی جیب میں رکھ لیں۔ اب وہ یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ اجے اور شیکھر اسے دیکھ کر پہچان نہیں سکتے تھے۔ اس کارروائی میں اس کے صرف چند سیکنڈ خرچ ہوئے تھے۔ وہ گلی سے باہر نکلا اور اس نے سڑک کے دونوں جانب دیکھا۔ وہاں اکا دکا لوگ ہی موجود تھے اور صفدر کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں تھا۔ ہوٹل کی دائیں جانب سڑک کی دوسری طرف ایک بک سٹال دکھائی دے رہا تھا جس پر اخبار بھی نظر آ رہے تھے۔ صفدر اس بک سٹال کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک اخبار خریدا اور بک سٹال کے قریب رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا۔ اخبار اس کے چہرے کے سامنے تھا لیکن اس کی نظریں ہوٹل کے گیٹ پر تھیں۔

"صاحب۔ کیا آپ یہاں کسی کے مہمان ہیں"...... بک سٹال والے نے صفدر سے پوچھا تو صفدر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"جی ہاں لیکن آپ کو یہ بات کیسے محسوس ہوئی"...... صفدر نے دکاندار سے کہا۔

"آج آپ مجھے پہلی بار دکھائی دیئے ہیں اس لئے میں نے پوچھا ہے"...... دکاندار نے کہا تو صفدر نے اخبار تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔

"آپ کا نام کیا ہے"...... صفدر نے دکاندار سے پوچھا۔

"میرا نام سلمان فاروقی ہے"...... دکاندار سے پوچھا۔

"سلمان صاحب۔ جری نگر بہت بڑا شہر ہے اور اردگرد گاؤں بھی بہت لگتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں وہاں سے لوگ جری نگر آتے ہیں اور یہاں کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے پھر آپ کسی کے بارے میں کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ آدمی اس شہر کا باسی ہے یا مہمان ہے"...... صفدر نے کہا۔

"میں تو جناب چالِ ڈھال سے ہی اندازہ لگا لیتا ہوں کہ بندہ اسی شہر کا ہے یا کسی اور علاقے کا ہے"...... بک سٹال والے نے صفدر سے کہا اور اسی وقت صفدر کو اجے اور شیکھر ہوٹل سے باہر نکلتے دکھائی دیئے۔ ہوٹل سے باہر آتے ہی انہوں نے سڑک کے دونوں طرف غور سے دیکھا تھا۔ صفدر اب بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"آپ کی نظر تو ماشاء اللہ بہت تیز ہے"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب۔ جری نگر میں آپ کس کے مہمان ہیں"...... دکاندار سلمان فاروقی نے صفدر سے پوچھا۔

"میں یہاں جلال انصاری کا مہمان ہوں"...... صفدر نے اقبال انصاری کے والد کا نام لیتے ہوئے کہا۔ اقبال انصاری نے ان سے کہا تھا کہ اگر کوئی ان سے پوچھ لے کہ وہ کس کے مہمان ہیں تو وہ اس کے والد جلال انصاری کا نام لے لیں۔

"اچھا اچھا۔ پھر تو آپ ہمارے بھی مہمان ہوئے۔ میں آپ کے لئے قہوہ منگواتا ہوں"...... دکاندار نے کہا۔

"شکریہ سلمان فاروقی صاحب۔ قہوہ میں کسی اور وقت آ کر پیوں گا۔ اب میں چلتا ہوں"...... صفدر نے دکاندار سے کہا اور پھر وہ آگے بڑھا جبکہ دکاندار نے اسے روکنے کی کوشش بھی کی لیکن اس وقت صفدر رک نہیں سکتا تھا کیونکہ اجے اور شیکھر اس سے کافی فاصلے پر جا چکے تھے۔ وہ دونوں پیدل ہی آگے جا رہے تھے اس لئے صفدر بھی پیدل ہی ان کے پیچھے بڑھنے لگا۔ کافی دور آ کر وہ ایک پہاڑ کے پیچھے چلے گئے تھے۔ صفدر نے اپنی رفتار تیز کر دی اور پھر وہ بھی اس پہاڑ تک پہنچ گیا جس کے پیچھے وہ دونوں گئے تھے۔ صفدر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ سائیلنسر لگا ریوالور اس کے کوٹ کی جیب میں موجود تھا۔ وہ چونکے انداز میں پہاڑ کے پیچھے پہنچا۔ پیچھے پہنچتے ہی اسے وہ دونوں نظر آ گئے۔ اجے سیل فون جیب میں رکھ رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے سیل فون پر کسی سے بات کی ہے۔

صفدر ان کے سامنے پہنچا تو وہ دونوں بری طرح چونکے اور ان کے چہروں پر سختی کے تاثرات آ گئے۔ صفدر نے فوراً ہی اپنی چھوٹی انگلی اٹھا کر انہیں اشارہ کیا تو ان کے چہروں پر موجود سختی ختم ہو گئی۔ وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھنے لگے۔ صفدر نے رخ پہاڑ کے کونے کی طرف کر لیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کہ وہ دونوں وہاں سے چلے جائیں تو وہ رفع حاجت کے لئے بیٹھے۔

وہ دونوں اس کے قریب سے گزرنے لگے۔ صفدر کے اشارے کی وجہ سے وہ مطمئن ہو گئے تھے لیکن جیسے ہی وہ صفدر کے قریب سے گزرے صفدر بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس کا ایک مکا اجے کی کنپٹی پر لگا اور دوسرے کے سینے میں اس کے پاؤں کی ٹھوکر لگی۔ شیکھر صفدر کی ٹھوکر کھا کر اچھلا اور اس کا سر پتھر سے ٹکرا گیا۔ پتھر سے ٹکرانے کے بعد وہ نیچے گرا اور پھر اٹھ نہ سکا جبکہ اجے نے سر کو جھٹک کر خود کو حواس میں رکھنے کی کوشش کی لیکن صفدر کے دوسرے مکے نے اس کی یہ کوشش ناکام بنا دی۔ کنپٹی پر پڑنے والے مکے نے اسے بھی نیچے گرا دیا تھا اور ساتھ ہی اس کا ذہن بھی اندھیروں میں ڈوب گیا تھا۔

ان دونوں کے بے ہوش ہو جانے کے بعد صفدر نے جیب سے ایک ایف ایم ریڈیو سیٹ نکال لیا۔ یہ دراصل جدید ٹرانسمیٹر تھا جو اقبال انصاری نے اسے دیا تھا۔ اقبال انصاری نے سب کو ٹرانسمیٹر دیئے تھے تاکہ اگر اس سے رابطہ کی ضرورت پڑے تو وہ رابطہ کر سکیں۔ اب صفدر کو اس سے رابطے کی ضرورت تھی کیونکہ صفدر ان دونوں کو اٹھا کر اپنی رہائش گاہ پر لے جانا چاہتا تھا تاکہ ان سے پوچھ گچھ کی جا سکے۔

اس سے پہلے کہ صفدر اقبال انصاری کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرتا، اجے کی جیب سے سیل فون کی بیل بجنے لگی۔ صفدر نے اس کی جیب سے سیل فون نکال لیا لیکن وہ کال سننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ بیل کے بند ہونے کا انتظار کرنے لگا پھر جیسے ہی بیل بند ہوئی اس نے سیل فون

آف کر دیا۔ سیل فون آف کر کے صفدر نے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر پر اقبال انصاری کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور بٹن پریس کیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ عقاب ون۔ سعید کالنگ یو“...... صفدر بار بار یہ الفاظ دہرانے لگا۔

”یس عقاب ون اٹینڈنگ یو۔ اوور“...... چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے اقبال انصاری کی آواز سنائی دی۔

”عقاب ون۔ میں نے دو کبوتر شکار کئے ہیں۔ شکار کے دوران یہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ یہ آپ کے نشیمن میں پہنچ کر ہوش میں آئیں اور غٹر غوں غٹر غوں کریں۔ اوور“...... صفدر نے اقبال انصاری سے کہا۔

”آپ یہ بتائیں کہ آپ نے ان کبوتروں کو شکار کہاں کیا ہے۔ اوور“...... اقبال انصاری نے پوچھا۔

”شنگریلا ہوٹل سے مغرب کی طرف تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر۔ میں ایک پہاڑ کے پیچھے موجود ہوں۔ اوور“...... صفدر نے اقبال انصاری سے کہا۔

”او کے۔ آپ وہیں موجود رہیں۔ میں پانچ منٹ کے اندر اندر آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل“...... دوسری طرف سے اقبال انصاری کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر خاموشی طاری ہو گئی۔ صفدر نے ٹرانسمیٹر جیب میں رکھا اور پھر اس نے اچے

کے قریب بیٹھ کر اس کی نبض چیک کی۔ اس کے اندازے کے مطابق آدھے گھنٹے سے پہلے اسے ہوش نہیں آ سکتا تھا۔ اس کی نبض چیک کرنے کے بعد صفدر نے شیکھر کی نبض چیک کی تو نبض کے مطابق اسے ہوش آنے والا تھا۔

صفدر نے جیب میں سے ریوالور نکال کر اس کا دستہ شیکھر کے سر کی پشت پر مارا۔ اس کے بعد اس نے ریوالور واپس جیب میں رکھا اور پھر وہ شیکھر کی نبض دیکھنے لگا۔ اب نبض کے مطابق وہ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔ صفدر نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور پھر وہ اقبال انصاری کا انتظار کرنے لگا۔ انتظار کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اچے اور شیکھر کو بھی دیکھ رہا تھا گو کہ نبض کے مطابق وہ جلد ہوش میں نہیں آ سکتے تھے لیکن پھر بھی احتیاط ضروری تھی۔ پھر تقریباً آٹھ منٹ کے بعد اس کے ٹرانسمیٹر کی بیل بجنے لگی۔ اس نے ٹرانسمیٹر جیب سے نکالا اور بٹن پریس کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ سعید صاحب۔ عقاب ون کالنگ یو۔ اوور“...... جیسے ہی صفدر نے بٹن دبایا، اقبال انصاری کی آواز سنائی دی۔

”یس سعید اٹینڈنگ یو عقاب ون صاحب۔ اوور“...... صفدر نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

”سعید صاحب۔ ہم شنگریلا ہوٹل سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر آ گئے ہیں۔ آپ کہاں ہیں۔ اوور“...... دوسری طرف سے اقبال انصاری کی آواز سنائی دی۔

"میں ایک پہاڑ کے پیچھے ہوں۔ میں سڑک پر آتا ہوں۔ اوور اینڈ آل"...... صفدر نے کہا۔ صفدر نے احتیاطاً اجے کے سر پر ریوالور کا دستہ مارا اور پھر وہ پہاڑ کے عقب سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ اس نے تھوڑی دور ایک سوزوکی پک اپ کو دیکھا جس پر مرغیوں کے پنجرے رکھے ہوئے تھے۔ سوزوکی پک اپ سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ صفدر کو کنفرم نہیں تھا کہ اس سوزوکی پک اپ میں اقبال انصاری ہی ہے اس لئے اس نے جیب میں سے پھر ایف ایم ریڈیو سیٹ نما ٹرانسمیٹر نکالا اور چونکہ اس پر اقبال انصاری کی فریکوئنسی ایڈجسٹ تھی اس لئے اسے فریکوئنسی ایڈجسٹ نہ کرنا پڑی۔ اس نے صرف بٹن دبایا اور کال دینے لگا۔

"ہیلو۔ ہیلو عقاب ون۔ سعید کالنگ یو"...... وہ بار بار یہ الفاظ دہرانے لگا۔

"یس سعید صاحب۔ عقاب ون اٹینڈنگ یو۔ اوور"...... دوسری طرف سے اقبال انصاری کی آواز سنائی دی۔

"سعید صاحب۔ یہ جو سوزوکی پک اپ سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ہے۔ آپ اس میں ہیں۔ اوور"...... صفدر نے اقبال انصاری سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ آپ کہاں ہیں۔ اوور"...... دوسری طرف سے اقبال انصاری کی آواز سنائی دی۔

"آپ چند میٹر پیچھے آ جائیں۔ اوور اینڈ آل"...... صفدر نے کہا اور

پھر اس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر جیب میں رکھ لیا۔

اس نے سوزوکی پک اپ کو مڑتے ہوئے دیکھا پھر ایک دو سیکنڈ کے بعد ہی سوزوکی پک اپ اس کے قریب آ کر رک گئی۔ سوزوکی پک اپ میں سے اقبال انصاری اور عمران نیچے اترے۔

"ارے۔ عمران صاحب بھی آپ کے ساتھ ہیں"...... صفدر نے خوشگوار حیرت سے کہا۔

"میں نے سوچا کہ عمران صاحب کو ساتھ لیتا چلوں اس لئے مجھے چند منٹ کی تاخیر ہو گئی"...... اقبال انصاری نے کہا۔

"میاں سعید صاحب۔ کہاں ہیں وہ کبوتر جن کا شکار تم نے کیا ہے"...... عمران نے صفدر سے پوچھا۔

"عمران صاحب۔ اس پہاڑ کے عقب میں"...... صفدر نے کہا اور پھر وہ تینوں پہاڑ کے عقب میں آ گئے جہاں ابھی تک اجے اور شیکھر بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔

"عمران صاحب۔ اس کا نام اجے اور اس کا نام شیکھر ہے"...... صفدر نے باری باری دونوں کو ٹھوکریں مارتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔

جبکہ اقبال انصاری نے اپنی جیب سے نائلون کی رسی کا ایک چھوٹا سا بنڈل نکالا اس نے پہلے اجے کے ہاتھ باندھے۔ چاقو سے رسی کاٹی اور پھر شیکھر کے ہاتھ بھی باندھ دیئے۔ اس کے بعد اس نے شیکھر کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ صفدر نے اجے کو کندھے پر اٹھایا اور وہ سڑک

پر آ گئے۔ اقبال انصاری نے شیکھر کو سڑک پر لٹایا اور پھر اس نے سوزوکی پک اپ سے مرغیوں کا ایک پنجرہ نیچے اتارا اور شیکھر کو اس پنجرے میں ٹھونس دیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا پنجرہ بھی نیچے اتارا اور اس میں اجے کو ٹھونس دیا پھر صفدر اور اقبال انصاری نے مل کر باری باری دونوں پنجرے اٹھا کر سوزوکی پک اپ میں رکھے۔ اس کے بعد اس نے ان پنجروں پر مرغیوں کی خوراک والی خالی بوریاں ڈال دیں۔

''آیئے عمران صاحب اور سعید صاحب''...... اقبال انصاری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اقبال انصاری ڈرائیونگ سیٹ پر جبکہ عمران اور صفدر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ سوزوکی پک اپ آگے بڑھنے لگی۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کہ یہ اجے اور شیکھر کون ہیں''...... سوزوکی پک اپ چلنے لگی تو عمران نے صفدر سے کہا۔

''عمران صاحب۔ شاید یہ کافرستانی آرمی کے بندے ہیں''...... صفدر نے عمران سے کہا۔

''شاید۔ یعنی تم کنفرم نہیں ہو''...... عمران نے صفدر کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ کافرستانی آرمی کے آدمی ہیں یا کوئی اور''...... صفدر نے کہا۔

''سعید صاحب۔ آپ نے کس بنا پر ان پر ہاتھ ڈالا ہے''...... اس مرتبہ اقبال انصاری نے پوچھا۔ صفدر نے ان دونوں کو تفصیل بتا دی۔

''یہ شیکھر آپ کے متعلق کیا خبر لے کر اجے کے پاس آیا ہو گا''۔ صفدر سے تفصیل سننے کے بعد اقبال انصاری نے کہا۔

''میں اگر ان کا فون سن لیتا تو میں یہ بات بھی جان جاتا''...... صفدر نے اقبال انصاری سے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ یہ دونوں ہمارے پاس ہیں۔ یہ ہمیں بتا دیں گے''۔ عمران نے کہا۔

بازار آنے سے پہلے ہی ایک ذیلی سڑک آئی تو اقبال انصاری نے پک اپ اس سڑک پر موڑ لی۔ وہ اس سڑک پر بڑھے تو انہوں نے پہاڑوں کے درمیان زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعے دیکھے۔ ان قطعات میں پتھریلی مٹی موجود تھی۔ پک اپ یہاں سست روی سے چل رہی تھی۔

''عمران صاحب۔ پہاڑوں کے درمیان ان چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں آلو کی کاشت بہترین ہوتی ہے۔ آج کل یہاں گندم کاشت ہے۔ آپ کے علاقے میں گندم کی کٹائی اپریل میں ہوتی ہے جبکہ یہاں مئی کے آخر میں اور جون کے آغاز میں ہوتی ہے''...... اقبال انصاری نے انہیں معلومات دیتے ہوئے کہا۔

''اقبال صاحب۔ آپ نے یہ معلومات عمران صاحب کو نہیں بلکہ مجھے دینی تھیں۔ عمران صاحب کو تو ایسی معلومات ایڈوانس مل جاتی ہیں''۔ صفدر نے اقبال انصاری سے کہا۔

''واقعی سعید صاحب۔ مجھے عمران صاحب کا نام لینے کی بجائے

آپ کا نام لینا چاہیے تھا۔ دراصل میں بھول گیا تھا کہ عمران صاحب کا مطالعہ تو بہت وسیع ہے اور وادیٔ مشکبار میں تو عمران صاحب کئی بار پہلے بھی آ چکے ہیں''...... اقبال انصاری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہم بھی کئی بار وادیٔ مشکبار آئے ہیں لیکن ہم صرف مشن پر توجہ دیتے ہیں جبکہ عمران صاحب مشن کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی باتوں پر نظر رکھتے ہیں''...... صفدر نے کہا۔

اس وقت اقبال انصاری نے پک اپ کی رفتار بہت سست کر لی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ مرغیوں کے ایک بہت بڑے شیڈ کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ شیڈ کے ساتھ تین کمرے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ اقبال انصاری نے اس شیڈ کے قریب پہنچ کر پک اپ روک لی پھر وہ تینوں پک اپ سے نیچے اترے۔ انہوں نے وہ دونوں پنجرے سوزوکی پک اپ سے نیچے اتار لئے جن میں اجے اور شیکھر بند تھے۔ پنجرے نیچے اتار کر انہوں نے ان دونوں کو پنجروں سے باہر کھینچ لیا۔

وہ دونوں ابھی تک بے ہوش تھے۔ اقبال انصاری نے اجے کو اور صفدر نے شیکھر کو اٹھا کر کندھوں پر ڈالا اور پھر اقبال انصاری انہیں ایک کمرے میں لے آیا۔ انہوں نے اجے اور شیکھر کو فرش پر پھینک دیا۔

''اقبال صاحب۔ آپ نے ان کمروں کو تالے نہیں لگائے تھے''۔ صفدر نے اقبال انصاری سے پوچھا۔

''چوری تو یہاں ہوتی نہیں ہے سعید صاحب اور کوئی اجنبی آدمی یہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ یہ ہمارا ایک خاص ٹھکانہ اور یہاں قرب و

جوار میں ہمارے سینکڑوں مسلح نوجوان موجود ہیں جو نظر بھی نہیں آتے''۔ اقبال انصاری نے صفدر سے کہا۔

''نظر نہیں آتے۔ کیا انہوں نے سلیمانی ٹوپیاں پہنی ہوئی ہیں''۔ عمران نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''آپ تو جانتے ہیں عمران صاحب۔ یہ پہاڑ ہمیں اپنے دامن میں چھپا لیتے ہیں بالکل ایسے ہی جیسے ڈرے ہوئے بچے کو ماں اپنی آغوش میں چھپا لیتی ہے''...... اقبال انصاری نے کہا۔

''ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ دھرتی بھی تو ماں ہی ہوتی ہے نا''۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''عمران صاحب۔ اب ان کے ساتھ کیا کرنا ہے''...... اقبال انصاری نے ان دونوں کے متعلق پوچھا۔

''ان سے گپ شپ کرتے ہیں۔ صفدر۔ پہلے اجے کو ہوش میں لے آؤ''...... عمران نے پہلے اقبال انصاری سے اور پھر صفدر سے کہا۔

صفدر اجے کے قریب ہی فرش پر بیٹھ گیا اور اس کے منہ پر تھپڑ مارنے لگا۔ تقریباً چوتھے، پانچویں تھپڑ پر اسے ہوش آ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلیں جو کہ شعور سے خالی تھیں پھر کچھ دیر کے بعد ان آنکھوں میں شعور کی چمک پیدا ہوئی۔ شعور کے بیدار ہوتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن صفدر نے اس کے گھٹنے پر ایک مکا مار دیا۔ اس مکے سے اس کا گھٹنا ہی ٹوٹ گیا۔ اس کے منہ سے چیخ بلند ہوئی اور وہ فرش پر گر گیا۔

"تمہارا نام اجے ہے اور تمہارے ساتھی کا نام شیکھر"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ لیکن تم کون ہو اور تم نے ہمیں کیوں باندھ رکھا ہے"۔ اجے نے عمران سے کہا۔

"پاکیشائی ایجنٹوں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو"...... عمران نے اس سے کہا تو وہ چونک پڑا۔

"پاکیشائی ایجنٹ۔ کیا یہاں پاکیشائی ایجنٹ ہوتے ہیں"...... اجے نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اپنی توڑ پھوڑ کراؤ گے تو زبان کھولو گے ورنہ نہیں"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"مجھے تو تمہاری باتیں ہی سمجھ نہیں آ رہیں۔ کافرستانی سرکار تم پر ظلم کر رہی ہے۔ ٹھیک ہے۔ ہم بھی اس ظلم کے خلاف ہیں۔ وادیٔ مشکبار ہماری سرزمین ہے جس پر کافرستانی سرکار نے طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کر رکھا ہے اور اس غاصبانہ قبضے کے جس قدر مسلمان خلاف ہیں ہم بھی اتنے ہی خلاف ہیں۔ تم نہ جانے ہمیں کیوں اغوا کر لائے ہو"...... اجے نے بھی منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہم جانتے ہیں کہ مشکباری غیر مسلم بھی کافرستان کے غاصبانہ قبضے کے خلاف ہیں۔ ہم اور وہ یہاں محبت سے رہ بھی رہے ہیں لیکن تم مشکباری نہیں ہو۔ تم کافرستانی ہو اور تم کافرستانی آرمی کے آدمی ہو"۔ اس مرتبہ اقبال انصاری نے اجے سے کہا۔

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہے ہو"۔ اجے نے کہا۔

"اقبال صاحب۔ یہ لاتوں کا بھوت ہے، باتوں سے کبھی بھی نہیں مانے گا"...... عمران نے اقبال انصاری سے کہا۔

اس کے ساتھ ہی عمران نے اپنی جیب میں سے ایک خنجر نکال لیا۔ خنجر کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

"اب بھی وقت ہے اجے۔ اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو"۔ عمران نے سرد لہجے میں اس سے کہا۔

"ہم جو کچھ ہیں وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اب اور کیا بتاؤں"۔ اجے نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ جیسے ہی اس کی بات مکمل ہوئی اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ بھی نکل گئی کیونکہ عمران کے خنجر کی نوک اجے کی آنکھ میں گھس گئی تھی اور خنجر کی نوک نے آنکھ کے ڈھیلے کو نکال کر فرش پر پھینک دیا تھا اور اسی وجہ سے اجے کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ عمران نے اس کی زخمی آنکھ پر انگوٹھا رکھا اور دباؤ ڈالا۔ اجے کی چیخوں میں اضافہ ہو گیا۔ عمران نے دباؤ مزید بڑھایا۔

"نہ بتاؤ۔ میں تمہاری دوسری آنکھ بھی نکالنے لگا ہوں اس کے بعد میں شیکھر سے پوچھ لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ شیکھر تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہو گا کہ اندھا ہونا پسند کرے۔ وہ سب کچھ سچ سچ بتا دے گا"...... عمران نے اجے سے کہا اور پھر اس نے خنجر والا ہاتھ بلند کر لیا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ مجھے اندھا مت کرو۔ اف بھگوان۔ میں اندھا ہو گیا تو شاید دوسرے جنم میں بھی اندھا رہوں"۔ اجے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"او کے۔ فی الحال میں رک جاتا ہوں۔ بتاؤ تم کون ہو"...... عمران نے خنجر والا ہاتھ نیچے کرتے ہوئے کہا۔

"میرا نام اجے ہے اور میں ریڈ پاور کا ایجنٹ ہوں"...... اجے نے اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"ریڈ پاور۔ یہ کون سی ایجنسی ہے"...... اقبال انصاری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ریڈ پاور کے قیام کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ دنیا بھر میں کافرستانی مفادات کی نگرانی کے لئے ایکریمین ایجنسیوں کی طرز پر یہ ایجنسی بنائی گئی ہے اس کے چیف کا نام رنجیت شرما ہے اور ڈپٹی چیف شرمیلا دیوی ہے"...... اقبال انصاری کے سوال کا جواب اجے کی بجائے عمران نے دیتے ہوئے کہا۔

عمران کی بات سن کر اجے کی اکلوتی آنکھ میں حیرت کے تاثرات ابھرے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق تو یہ ایجنسی بہت ہی خفیہ تھی جبکہ عمران تو اس کے چیف اور ڈپٹی چیف کے ناموں سے بھی آگاہ تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ کافرستانی آرمی کے ساتھ ساتھ یہاں ریڈ پاور بھی متحرک ہے اور انہیں آپ کے بارے میں بھی معلومات ہیں۔

میرا خیال ہے کہ آپ سے متعلق معلومات انہوں نے آرمی سے حاصل کی ہوں گی"...... اقبال انصاری نے کہا۔

"آپ کی باتوں کا جواب اجے خود دے گا کیوں اجے۔ تم یہاں کب سے ہو"...... عمران نے پہلے اقبال انصاری سے اور پھر اجے سے کہا۔

"ہمارے حکام کو اطلاع ملی کہ تم اور تمہارے ساتھی وادیٔ مشکبار کرنل راج کمار کے خاتمے کے لئے جا رہے ہیں تو حکام نے ہمیں یہاں بھیج دیا تاکہ ہم تمہارا خاتمہ کر دیں"...... اجے نے عمران سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم یہاں پہلے سے موجود نہیں ہو"...... اقبال انصاری نے کہا تو اجے نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم کتنے افراد یہاں آئے ہو"...... عمران نے اجے سے پوچھا۔

"ہم چھ افراد یہاں آئے ہوئے ہیں۔ باس رنجیت شرما، شرمیلا دیوی، رام داس، دیوا، شیکھر اور میں"...... اجے نے عمران کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم دو تو یہاں آ گئے باقی چار افراد کہاں ہیں"...... عمران نے اس سے پوچھا۔

"ہم ہوٹل "چنار ان" میں رہ رہے ہیں۔ ہم دونوں کے کمرے کا نمبر تین سو تین ہے۔ دیوا اور رام داس کے کمروں کا نمبر تین سو دس ہے جبکہ باس رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی کے کمرے کا نمبر چار سو ایک

ہے“۔ اجے نے کہا۔

”تمہارے باقی ساتھی اس وقت ہوٹل میں ہی ہیں“...... عمران نے اجے سے پوچھا۔

”ہمیں شریمتی شرمیلا دیوی جی نے فون پر کہا کہ وہ دونوں کہیں جا رہے ہیں ہم فیلڈ میں نکل جائیں اور تمہیں ٹریس کرنے کی کوشش کریں“...... اجے نے کہا۔

”کہیں سے تمہاری کیا مراد ہے۔ وہ کہاں جا سکتے ہیں“...... عمران نے اجے سے کہا۔

”یہ دیوی جی نے نہیں بتایا کہ وہ اور باس کہاں جا رہے ہیں“۔ اجے نے کہا۔

”یعنی اس سے زیادہ تم کچھ نہیں جانتے“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں اجے سے کہا۔

”ہاں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں ضرور بتاتا“...... اجے نے عمران سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے تم ہمارے لئے بے کار ہو اور بے کار چیزوں کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہئے“...... عمران نے سفاک لہجے میں کہا۔ عمران کے انداز سے اجے کے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔

”اقبال صاحب۔ آپ نے اس سے کچھ پوچھنا ہے“...... عمران نے اقبال انصاری سے پوچھا۔

”نہیں عمران صاحب۔ مجھے اس سے کچھ نہیں پوچھنا البتہ آرمی کا

کوئی آدمی ہاتھ لگ جائے تو اس سے کچھ معلومات لی جا سکتی ہیں“۔ اقبال انصاری نے عمران سے کہا۔

”اب تمہارے زندہ رہنے کا جواز تو ہمارے پاس نہیں ہے“...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”م۔م۔ میں۔م۔ مجھے مت مارنا“...... اجے نے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔

”اقبال صاحب۔ اگر ہم انہیں ختم کر دیں تو آپ ان کی لاشوں کا کیا کریں گے“...... عمران نے اقبال انصاری سے کہا۔

”یہ مشکباریوں کو شہید کر کے لاشیں جل جھیل میں ڈال دیتے ہیں ہم بھی ان کی لاشیں اسی جھیل میں ڈال دیں گے“...... اقبال انصاری نے عمران سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اجے کی طرف دیکھا۔

”ن۔ن۔نہیں۔م۔ مجھے مت مارو“...... اجے نے ایک بار پھر ہکلاتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ تمہیں کیوں نہ ماریں“...... عمران نے طنزیہ لہجے میں اس سے کہا۔

”م۔ مجھے۔م۔ موت سے ڈر لگتا ہے“...... اس نے بدستور ہکلاتے ہوئے کہا۔ موت کے خوف کی وجہ سے اس کا چہرہ بھی سیاہ پڑ چکا تھا۔

”آج میں تمہارا یہ ڈر ہمیشہ کے لئے ختم کر رہا ہوں“...... عمران

نے کہا پھر اس کا خنجر والا ہاتھ حرکت میں آیا اور خنجر اسجے کے دل میں اتر گیا۔ اس کے حلق سے چیخ بلند ہوئی اور وہ تڑپنے لگا۔

"صفدر۔ شیکھر کو بھی ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے صفدر سے کہا۔ صفدر شیکھر کے قریب بیٹھا اور اس نے شیکھر کے منہ پر تھپڑ مارا۔ چونکہ اسے بے ہوش کافی دیر ہو گئی اور وہ ہوش میں آنے ہی والا تھا اس لئے صفدر کے ایک ہی تھپڑ پر وہ ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ چند لمحوں تک خالی الذہن رہا پھر جیسے ہی اس کا شعور بیدار ہوا اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن صفدر نے اسے اٹھنے نہ دیا۔ اس نے شیکھر کے گھٹنے پر مکا مارا جس سے اٹھتا ہوا شیکھر پھر فرش پر گر گیا اور صفدر کو کینہ توز نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اسے کھڑا ہونے دو صفدر"...... عمران نے صفدر سے کہا تو صفدر اس سے دور ہو گیا۔

"شیکھر۔ کھڑے ہو جاؤ"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اس لئے وہ بمشکل کھڑا ہوا۔

"تم نے ابھی تک اسجے کی لاش نہیں دیکھی۔ وہ دیکھو"...... عمران نے شیکھر سے کہا تو اس نے ادھر دیکھا جس طرف عمران نے اشارہ کیا۔ اسجے کی لاش کو دیکھ کر اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات پھیل گئے۔

"ہم اسجے سے تمام معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ تمہیں بے ہوشی

کے دوران ہی ختم کیا جا سکتا تھا لیکن میں کسی بے ہوش آدمی کو مارنے کا قائل نہیں ہوں اس لئے تمہیں ہوش میں لایا گیا ہے۔ اب اگر تم خود ہی اپنے اور اسجے کے بارے میں بتا دو تو یہ صرف تصدیق ہو گی۔ سچ بولنے کے انعام میں تمہیں آسان موت سے ہمکنار کیا جائے گا اور جھوٹ بولنے کے جرم میں عبرت ناک موت تمہارا مقدر بنے گی۔ ہاں یہ بھی بتا دوں کہ اسجے نے جو کچھ بتایا ہے مجھے اس پر یقین ہے"۔ عمران نے شیکھر سے کہا۔ عمران کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ شیکھر کا حلق خشک ہو گیا اور اس کے جسم میں سرد لہر سی دوڑ گئی۔

"پپ۔ پپ۔ پانی"...... شیکھر نے بمشکل بولتے ہوئے کہا تو عمران نے اقبال انصاری کی طرف دیکھا۔ اقبال انصاری نے اثبات کے انداز میں سر ہلا دیا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔ اس نے وہ گلاس شیکھر کے منہ سے لگایا تو وہ غٹا غٹ پانی پی گیا۔

"ہاں۔ اب شروع ہو جاؤ"...... جب شیکھر پانی پی چکا تو عمران نے اس سے کہا اور شیکھر واقعی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بولنا شروع ہو گیا۔ اس نے بھی وہی تمام باتیں بتائیں جو اسجے پہلے بتا چکا تھا۔ خاموش ہونے کے بعد وہ امید بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا۔

"تم نے چونکہ تمام باتیں سچ سچ بتا دی ہیں اس لئے میں اپنے وعدے کے مطابق تمہیں آسان موت کے حوالے کر رہا ہوں"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں

ریوالور نظر آنے لگا۔ شیکھر نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور شیکھر کے دل میں جا لگا۔ اس کے حلق سے چیخ بلند ہوئی۔ وہ نیچے گرا اور تڑپنے لگا۔

"صفدر۔ ان کی تلاشی لے لو"...... عمران نے صفدر سے کہا تو صفدر اجے کی طرف بڑھا۔

"عمران صاحب۔ اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔ آپ پہلے کرنل راج کمار کی طرف توجہ دیں گے یا ریڈ پاور کی طرف"...... اقبال انصاری نے عمران سے پوچھا۔

"پہلے ریڈ پاور کے ان ایجنٹوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے"...... عمران نے اقبال انصاری سے پوچھا۔

"عمران صاحب۔ ان کی جیبوں سے ایک ایک ریوالور، کچھ کافرستانی کرنسی اور ہوٹل چنار ان کے رنگ میں لگی ہوئی ایک چابی ملی ہیں"۔ صفدر نے ان دونوں کی تلاشی لینے کے بعد عمران سے کہا اور ساتھ ہی اس نے ریوالور، کی رنگ اور کرنسی عمران کی طرف بڑھائی۔

"بس"...... عمران نے ریوالور، کی رنگ اور کرنسی صفدر سے لے کر اقبال انصاری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اجے کی جیب میں سیل فون بھی تھا جو میں نے پہلے ہی نکال لیا تھا"...... صفدر نے عمران سے کہا۔

"سیل فون میں بھی حسین عورتوں والی کشش ہوتی ہے کہ ہر کسی کی ان پر نیت خراب ہو جاتی ہے اور کسی شاعر نے بھی حسن کے بارے

میں کہا ہے کہ حسن بھی کیا بری شے ہے جس نے بھی نظر ڈالی بری نظر ڈالی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ میرا ارادہ یہ سیل فون چھپا لینے کا تو نہیں تھا"۔ صفدر نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی جیب میں سے اجے کا فون نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے سیل فون دیکھا اور پھر اس نے ایک بٹن پریس کر دیا۔ بٹن پریس کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ سیل فون آف ہے۔ وہ سیل فون آن کرنے لگا۔

دیوا اور رام داس نے جری نگر کے مین بازار کا ایک چکر لگا لیا تھا۔ مین بازار کے علاوہ وہ تین مختلف علاقوں میں بھی گھوم چکے تھے لیکن اس دوران انہیں کوئی بھی آدمی ایسا نہ ملا جس پر وہ پاکیشیائی ایجنٹ ہونے کا شک کر سکتے۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کی شناخت کرنا یا کسی مشکباری پر پاکیشیائی ہونے کا شک کرنا آسان کام بھی نہیں تھا۔ پاکیشیائی، کافرستانی اور مشکباریوں کے حلیئے، قدو قامت، عادات اور چال ڈھال تو ایک ہی جیسی تھیں البتہ کافرستانی اگر اپنے ماتھے پر تلک لگا لیتے تھے تو پھر ان کی الگ پہچان ہو سکتی تھی ورنہ کسی کو پہچان لینا ممکن ہی نہیں تھا۔

دیوا اور رام داس کئی گھنٹوں سے پیدل گھوم پھر رہے تھے پھر انہیں بھوک لگی تو وہ ایک ہوٹل میں آ گئے۔ انہوں نے کھانا کھایا اور کھانے کے بعد انہوں نے قہوہ منگوایا۔

''باس بھی نہ جانے کن چکروں میں پڑ گئے ہیں۔ جب ریڈ پاور کے یہاں دو مستقل ایجنٹ موجود ہیں تو ان سے معلومات لیں اور ان معلومات کی روشنی میں اپنا ایکشن پلان بنائیں''...... دیوا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ جس طرح ہم پاکیشیائی ایجنٹوں کو تلاش کر رہے ہیں اس طرح ان کا ملنا ممکن نہیں ہے''...... رام داس نے کہا۔

''ہم بس اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ ہم تو پاکیشیائی ایجنٹوں کو ٹریس نہیں کر سکیں گے البتہ یہاں کی آزادی پسند تنظیمیں ہمیں پہچان لیں گی''...... دیوا نے کہا۔

''باس کو بھی تو یہی خطرہ ہے کہ ریڈ پاور کے ایجنٹ، آزادی پسند تنظیموں کی نظروں میں نہ ہوں''...... رام داس نے کہا۔

''اگر کافرستانی ایجنٹ، آزادی پسند تنظیموں کی نظر میں آ جائے تو اس کا ایک منٹ بھی زندہ رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ نہ جانے یہ بات باس کے ذہن سے کیوں اتر گئی ہے''...... دیوا نے کہا۔

''ان کے ذہن پر تو صرف شریمتی شرمیلا دیوی سوار ہیں اور جب تک وہ اس کے ذہن پر سوار ہیں کوئی اور بات ان کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی''...... رام داس نے اس مرتبہ مسکراتے ہوئے کہا تو دیوا بھی مسکرانے لگا۔

''کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ ہم ایشیائی مردوں کے ذہنوں پر عورت سوار رہتی ہے اور جب عورت ذہن پر سوار ہو تو پھر ہمیں اپنا اچھا برا دکھائی

ہی نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ ہم اپنی پروفیشنل ڈیوٹی بھی بھول جاتے ہیں"۔ دیوا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر اب کیا ہو گا۔ کیا پاکیشیائی ایجنٹ اس طرح ٹریس ہو سکیں گے"...... رام داس نے کہا۔

"کوئی چمتکار ہو جائے پھر تو ایسا ہو سکتا ہے ورنہ ممکن نہیں ہے"۔ دیوا نے ایک مرتبہ پھر منہ بناتے ہوئے کہا۔

اسی دوران وہ قہوہ پی کر بھی فارغ ہو گئے۔ کاؤنٹر پر آ کر انہوں نے بل ادا کیا اور پھر وہ ہوٹل سے باہر آ گئے۔ ہوٹل سے باہر آ کر ابھی وہ چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ دیوا کی جیب سے بیل کی آواز آنے لگی۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سیل فون جیب سے نکال لیا۔ اس نے اردگرد دیکھا۔ آس پاس کوئی بھی نہیں تھا۔

"یس دیوا اسپیکنگ"...... دیوا نے او کے کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"رنجیت شرما اسپیکنگ"...... دوسری طرف سے رنجیت شرما کی کرخت آواز سنائی دی۔

"یس باس۔ حکم فرمایئے"...... رنجیت شرما کی آواز سن کر دیوا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اجے کال رسیو نہیں کر رہا۔ اجے اور شیکھر کہاں ہیں"...... رنجیت شرما کی سخت آواز سنائی دی۔

"باس۔ ہم آپ کے حکم کے مطابق پاکیشیائی ایجنٹوں کی تلاش میں

نکلے ہوئے ہیں۔ اجے اور شیکھر ہم سے مختلف علاقوں میں گئے ہیں اور جب سے وہ ہم سے الگ ہوئے ہیں ہم نے ان سے رابطہ نہیں کیا"۔ دیوا نے کہا۔

"اب تم واپس ہوٹل چلے جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہوٹل واپس آ گئے ہوں اور کسی وجہ سے ان کا سیل فون آف ہو گیا ہو۔ تم ان سے ملو اور فوراً مجھے رپورٹ کرو"...... رنجیت شرما نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"او کے باس۔ میں اور رام داس ہوٹل واپس چلے جاتے ہیں اور باس پاکیشیائی ایجنٹوں کے سلسلے میں کیا کرنا ہے"...... دیوا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ کام میں ریڈ پاور کے مستقل ایجنٹوں کے ذمے لگا رہا ہوں۔ وہ یہ کام بہتر انداز میں کر سکتے ہیں"...... دوسری طرف سے رنجیت شرما کی آواز سنائی دی۔

"یس باس۔ آپ نے درست فیصلہ کیا ہے"...... دیوا نے مؤدبانہ لہجے میں رنجیت شرما سے کہا۔ اس کے ساتھ ہی کال منقطع ہو گئی تو دیوا نے بھی سیل فون جیب میں رکھ لیا۔

"یہ فیصلہ باس کو پہلے ہی کر لینا چاہئے تھا"...... سیل فون جیب میں رکھنے کے بعد دیوا نے رام داس سے کہا۔

"کیا فیصلہ کیا ہے باس نے"...... رام داس نے پوچھا۔ چونکہ دیوا نے سیل فون کا سپیکر آن نہیں کیا تھا۔ اس لئے رام داس باس کی باتیں نہیں سن سکا تھا۔ دیوا نے اسے تفصیل بتائی۔

"ہاں۔ یہ فیصلہ باس کو پہلے کرنا چاہئے تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اب دیر ہو چکی ہو اور ہماری فیلڈ میں تاخیر کا انجام اچھا نہیں ہوتا"...... رام داس نے کہا۔

"ہاں۔ آؤ اب مین بازار کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں سے ٹیکسی پکڑ کر ہوٹل چنار ان واپس چلیں گے"...... دیوا نے رام داس سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ واپسی کے لئے مڑے۔

جب وہ ہوٹل پہنچے تو اجے اور شیکھر کا کمرہ لاکڈ تھا جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آئے۔ ان کا کمرہ بند دیکھ کر وہ دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔ اپنے کمرے میں آنے کے بعد دیوا نے اپنی جیب سے سیل فون نکالا اور اجے کے نمبرز پریس کر دیئے۔ اگلے ہی لمحے دوسری طرف بیل جانے لگی۔

"اجے اسپیکنگ"...... دوسری طرف سے کال رسیو ہونے کے بعد اجے کی آواز سنائی دی۔

"اجے۔ تم کہاں ہو"...... دیوا نے پوچھا۔

"ہم پاکیشیائی ایجنٹوں کو ٹریس کر رہے ہیں"...... دوسری طرف سے اجے کی آواز سنائی دی۔

"باس نے تمہارے سیل فون پر کال کی تھی لیکن تمہارا سیل فون آف تھا"...... دیوا نے کہا۔

"ہاں۔ آف ہو گیا تھا اور معلوم نہیں کہ کیوں آف ہو گیا تھا۔ ابھی چند لمحے پہلے میں نے دیکھا تو پھر آن کیا۔ بہرحال تم یہ بتاؤ کہ

پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں کچھ معلوم ہوا"...... دوسری طرف سے اجے نے پوچھا۔

"نہیں۔ تم فی الحال واپس ہوٹل آ جاؤ"...... دیوا نے اجے سے کہا۔

"کیوں"...... دوسری طرف سے اجے نے حیرت بھرے لہجے میں اس سے پوچھا۔

"باس نے کہا ہے کہ اب وہ یہ کام وادیٔ مشکبار میں موجود ریڈ پاور کے مستقل ایجنٹوں سے کرائے گا"...... دیوا نے کہا۔

"یہ کام تو باس کو پہلے ہی یہاں کے مستقل ایجنٹوں سے کرانا چاہئے تھا۔ ان ایجنٹوں کو ٹریس وہ کرتے اور ان کے خلاف ایکشن ہم کرتے"۔ دوسری طرف سے اجے کی آواز سنائی دی۔

"اس سلسلے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو باس اور مادام کا فیصلہ تھا"۔ دیوا نے کہا۔

"ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ او کے۔ ہم واپس آ رہے ہیں"۔ اجے کی آواز سنائی دی اور پھر کال کٹ گئی۔ اس کال کے منقطع ہونے کے بعد دیوا نے باس کے نمبرز پریس کئے تو جلد ہی دوسری طرف بیل جانے لگی۔

"یس۔ رنجیت شرما اسپیکنگ"...... دوسری طرف سے کال رسیو ہونے کے بعد رنجیت شرما کی کرخت آواز سنائی دی۔

"باس۔ دیوا بول رہا ہوں"...... دیوا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں دیوا۔ اجے اور شیکھر کا پتا چلا"…… دیوا کی آواز سن کر دوسری طرف سے رنجیت شرما نے پوچھا۔

"یس باس۔ اجے سے میری ابھی بات ہوئی ہے اور میں نے اسے واپس ہوٹل بلا لیا ہے"…… دیوا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جب وہ دونوں آ جائیں تو مجھے فون کرنا۔ میں نے تم لوگوں کو ضروری ہدایات دینی ہیں"…… رنجیت شرما نے کہا۔

"او کے باس۔ باس کیا آپ ہوٹل میں ہی موجود ہیں"…… دیوا نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ ہم نے ایک پرائیویٹ رہائش گاہ کا بندوبست کر لیا ہے اور اس وقت وہیں ہیں"…… دوسری طرف سے رنجیت شرما کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کال بھی منقطع ہو گئی۔

"اس مشن میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی"…… رام داس نے دیوا سے کہا۔

"ہمیں یہاں آئے ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے۔ ہاں اگر باس کافرستان سے روانہ ہونے سے پہلے یہاں موجود ریڈ پاور کے ایجنٹوں کے ذمے یہ کام لگا دیتا کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے متعلق معلومات حاصل کر لیں تو پھر ہم یہاں آتے ہی ان کے خلاف کارروائی کرتے اور یہ مشن چند گھنٹوں کا ثابت ہوتا۔ باس خواہ مخواہ کے چکروں میں الجھ گیا۔ اب معلوم نہیں اس مشن کی تکمیل میں کتنا وقت لگ جائے"…… دیوا نے کہا۔

"مجھے تو شراب کی طلب ہو رہی ہے اور شراب یہاں ملتی نہیں ہے"۔ رام داس نے کہا۔

"یہاں ہوٹلوں میں شراب نہیں ملتی لیکن یہاں کے غیر مسلم افراد تو شراب پی لیتے ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن ہم چونکہ مسلمانوں کی حیثیت سے آئے ہیں اس لئے شراب کے حصول کا رسک نہیں لے سکتے"…… دیوا نے رام داس سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"شراب نہیں منگوا سکتے۔ ہاٹ کافی تو منگوا سکتے ہیں"…… رام داس نے کہا۔ پھر وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔ اس نے روم سروس کو فون کر کے اپنے کمرے میں دو ہاٹ کافی بھجوانے کا کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں انہیں ہاٹ کافی پہنچا دی گئی۔ ابھی وہ ہاٹ کافی پی ہی رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس کم ان"…… دستک کے جواب میں دیوا نے کہا تو دروازہ کھلا اور اجے اور شیکھر اندر آ گئے۔

"ہم مارے مارے پھر رہے ہیں اور تم یہاں مزے سے بیٹھے کافی پی رہے ہو"…… اجے نے ان سے کہا۔

"میں تمہارے لئے بھی کافی منگواتا ہوں"…… رام داس نے اجے سے کہا اور پھر وہ اٹھنے لگا۔

"رہنے دو اور باس نے جو حکم دیا ہو وہ پورا کرو"…… اجے نے رام داس کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"باس نے کہا تھا کہ جیسے ہی تم آؤ میں انہیں فون کروں۔ انہوں نے ہدایات دینی ہیں"...... دیوا نے کہا۔

"بس۔ پھر باس کو فون کر کے ہدایات لو"...... اجے نے دیوا سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور باس کے نمبرز پریس کرنے لگا۔ جلد ہی دوسری طرف بیل جانے لگی۔

"یس رنجیت شرما اسپیکنگ"...... کال رسیو ہونے کے بعد دوسری طرف سے باس کی آواز سنائی دی۔

"باس۔ میں دیوا بول رہا ہوں"...... دیوا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں دیوا۔ اجے اور شیکھر آ گئے ہیں"...... دوسری طرف سے رنجیت شرما نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"یس باس۔ وہ دونوں اس وقت ہمارے سامنے بیٹھے ہیں"...... دیوا نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سیل فون کا سپیکر بھی آن کر دیا تا کہ باقی افراد بھی باس کی بات سن سکیں۔

"تم چاروں اب آرمی ایریا کی طرف چلے جاؤ۔ آرمی ایریا سے چار کلو میٹر پہلے چنار کے درختوں کا بہت بڑا جنگل ہے۔ تم نے اس جنگل میں رہنا ہے۔ ایک آدمی مسلسل درخت پر رہے گا۔ عام دور بین اور اندھیرے میں دیکھنے والی دوربین تمہارے پاس ہیں۔ دن ہو یا رات تم نے آرمی ایریئے اور آرمی ایریئے کے راستے پر نظر رکھنی ہے۔ اگر آرمی کی گاڑیوں کے علاوہ تمہیں اس طرف کوئی نقل و حرکت نظر آئے تو تم

نے فوراً مجھے کال کرنی ہے اور اگر اجنبی افراد اس طرف جاتے ہوئے دکھائی دیں تو تم نے ان افراد کا خاتمہ کر دینا ہے"...... دوسری طرف سے باس کی آواز سنائی دی۔

"او کے باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"...... دیوا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ دیوا کی بات سن کر دوسری طرف سے باس نے کال کاٹ دی تو دیوا نے سیل فون جیب میں رکھ لیا۔

"میرے خیال میں پاکیشائی ایجنٹ بے وقوف ہوں گے"...... اجے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے"...... رام داس نے حیرت بھرے لہجے میں اجے سے پوچھا جبکہ دیوا نے بھی اس کی طرف دیکھا۔

"بے وقوف ہی ہوں گے جو سیدھے راستے سے آرمی ایریئے میں جائیں گے"...... اجے نے بدستور منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سیدھے ہی راستے سے کیا وہ کسی بھی راستے سے آرمی ایریئے میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اگر آرمی ایریئے میں داخل ہونا ممکن ہوتا تو اب تک کافرستانی آرمی ختم ہو چکی ہوتی۔ آزادی پسند تنظیموں کے کارکن آرمی ایریئے میں داخل ہوتے اور آرمی کے جوانوں کو قتل کر کے غائب ہو جاتے اور تھوڑے ہی دنوں میں آرمی کا مکمل خاتمہ ہو جاتا"...... دیوا نے کہا۔

"اگر یہ باتیں ہمارے ذہن میں آ سکتی ہیں تو کیا باس کے ذہن میں نہیں آ سکتیں"...... رام داس نے کہا۔

"پھر باس نے ایسا حکم کیوں دیا ہے۔ یہ تو بے وقوفی ہے"۔ اجے نے کہا۔

"پاکیشیائی ایجنٹوں کا ابھی تک کوئی پتا نہیں لگا۔ اب انہیں ٹریس کرنے کا کام تو یہاں موجود ریڈ پاور کے مستقل ایجنٹوں کے ذمے لگا دیا گیا ہے اور جب تک وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کو ٹریس نہیں کر لیتے تب تک ہمیں مصروف رکھنے کے لئے باس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے"...... رام داس نے کہا۔

"وہ باس ہے اس لئے ایسے حکم دے سکتا ہے"...... اجے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہم تینوں باتیں کئے جا رہے ہیں۔ شیکھر کیوں خاموش ہے"۔ رام داس نے شیکھر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی داڑھ میں درد ہے جس کی وجہ سے اسے بولنے میں تکلیف ہوتی ہے"...... اجے نے کہا۔

"اچھا"...... دیوا نے کہا اور پھر اس نے بھی شیکھر کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں باس کے حکم کی تعمیل کرنی چاہئے"۔ اجے نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

اسے اٹھتے دیکھ کر شیکھر، دیوا اور رام داس بھی کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی وہ کھڑے ہوئے رام داس اور دیوا کی گردنوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اجے اور شیکھر نے ان کی گردنیں پکڑ کر جھٹکے دیئے تھے۔ ان کی

گردنوں کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور پھر وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ جب ان کا تڑپنا بند ہوا تو اجے نے دیوا کی جیب میں سے سیل فون نکالا اور اس کے بعد اجے اور شیکھر کمرے سے باہر نکل گئے۔

دیوا سے بات کرنے کے بعد رنجیت شرما نے سیل فون میز پر رکھ دیا۔ اس وقت وہ اور شرمیلا دیوی شوکت انصاری کے گھر پر ہی تھے۔ انہوں نے شوکت انصاری اور اس کی مسز کی لاشیں ان کے سٹور روم میں ڈال دی تھیں اور شرمیلا دیوی نے کمرے بھی صاف کر دیئے تھے۔ رنجیت شرما نے شوکت انصاری اور شرمیلا دیوی نے مسز شوکت انصاری کا میک اپ کر لیا تھا۔

"باس۔ آپ نے پرشاد لالا کو فون کرنا تھا"...... رنجیت شرما نے میز پر فون رکھا تو شرمیلا دیوی نے اس سے کہا۔

"ہاں۔ اسے بھی فون کرتا ہوں"...... رنجیت شرما نے کہا اور اس نے سیل فون واپس اٹھا لیا۔ پرشاد لالا اور اجیت ریڈ پاور کے ایجنٹ تھے جو مشکبار میں مسلمانوں کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔ پہلے رنجیت شرما نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود ہی پاکیشائی ایجنٹوں کو ٹریس کرنے

کی کوشش کرے گا لیکن اب اس نے سوچا تھا کہ چونکہ وہ اور اس کے ساتھی وادیٔ مشکبار میں اجنبی ہیں۔ وادیٔ مشکبار کے حالات کی وجہ سے وہ یہ کام ٹھیک طریقے سے نہیں کر سکتے بلکہ اس کوشش میں وہ آزادی پسند تنظیموں کی نظروں میں بھی آ سکتے ہیں لہٰذا اس نے اب یہ کام اپنے مستقل مشکباری ایجنٹوں سے کرانے کا فیصلہ کیا تھا۔

پرشاد لالا اور اجیت کے پاس ریڈ پاور کے دیئے ہوئے خصوصی سیل فون تھے اور ریڈ پاور کو یہ سیل فون گورنمنٹ آف کافرستان نے دیئے تھے جن کی کال انتہائی محفوظ تھی۔ رنجیت شرما نے سیل فون بک میں سے پرشاد لالا کا نمبر اوپن کیا اور پھر کال او کے کا بٹن دبا دیا۔

"یس۔ پرشاد لالا اسپیکنگ"...... کال رسیو ہوتے ہی دوسری طرف سے پرشاد لالا کی آواز سنائی دی۔

پرشاد لالا اور اجیت وادیٔ مشکبار میں مسلمانوں کی حیثیت سے رہ رہے تھے لیکن فون چونکہ ایجنسی کی طرف سے دیا گیا تھا اور یہ نمبر ایجنسی کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں تھا اس لئے اس فون پر اگر کال آتی تھی تو وہ اپنے اصل نام سے ہی اسے رسیو کرتے تھے۔

"رنجیت شرما اسپیکنگ"...... رنجیت شرما نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ حکم فرمایئے"...... پرشاد لالا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"پرشاد لالا۔ کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا مشکباری ہے جس پر تمہیں شک ہو کہ وہ آتنک وادیوں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے"...... رنجیت شرما نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ ایسے دو تین نوجوان میری نظروں میں ہیں جن پر مجھے شک ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ ان کا تعلق آتنک وادیوں سے ہے"۔ دوسری طرف سے پرشاد لالا کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"پرشاد لالا۔ کافرستان کے بہت بڑے دشمن اس وقت وادیٔ مشکبار میں موجود ہیں۔ ہم نے انہیں ٹریس کرنا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ کیا تم ان میں سے کسی سے یہ بات معلوم کر سکتے ہو"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"باس۔ یہ دشمن کون ہیں"...... پرشاد لالا نے پوچھا۔

"یہ پاکیشائی سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ ان کے لیڈر کا نام علی عمران ہے"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"باس۔ میں کوشش کرتا ہوں اور اگر میں معلوم نہ کر سکا تو پھر جس نوجوان پر مجھے یہ شک ہوا کہ یہ پاکیشائی ایجنٹوں کے بارے میں جانتا ہے اسے میں آپ کے پاس پہنچا دوں گا"...... پرشاد لالا نے کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا اور ہاں اپنے اس کام میں اجیت کو بھی شامل کر لو"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"او کے باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"...... دوسری طرف پرشاد لالا کی آواز سنائی دی۔

"او کے۔ وش یو گڈ لک"...... رنجیت شرما نے اس مرتبہ نسبتاً نرم لہجے میں کہا اور پھر اس نے کال کاٹ دی۔

"باس۔ میرا خیال ہے کہ پرشاد لالا اور اجیت یہ کام کر لیں گے"۔ شرمیلا دیوی نے رنجیت شرما سے کہا۔

"ہاں۔ لیکن ہمیں انہی پر انحصار کر کے نہیں بیٹھ جانا۔ ہم نے خود بھی کوشش کرنی ہے اور چونکہ اب ہم وادی کے ایک سرکاری افسر کے میک اپ میں ہیں۔ اسی لئے ہم بلا خوف و خطر وادیٔ مشکبار کے بازاروں اور علاقوں میں گھوم پھر سکتے ہیں۔ کوئی بھی ہم پر شک نہیں کر سکتا"۔ رنجیت شرما نے شرمیلا دیوی سے کہا۔

"یس باس۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں تو پھر ہم گھوم پھر نہ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ پاکیشائی ایجنٹوں کا کوئی سراغ ہی مل جائے"...... شرمیلا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ آؤ۔ اس وادی کے پھل بھی بہت لذیذ ہوتے ہیں۔ پھل خریدیں۔ شاپنگ کریں اور کسی مشکوک آدمی کو تلاش کر کے اسے یہاں لے آئیں اور اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں"۔ رنجیت شرما نے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے مکان کو تالا لگایا اور پہاڑی سے نیچے آ گئے۔ وہ شوکت انصاری کی کار میں سوار ہوئے اور پھر وہ جری نگر کے صدر بازار میں پہنچ گئے۔

وہ کافی دیر تک بازار میں گھومتے رہے۔ انہوں نے شاپنگ بھی کی۔ کئی لوگوں نے انہیں سلام کیا۔ پھر وہ بازار سے نکل کر مختلف محلوں میں گھومتے رہے۔ اس دوران انہوں نے ہر آدمی کو ہی شک

بھری نظروں سے دیکھا لیکن ایسا کوئی آدمی نہ ملا جس نے کوئی مشکوک حرکت کی ہو۔ بہت سے علاقوں میں گھومنے کے بعد وہ واپس شوکت انصاری کے گھر کی طرف بڑھنے لگے۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ رنجیت شرما کے سیل فون کی بیل بجنے لگی۔ سیل فون اس نے ڈیش بورڈ پر رکھا ہوا تھا لہٰذا جیسے ہی بیل بجنے لگی اس نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھایا اور اس کی سکرین پر نظر دوڑائی۔ سکرین پر پرشاد لالا کا نام فلیش ہو رہا تھا۔

"لیں۔ رنجیت شرما اسپیکنگ"...... اس نے کال او کے کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"باس۔ میں پرشاد لالا بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے پرشاد لالا کی پرجوش آواز سنائی دی۔

"پرشاد۔ تم پرجوش لگ رہے ہو۔ لگتا ہے کہ تم نے کامیابی حاصل کر لی ہے"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"سو فیصد کامیابی باس۔ میں نے ایک آتنک وادی کو بے ہوش کر لیا ہے۔ اسے پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں معلومات ہیں لیکن باس میں اس کی زبان نہیں کھلوا سکتا کیونکہ میرا کام تو صرف مخبری کرنا ہے۔ زبان کھلوانے کے گر میں نہیں جانتا"...... دوسری طرف سے پرشاد لالا نے کہا۔

"ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ تم تشدد وغیرہ کے ایکسپرٹ نہیں ہو۔ ٹھیک ہے تم اس بے ہوش آتنک وادی کو لے کر میرے پاس آ

جاؤ"...... رنجیت شرما نے پرشاد لالا سے کہا۔

"جو حکم باس۔ میں نے کہاں آنا ہے"...... دوسری طرف سے پرشاد لالا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جری نگر کا مشرقی بازار تم نے دیکھا ہوا ہے"...... رنجیت شرما نے اس سے پوچھا۔

"لیں باس۔ میں جری نگر کے چپے چپے سے واقف ہوں"...... پرشاد لالا نے آواز سنائی دی۔

"اس بازار کے قریب ہی ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی کا نام سرخ پہاڑی ہے"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"لیں باس۔ میں نے یہ پہاڑی بھی دیکھی ہوئی ہے"...... دوسری طرف سے پرشاد لالا کی آواز سنائی دی۔

"اس پہاڑی پر ایک مکان ہے جو کہ ایک سرکاری افسر کا ہے اور میں اس افسر کے میک اپ میں ہوں۔ تم نے اس مکان پر آنا ہے"...... رنجیت شرما نے کہا۔

"او کے باس۔ میں کچھ ہی دیر میں اس مکان تک پہنچ جاتا ہوں"۔ پرشاد لالا نے کہا۔

"او کے۔ جلد سے جلد پہنچو"...... رنجیت شرما نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کال کاٹ دی۔

"اب ایک اور کارنامہ ہماری لاگ بک میں درج ہونے والا ہے"...... رنجیت شرما نے خوشی سے معمور لہجے میں کہا اور پھر سیل فون

اس نے اب جیب میں رکھ لیا کیونکہ وہ سرخ پہاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس نے کار روکی اور شرمیلا دیوی کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر بھی خوشی کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

نعمانی واپس مکان میں آ چکا تھا۔ تنویر ابھی واپس نہیں آیا تھا اور اسے اندازہ تھا کہ ابھی اس کے تمام ساتھی باہر ہی ہوں گے۔ عمران نے ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی کہ انہوں نے کتنی دیر باہر گھوم پھر کر ریڈ پاور کے ایجنٹوں کو تلاش کرنا ہے۔ اس لئے وہ واپس آ گیا تھا۔ اسے ابھی واپس آئے چند منٹ ہی گزرتے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے دروازے پر آ کر دروازہ کھولا تو وہاں کرامت کو پایا۔

"السلام علیکم نعمانی صاحب"...... کرامت نے اسے سلام کرتے ہوئے کہا تو نعمانی نے اس کے سلام کا جواب دیا اور پھر اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ دونوں ہی اندر کمرے میں آ گئے۔

"کرامت صاحب۔ آپ بہت پرجوش دکھائی دے رہے ہیں۔ خیریت تو ہے"...... نعمانی نے کرامت سے پوچھا۔

”نعمانی صاحب۔ میں تو عمران صاحب کو ٹرانسمیٹر پر کال کرنے لگا تھا کہ آپ آ گئے“...... کرامت نے کہا۔

”جناب۔ وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا بات ہو گئی ہے“...... نعمانی نے کہا۔

”نعمانی صاحب۔ ہمارے ایک ساتھی سے کسی نے سرسری طور پر آپ کا ذکر کیا ہے اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب اس سلسلے میں کیا کیا جائے“...... کرامت نے بدستور جوشیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ آپ اسے یہاں لا سکتے ہیں“...... نعمانی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ بہت آسانی سے“...... کرامت نے نعمانی سے کہا۔

”تو پھر آپ اسے یہاں لے کر آئیں۔ میں عمران صاحب کو فون کرتا ہوں“...... نعمانی نے کرامت سے کہا۔

”میں پانچ منٹ میں واپس آتا ہوں“...... کرامت نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ نعمانی نے جیب میں سے سیل فون نکالا اور عمران کے نمبر پریس کرنے لگا۔

”علی عمران ایم ایس سی ڈی ایس سی (آکسن) اسپیکنگ“...... عمران کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران صاحب۔ کرامت ایک ایسے آدمی کو لینے گیا ہے جو ہمارے متعلق پوچھ گچھ کر رہا تھا“...... نعمانی نے کہا۔

”بس اڈے سے لینے گیا ہے یا ایئر پورٹ سے“...... دوسری

طرف سے عمران کی شوخ آواز سنائی دی۔

”آپ جلدی سے آ جائیں کیونکہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ ریڈ پاور کے چیف کا وقت قریب آ گیا ہے“...... نعمانی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کال بھی کاٹ دی۔ اسے پتا تھا کہ اگر اس نے عمران کی بات سنی تو عمران کی بات شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہوتی جائے گی۔ اس لئے اب وہ سب ہی اسی طریقے پر عمل کرتے تھے کہ تیز تیز لہجے میں مقصد کی بات کر کے فون بند کر دیتے تھے۔

پھر تقریباً چھ منٹ کے بعد ہی اسے کار کا ہارن سنائی دیا۔ وہ کمرے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ کرامت گیٹ کھول رہا تھا۔ وہ گیٹ کھول کر باہر نکلا جبکہ نعمانی بھی دروازے کی طرف بڑھا۔ کار اندر آ گئی تو نعمانی نے گیٹ بند کر دیا۔

کار صحن میں رکی اور ڈرائیونگ سیٹ سے کرامت نیچے اترا۔ نیچے اتر کر اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ نعمانی بھی اس دوران کار کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی سیٹ سے نیچے پڑا ہوا تھا۔ کرامت نے اسے ٹانگوں سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا پھر اس نے بے ہوش آدمی کو کندھے پر ڈالا اور ایک کمرے کی طرف بڑھا۔

”نعمانی صاحب۔ گو کہ یہ ہمارا علاقہ ہے اور اس علاقہ میں رہنے والے سب ہمارے اپنے ہیں اس کے باوجود بھی ہمیں محتاط رہنا پڑتا ہے۔ نہ جانے ان اپنوں میں کون پرایا ہو یا غدار ہو۔ جیسے کہ یہ آدمی جس کا نام ارباز ہے ہمیں اپنا ہی لگتا تھا“...... کرامت نے نعمانی سے

کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

کرامت بے ہوش آدمی جس کا نام اس نے ارباز بتایا تھا، کو لے کر ایک کمرے میں آ گیا۔ اس کمرے میں کوئی روشن دان اور کھڑکی وغیرہ نہیں تھی۔ اس کمرے کی دیواریں سپاٹ تھیں۔

"نعمانی صاحب۔ اس کمرے سے آواز باہر نہیں نکلتی۔ اگر نکلتی بھی ہے تو پانچ دس فیصد، نوے پچانوے فیصد آواز اسی کمرے میں دب جاتی ہے۔ ہمیں کسی کی زبان کھلوانی ہو تو اسی کمرے میں لاتے ہیں"۔

کرامت نے نعمانی سے کہا اور پھر اس نے ارباز کو فرش پر پٹخ دیا۔

ارباز کو فرش پر پٹخنے کے بعد وہ ایک رسی کی طرف بڑھا جو کہ ایک کونے میں پڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"ہاں۔ اس کمرے کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے"...... نعمانی نے کرامت سے کہا۔

"آپ نے علی عمران صاحب کو اطلاع دے دی ہے"...... کرامت نے نعمانی سے کہا اور رسی لے کر ارباز کی طرف بڑھا۔

"ہاں۔ وہ آتے ہی ہوں گے۔ آپ یہ رسی مجھے دے دیں۔ میں اسے باندھتا ہوں"...... نعمانی نے کرامت سے کہا تو کرامت نے رسی نعمانی کو دے دی۔ نعمانی نے اس کے ہاتھ پشت پر کر کے اپنے مخصوص طریقے سے باندھ دیئے۔ وہ ارباز کے ہاتھ باندھ کر فارغ ہی ہوا تھا کہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔

"میرا خیال ہے کہ عمران صاحب ہوں گے۔ میں دیکھتا ہوں"۔

نعمانی نے کہا۔

"آپ رکیں۔ میں انہیں لے کر آتا ہوں"...... کرامت نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

چند لمحوں کے بعد وہ واپس آیا تو جولیا اور اس کے ساتھ دو مرد تھے۔ ان کے قد و قامت سے نعمانی نے پہچان لیا کہ وہ عمران اور صفدر ہیں۔ جولیا تو پہلے والے میک اپ میں ہی تھی جبکہ عمران اور صفدر نئے میک اپ میں تھے۔

کرامت نے بھی عمران کو اس کی آواز کی وجہ سے پہچانا تھا اور پہچاننے کے بعد ہی وہ انہیں اندر لے کر آیا تھا۔ کمرے میں آ کر ان تینوں نے بے ہوش آدمی کو غور سے دیکھا۔

"کرامت صاحب۔ کیا تعارف ہے اس کا"...... عمران نے کرامت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام ارباز ہے عمران صاحب۔ یہ یہاں دکاندار ہے اور ہمارے چند ساتھیوں سے اس کی گہری دوستی ہے۔ کچھ دیر پہلے اس نے ہمارے ایک ساتھی سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ چند پاکیشائی بھائی ہماری مدد کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ہمارے اس ساتھی نے اسے تو جواب دیا کہ اس کے علم میں نہیں ہے لیکن وہ اس کی طرف سے چوکنا ہو گیا اور اس نے مجھے رپورٹ دی۔ میں نے فوراً ہی نعمانی صاحب سے پوچھا کیونکہ میں نے نعمانی صاحب کو واپس آتے دیکھ لیا تھا۔ نعمانی صاحب نے کہا تو میں اسے اٹھا کر لے آیا"...... کرامت

نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔

"نعمانی۔ اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے نعمانی سے کہا تو نعمانی ارباز کے ساتھ بیٹھ گیا جبکہ کرامت دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا کیونکہ کمرے میں ٹیوب لائٹ روشن تھی اس لئے دروازہ بند ہونے کے باوجود کمرے میں اندھیرا نہ ہوا۔

نعمانی نے اس کے قریب بیٹھتے ہی اس کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔ پانچویں یا چھٹے تھپڑ پر اسے ہوش آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اس لئے وہ فوری طور پر اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا جبکہ نعمانی نے بھی اس کے کان پر تھپڑ مار کر اسے اٹھنے نہ دیا۔

"کک۔ کک۔ کرامت بھائی۔ یہ کیا ہے"...... ارباز نے کرامت کو دیکھ کر ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ہم وہی پاکیشیائی بھائی ہیں جن کے بارے میں تم متجسس تھے"۔ عمران نے ارباز سے کہا۔

"لل۔ لیکن مجھے کیوں اس طرح باندھا گیا ہے۔ میں نے کیا جرم کیا ہے"...... ارباز نے عمران سے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے"...... عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"سب جانتے ہیں۔ میرا نام ارباز ہے"...... ارباز نے جواب دیا تو عمران نے اسے ایک تھپڑ جڑ دیا۔ اس تھپڑ کے لگتے ہی اس کے کان

میں سائیں سائیں کی آواز گونجنے لگی۔

"تم مجھے کیوں مار رہے ہو۔ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا"...... اس نے چیختے ہوئے کہا۔ عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنی جیب سے خنجر نکال لیا۔

"میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ تم لاتوں کے بھوت ہو۔ باتوں سے نہیں مانو گے"...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا پھر اس نے خنجر کی نوک ارباز کی آنکھ میں مار دی۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھ کا ڈھیلا فرش پر آ گرا اور اس کے حلق سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔ ساتھ ہی اس نے اپنا سر بھی ادھر ادھر مارنا شروع کر دیا۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اس کا سر پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ کا انگوٹھا اس کی زخمی آنکھ پر رکھا اور دباؤ ڈالنے لگا۔ اب وہ اپنا سر ادھر ادھر نہیں مار سکتا تھا جبکہ اس کی تکلیف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ آدھ منٹ بھی اس سے تکلیف برداشت نہ ہوئی۔

"بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ پپ پانی دو"...... اس نے بمشکل بولتے ہوئے کہا تو کرامت کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔ اس نے پانی ارباز کو پلا دیا۔ پانی پی اس کی حالت کچھ بہتر ہو گئی۔

"اور۔ مجھے اور پانی پلاؤ"...... اس نے کرامت سے کہا۔

"بکواس بند کرو۔ جتنا پانی تم نے پی لیا ہے وہ بہت ہے۔ اب اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤ ورنہ میں تمہاری دوسری آنکھ بھی نکال

دوں گا“...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔

”بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ تم بہت ہی ظالم آدمی ہو۔ جیتے جاگتے انسانوں کو اندھا کر دیتے ہو“...... ارباز نے جلدی جلدی بولتے ہوئے کہا۔ عمران اس کی اس بات پر خاموش ہی رہا۔

”کچھ دن پہلے میرے پاس کافرستانی آرمی کا ایک کیپٹن آیا تھا۔ اس نے“...... ارباز نے بولنا شروع کیا لیکن ابھی اس کی بات ادھوری ہی رہی تھی کہ اس کے حلق سے ایک بار پھر چیخ بلند ہوئی۔ اس دفعہ خنجر اس کی دوسری آنکھ کے نیچے لگا تھا لیکن خنجر اس کی آنکھ کے نیچے ہڈی تک پہنچ گیا۔ اب اس نے پھر سر ادھر ادھر مارنا شروع کیا تو عمران نے اس کے بال پکڑ لئے۔

”مجھے سچ اور جھوٹ کی پہچان ہے۔ اب میں تمہاری دوسری آنکھ نکالنے لگا ہوں اور اس کے بعد تمہارے جسم کے دوسرے حصوں کی باری آئے گی۔ تم موت مانگو گے لیکن تمہیں موت بھی نہیں آئے گی“۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے خنجر اس کی دوسری آنکھ کی طرف بڑھایا۔ اس کی اکلوتی آنکھ میں خوف اُمڈ آیا۔

”بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ میں سچ سچ بتاتا ہوں“...... اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”جلدی بکو۔ اب ہمارے پاس وقت بھی نہیں ہے“...... عمران نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

”میرا نام پرشاد لالا ہے۔ میں اور اجیت یہاں کافرستانی ایجنسی

ریڈ پاور کے ایجنٹ ہیں۔ ریڈ پاور کے چیف رنجیت شرما نے ہماری ڈیوٹی لگائی ہے کہ ہم پاکیشیائی ایجنٹوں کو ٹریس کریں“...... اس نے کہا تو اس مرتبہ عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔

”رنجیت شرما سے تمہارا رابطہ موبائل فون کے ذریعے ہوتا ہے“۔ عمران نے اس سے پوچھا۔

”ہاں۔ موبائل فون ہمیں ایجنسی کی طرف سے ملے ہوئے ہیں۔ یہ کافرستانی حکومت کے خاص موبائل فون ہیں جن کی کالیں بہت محفوظ ہوتی ہیں“...... پرشاد لالا نے عمران کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ اجیت یہاں کس نام سے رہ رہا ہے“...... عمران نے پرشاد لالا سے پوچھا۔

”اجیت یہاں شہباز کے نام سے رہ رہا ہے۔ شہباز پی سی او والا شہباز“...... پرشاد لالا نے کہا۔ اس کی بات سننے کے بعد عمران نے کرامت کی طرف دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا جس کا مطلب تھا کہ وہ عمران کے اس سوال کے مقصد کو سمجھ گیا ہے اور اب شہباز عرف اجیت کو ان کے ہاتھوں سے بچنا نہیں چاہئے۔

”ریڈ پاور نے جو موبائل فون تمہیں دیا ہوا ہے وہ کہاں ہے“۔ عمران نے پرشاد لالا سے پوچھا۔

”وہ میری جیب میں ہے“...... پرشاد لالا نے کہا تو عمران نے نعمانی کی طرف دیکھا۔ نعمانی نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی تو اسے

پرشاد لالا کی جیب سے دو موبائل فون ملے۔ اس نے دونوں موبائل فون عمران کو دے دیئے۔ عمران نے دونوں موبائل فونز کو دیکھا۔ ایک پر وادیٔ مشکبار کی ایک موبائل کمپنی کا نام نظر آ رہا تھا جبکہ دوسرے پر سگنل تو تھے لیکن فون کمپنی کا کوئی نام نہیں تھا۔ عمران نے کمپنی کے نام والا فون کرامت کی طرف بڑھا دیا۔

"اسے بھی آف کر کے جل جھیل کے حوالے کر دینا"...... عمران نے کرامت سے کہا۔

"جی عمران صاحب۔ ایسا ہی کریں گے"...... کرامت نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد وہ سٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ سٹنگ روم میں فرنیچر کی بجائے قالین بچھا ہوا تھا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد وہ سب اسی سٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے انہیں حالات و واقعات بتا دیئے۔ عمران اور صفدر نے اجے اور شیکھر سے معلومات حاصل کرنے کے بعد ان کا خاتمہ کر دیا تھا اور پھر ان کے میک اپ میں وہ ہوٹل چنار ان پہنچ گئے تھے۔ ہوٹل میں دیوا اور رام داس مل گئے اور انہوں نے ان کا بھی خاتمہ کر دیا لیکن رنجیت ورما اور شرمیلا دیوی نہیں تھے۔ رنجیت شرما نے فون پر دیوا سے بات کی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ آرمی ایریا کے راستے پر نظر رکھیں۔

"عمران۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے"...... تنویر نے عمران سے پوچھا۔

"پرشاد لالا کے میک اپ میں رنجیت شرما سے ملنا پڑے گا"۔

عمران نے تنویر سے کہا۔

اس کے بعد اس نے میک اپ بکس اٹھایا اور میک اپ کرنے لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد وہ میک اپ سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اس نے پرشاد لالا کا سیل فون جیب سے نکالا اور سیل فون بک میں سے باس کا نمبر اوپن کیا۔ یہ فون نمبر وہ اجے کے موبائل فون میں بھی دیکھ چکا تھا۔ باس کا نمبر اوپن کرنے کے بعد اس نے کال او کے کا بٹن پریس کیا تو دوسری طرف بیل جانے لگی۔

"یس۔ رنجیت شرما اسپیکنگ"...... چند لمحوں کے بعد کال رسیو ہوئی اور رنجیت شرما کی آواز سنائی دی۔

"باس۔ میں پرشاد لالا بول رہا ہوں"...... عمران نے اپنے لہجے میں جوش پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"پرشاد لالا۔ تم پرجوش لگ رہے ہو۔ لگتا ہے تم نے کامیابی حاصل کر لی ہے"...... عمران کی توقع کے مطابق رنجیت شرما کی آواز سنائی دی۔ پھر عمران اور رنجیت شرما کے درمیان گفتگو ہونے لگی۔ ان باتوں سے عمران نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ وہ رنجیت شرما کا ایڈریس معلوم کرنا چاہتا تھا جو رنجیت شرما نے اسے بتا دیا۔

"کرامت۔ کیا پرشاد لالا کے پاس کوئی کار وغیرہ بھی ہے"...... عمران نے کرامت سے پوچھا۔

"جی ہاں عمران صاحب۔ میں جس کار میں اسے اٹھا کر لایا ہوں وہ اسی کی ہے"...... کرامت نے کہا۔

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ تنویر۔ تم میرے ساتھ چلو۔ ریڈ پاور کے دو بڑوں سے تو نمٹ لیا جائے۔ اس کے بعد کرنل راج کمار کو بھی دیکھ لیں گے"...... عمران نے پہلے کرامت اور پھر تنویر سے کہا۔

"عمران صاحب۔ سرخ پہاڑی تک میری رہنمائی کی ضرورت تو نہیں پڑے گی"...... کرامت نے عمران سے کہا۔

"نہیں۔ میں نے سرخ پہاڑی دیکھی ہوئی ہے"...... عمران نے کرامت سے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر آ گئے۔ باہر صحن میں پرشاد لالا کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ عمران ڈرائیونگ سیٹ پر جبکہ تنویر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کرامت نے آگے بڑھ کر گیٹ کھول دیا اور وہ مکان سے باہر نکل آئے۔

"سرخ پہاڑی آنے والی ہے لہٰذا تم بے ہوش ہو کر سیٹ پر لیٹ جاؤ"...... عمران نے تنویر سے کہا۔ عمران کی بات سن کر تنویر سیٹ پر لیٹ گیا جبکہ چند لمحوں کے بعد عمران نے کار روک لی۔ اس نے کار کا ہارن بجایا تو چند لمحوں کے بعد اس نے پہاڑی سے نیچے آتے ہوئے راستے پر ایک خوش لباس آدمی کو دکھا۔ اپنی وضع قطع سے وہ سرکاری افسر لگتا تھا اور چونکہ رنجیت شرما نے اسے بتایا تھا کہ وہ سرکاری افسر کے میک اپ میں ہے اس لئے وہ سمجھ گیا کہ یہ رنجیت شرما ہے۔

رنجیت شرما نے نیچے آ کر سڑک کے دونوں طرف دیکھا۔ کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا پھر اس نے کار کے اندر جھانکا۔ اسے پچھلی سیٹ پر بے ہوش آدمی دکھائی دیا۔ عمران اسی وقت کار سے نیچے اترا اور اس

نے نہایت ہی مؤدبانہ انداز میں رنجیت شرما کو سلام کیا۔

"اسے اٹھا کر اوپر لے آؤ"...... رنجیت شرما نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ واپس مڑا۔ عمران نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور اس نے تنویر کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کمرے میں ایک عورت بھی موجود تھی۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ شرمیلا دیوی ہے جو اس وقت سرکاری افسر کی بیوی کے میک اپ میں ہے۔ عمران نے تنویر کو قالین پر لٹایا پھر اس نے مؤدبانہ انداز میں شرمیلا دیوی کو سلام کیا۔

"کیا نام ہے اس آدمی کا اور تم نے اسے کیسے بے ہوش کیا ہے"۔ رنجیت شرما نے اس سے پوچھا۔

"باس۔ اس کا نام خلیل ہے اور میں نے اسے گیس سے بے ہوش کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اینٹی گیس انجکشن ہے تمہارے پاس"...... رنجیت شرما نے سخت لہجے میں عمران سے پوچھا۔

"یس باس"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے جیب میں سے ایک انجکشن نکال کر دکھایا۔

"او کے۔ تیسرا کمرہ سٹور روم ہے۔ اس سٹور روم میں رسی موجود ہے رسی اٹھا کر لاؤ اور اسے باندھنے کے بعد انجکشن لگاؤ اور ہاں سٹور روم میں دو لاشیں بھی موجود ہیں۔ لاشیں دیکھ کر پریشان مت ہو جانا"۔ رنجیت شرما نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"او کے باس"...... عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے انجکشن واپس رکھنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ شرمیلا دیوی کی چیخ بلند ہوئی اور وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگی۔ رنجیت شرما نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس کی نظر عمران کے ہاتھ پر پڑی اور اسے شرمیلا دیوی کے چیخنے اور گر کر تڑپنے کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی۔ عمران کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ریوالور تھا۔ اس ریوالور کی گولی نے شرمیلا دیوی کی گردن میں سوراخ کر دیا تھا۔

رنجیت شرما نے جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ تنویر یکدم ہی اچھلا اور رنجیت شرما کے سینے سے جا ٹکرایا۔ وہ دونوں ہی نیچے گرے۔ نیچے گرتے ہی رنجیت شرما نے تنویر کے چہرے پر مکا مارنے کی کوشش کی لیکن تنویر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر اس نے رنجیت شرما کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ رنجیت شرما کے منہ سے ایک سسکی نکلی اور اس کی کلائی ٹوٹ گئی۔ اس نے فوراً ہی دوسرے ہاتھ سے تنویر کے پیٹ میں مکا مارا۔ تنویر کو تکلیف تو محسوس ہوئی لیکن وہ یہ تکلیف برداشت کر گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے رنجیت شرما کا سر پکڑا اور اسے گھما دیا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ساتھ رنجیت شرما کے حلق سے کربناک چیخ بھی نکلی اور وہ تڑپنے لگا۔ تنویر فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔

"اس سے تو لڑائی میں مزہ ہی نہیں آیا۔ لگتا ہے اب زنخے

کافرستان کی سیکرٹ ایجنسیوں کے چیف بننے لگے ہیں"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"اب کیا کیا جائے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا لیول اتنا ہائی ہو گیا ہے کہ باقی سیکرٹ ایجنسیاں تمہیں اپنے سامنے بچہ پارٹی لگنے لگتی ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ تنویر اس کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ میز پر رکھے ہوئے سیل فون کی بیل بجنے لگی۔ عمران نے فوراً ہی سیل فون اٹھا کر دیکھا۔ سکرین پر کسی بھی موبائل کمپنی کا نام نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ یہ موبائل فون بھی کافرستانی حکومت کی طرف سے دیا گیا ہے۔ یہ یقیناً رنجیت شرما کا موبائل فون تھا۔ عمران نے کال او کے کا بٹن پریس کر کے سیٹ کان سے لگایا۔

"یس۔ رنجیت شرما اسپیکنگ"...... اس نے موبائل فون کان سے لگاتے ہوئے رنجیت شرما کی آواز میں کہا۔

"سیکرٹری دفاع گوپال چند بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی۔

عمران گوپال چند کی آواز کو پہچانتا تھا۔ اس کی آواز سن کر عمران کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"یس سر"...... عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آپ نے کوئی رپورٹ نہیں دی شرما صاحب۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے کافرستانی آرمی کو بھاری نقصان پہنچایا ہے"۔ دوسری طرف

سے گوپال چند کب آواز سنائی دی۔

''سر۔ رنجیت شرما نہ پہلے کبھی ناکام ہوا تھا اور نہ ہی اب ناکام ہوا ہے۔ ابھی علی عمران سے میری جان لیوا فائٹ ہوئی ہے اور میں نے اس فائٹ میں علی عمران کا خاتمہ کر دیا ہے۔ علی عمران کی لاش ابھی تک تڑپ رہی ہے''...... عمران نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ کیا واقعی۔ تم صحیح کہہ رہے۔ کہیں تم جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو''...... گوپال چند نے کہا۔ لگتا تھا کہ عمران کے خاتمے کی بات سن کر گوپال چند سب کچھ فراموش کر بیٹھا ہے۔

''سر۔ میں بھلا جھوٹ کیوں بولوں گا۔ میں جھوٹ بولوں گا تو آپ مجھے ملازمت سے برطرف کر دیں گے اور ویسے بھی میں نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ عمران کی لاش میرے سامنے پڑی ہوئی ہے اور اب اس لاش نے تڑپنا بند کر دیا ہے۔ آپ کرنل راج کمار سے کہیں کہ وہ علی عمران کی لاش مجھ سے وصول کر لے اور اپنے نقصان کا بدلہ علی عمران کی لاش سے لے لے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ بالکل اسے ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ٹھیک ہے۔ میں اسے کہتا ہوں کہ وہ تم سے علی عمران کی لاش وصول کر لے۔ جو سلوک اس نے لاش کے ساتھ کرنا ہے کر لے اور اس کے بعد اس لاش کو دارالحکومت بھجوا دے''...... گوپال چند کی خوشی سے معمور آواز سنائی دی۔

''یس سر۔ میں کرنل راج کمار صاحب کا انتظار کر رہا ہوں''۔ عمران نے کہا۔

''تم نے علی عمران کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کے ساتھیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا''...... گوپال چند نے کہا۔

''سر۔ فی الحال علی عمران ہی ٹریس ہوا تھا۔ اب ہم اس کے ساتھیوں کو بھی ٹریس کریں گے اور ان کا خاتمہ بھی کریں گے۔ جب زیادہ اہم آدمی ختم ہو گیا ہے تو دوسرے بھی ختم ہو جائیں گے''...... عمران نے گوپال چند کو تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

''او کے۔ میں ابھی کرنل راج کمار کو فون کر رہا ہوں اور آپ کا نمبر بھی انہیں دے رہا ہوں۔ وہ ابھی آپ سے رابطہ کریں گے''...... دوسری طرف سے گوپال چند کی آواز سنائی دی اور اسکے ساتھ ہی کال بھی منقطع ہو گئی۔ عمران نے رنجیت شرما کا سیل فون واپس میز پر رکھ دیا اور مسکرا کر تنویر کی طرف دیکھا۔

''عمران۔ اگر کرنل راج کمار یہاں آ گیا تو وہ مارا جائے گا اور ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا''...... تنویر نے عمران سے کہا۔

''ہاں۔ ہمارا مشن بھی کرنل راج کمار کا خاتمہ ہے''...... عمران نے تنویر سے کہا۔

''عمران۔ مجھے بہت مایوسی ہوئی ہے''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تمہیں مایوسی ہوئی ہے لیکن کس بات پر''...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''میں سمجھا تھا کہ اس مرتبہ مقابلہ کافرستانی آرمی سے ہے اور نہیں تو

دو چار ہزار فوجیوں کی گردنیں توڑنے کا موقع تو ملے گا لیکن یہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا اور مشن تکمیل کے قریب ہے“...... تنویر نے بدستور منہ بناتے ہوئے کہا۔

”سیانے کہتے ہیں کہ اگر دشمن گڑ سے مر جائے تو زہر دینے کی کیا ضرورت ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم بے شک دشمن کو گڑ سے مارنا لیکن میں تو زہر سے ہی ماروں گا“...... تنویر نے کہا۔

”رنجیت شرما سٹور میں لاشوں کا ذکر کر رہا تھا۔ لگتا ہے کہ اس گھر کے مالکان کو مار کر انہوں نے لاشیں سٹور میں رکھ دی ہیں“...... عمران نے تنویر سے کہا۔

”ہاں۔ وہ بیچارے بیگناہ مارے گئے ہیں۔ آؤ دیکھیں انہیں“۔ تنویر نے عمران سے کہا۔

پھر وہ اس کمرے سے نکلنے لگے تو عمران نے رنجیت شرما کا سیل فون اٹھا لیا تاکہ اس دوران کوئی کال آ جائے تو وہ کال اٹینڈ کر سکے۔ اس کمرے سے نکل کر وہ سٹور میں داخل ہوئے۔ واقعی سٹور میں ایک مرد اور ایک عورت کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور یہ ان افراد کی لاشیں تھیں جن کے میک اپ رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی نے کئے ہوئے تھے۔ لاشیں دیکھنے کے بعد وہ واپس پہلے کمرے میں آ گئے اور جیسے ہی وہ اس کمرے میں پہنچے رنجیت شرما کے سیل فون کی بیل بجنے لگی۔

”یس۔ رنجیت شرما اسپیکنگ“...... عمران نے کال او کے کا بٹن

پریس کرنے کے بعد سیٹ کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”شرما صاحب۔ میں کرنل راج کمار بول رہا ہوں۔ آپ کا نمبر مجھے گوپال چند صاحب نے دیا ہے“...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”جی کرنل صاحب۔ فرمایئے“...... عمران نے رنجیت شرما کی آواز میں کہا۔

”شرما صاحب۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ نے کافرستان کے ایک بہت بڑے دشمن کا خاتمہ کر دیا ہے“۔ دوسری طرف سے کرنل راج کمار نے کہا۔

”تھینک یو کرنل صاحب۔ آپ کی پرخلوص مبارک نے میرا دل خوش کر دیا ہے“...... عمران نے کہا۔

”شرما صاحب۔ گوپال چند صاحب نے کہا ہے کہ میں آپ سے علی عمران کی لاش وصول کر لوں۔ کیا آپ مجھے علی عمران کی لاش دینے کو تیار ہیں“...... دوسری طرف سے کرنل راج کمار نے پوچھا۔

”یس کرنل صاحب۔ آپ یہاں آنا چاہیں تو آ جائیں اور اگر مجھے حکم دیں تو میں آپ کے پاس آ جاتا ہوں“...... عمران نے رنجیت شرما کی آواز میں کہا۔

”علی عمران کی لاش لے کر آپ آ جائیں۔ میں تمام چیک پوسٹوں پر ہدایات بھجوا دیتا ہوں“...... دوسری طرف سے کرنل راج کمار کی آواز سنائی دی۔

"او کے۔ میں علی عمران کی لاش لے کر پہنچ رہا ہوں"...... عمران نے رنجیت شرما کی آواز میں کہا۔

"میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ گڈ بائی"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور کال منقطع ہو گئی۔

"لگتا ہے کہ تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔ رنجیت شرما اور شرمیلا دیوی نے میک اپ کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا میک اپ یہیں ہو گا۔ تم رنجیت شرما کا میک اپ کر لو جبکہ میں اپنا میک اپ صاف کر لیتا ہوں"...... عمران نے تنویر سے کہا۔

"رنجیت شرما کا میک اپ کرنے کے لئے اس کا اصل چہرہ بھی دیکھنا پڑے گا اور عمران رنجیت شرما کا میک اپ تم کرو تو بہتر ہے اور مجھ پر اپنا میک اپ کر دو"...... تنویر نے کہا۔

"تم یہ بات اس لئے کہہ رہے ہو کہ کرنل راج کمار سے بات کرنی پڑ جائے گی۔ اس سے بات کر کے کیا کریں گے۔ بس جاتے ہی ڈائریکٹ ایکشن کریں گے"...... عمران نے کہا تو تنویر خوش ہو گیا۔

انہوں نے میک اپ بکس تلاش کیا تو انہیں ایک لیڈیز بیگ میں سے چھوٹا سا میک اپ بکس مل گیا۔ اس بیگ میں میک اپ واش کرنے والا محلول بھی تھا پھر تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ہی تنویر رنجیت شرما کے میک اپ میں آ چکا تھا جبکہ عمران کا میک اپ صاف ہو چکا تھا۔ ضروری اسلحہ پہلے سے ہی ان کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو فون کر کے یہ بھی بتا دیا کہ وہ دیر سے آئیں گے لہٰذا وہ

پریشان نہ ہوں۔

اس کے بعد وہ کار میں بیٹھے اور کار تیز رفتاری سے آرمی ایریئے کی طرف بڑھنے لگی۔ گو کہ رات ہو چکی تھی اور پہاڑی راستہ نہایت ہی پرپیچ اور خطرناک تھا لیکن تنویر مہارت سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد وہ آرمی ایریئے میں پہنچ گئے۔ تمام چیک پوسٹوں پر تنویر نے اپنا تعارف رنجیت شرما کے طور پر کرایا تو اسے کہیں بھی نہ روکا گیا۔ آخری چیک پوسٹ پر اس کے ساتھ جیپ میں ایک فوجی بھی بیٹھ گیا جس نے کرنل راج کمار تک اس کی رہنمائی کرنی تھی۔ آخری چیک پوسٹ کے تین منٹ بعد وہ رہائشی کالونی میں پہنچ گئے۔ یہاں درمیانے سائز کے خوبصورت کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔ فوجی کی رہنمائی میں تنویر ایک کوارٹر کے سامنے پہنچ کر رک گیا پھر وہ کار سے نیچے اترا اور اس نے پچھلی سیٹ سے عمران کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور آگے بڑھا۔ فوجی نے اس سے عمران کو لینے کی کوشش کی لیکن تنویر نے اسے منع کر دیا پھر چند ہی لمحوں میں وہ ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کمرے کے دروازے پر ایک دراز قد آدمی کھڑا ہوا تھا جس کے چہرے پر تکبر اور نحوست چھائی ہوئی تھی۔

"ویلکم شرما صاحب۔ ویلکم"...... دروازے میں کھڑے آدمی نے تنویر سے کہا تو وہ آواز سے پہچان گیا کہ یہ کرنل راج کمار ہے۔ اس سے گفتگو کرتے ہوئے عمران نے سیل فون کا سپیکر آن کر دیا تھا۔

"تھینک یو"...... تنویر نے مختصراً کہا اور پھر وہ کمرے میں داخل ہو

گئے جبکہ فوجی اندر داخل نہیں ہوا تھا۔ شاید اسے کرنل کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت بھی نہیں تھی۔

"آپ نے اپنی قوم کے لئے بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہے"۔ کرنل راج کمار نے تنویر سے کہا۔ اس کے بعد اسے کوئی اور بات کہنے کا موقع ہی نہ ملا کیونکہ تنویر نے عمران کو کندھے سے اتارا اور جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور نکال کر کرنل راج کمار کے سینے پر فائر کر دیا۔ دل میں لگنے والی گولی نے اسے چیخنے کا موقع بھی نہ دیا۔ وہ فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔

عمران اور تنویر نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں مشین گنیں اور ان کے میگزین بھی رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مشین گنیں اور کئی میگزین اٹھائے اور کمرے سے باہر آ گئے۔ کمرے سے باہر فوجی مستعد کھڑا ہوا تھا۔ اس نے جیسے ہی ان دونوں کو کمرے سے باہر آتے دیکھا تو وہ حیرت سے چونکا لیکن تنویر نے اسے کوئی حرکت کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس کے سائیلنسر لگے ریوالور نے شعلہ اگلا اور وہ چیخ مار کر گرا اور گر کر تڑپنے لگا۔

کوارٹر کے صحن میں ان کی کار کے علاوہ فوجی جیپ بھی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں فوجی جیپ کی طرف بڑھے۔ وہ فوجی جیپ میں بیٹھ رہے تھے کہ انہوں نے چار پانچ فوجیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ غالباً وہ مرنے والے فوجی کی چیخ سن کر آ رہے تھے۔ عمران اور تنویر کے ریوالور سے پھر شعلے نکلے اور وہ سارے فوجی زمین پر گرتے

چلے گئے۔ ان کے منہ سے چیخیں بلند ہوئی تھیں لیکن ان چیخوں کے نتیجے میں کوئی اور فوجی نہیں آئے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ شدید سردی کی وجہ سے تمام فوجی اپنے کمروں کے دروازے بند کر کے بستروں میں سوئے ہوئے تھے اور یہ چیخیں ان تک پہنچی ہی نہیں تھیں۔ یہ جو چار پانچ فوجی آئے تھے یہ رات کی ڈیوٹی پر تھے۔ ان فوجیوں کے زمین پر گرتے ہی عمران نے جیپ آگے بڑھا دی کیونکہ اب وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔

جیپ جلد ہی پہلی چیک پوسٹ پر پہنچ گئی۔ جیپ کو دیکھ کر وہاں ڈیوٹی پر موجود فوجیوں نے رکاوٹ ہٹا دی اور ساتھ ہی انہوں نے سیلوٹ بھی کیا۔ لیکن پھر انہیں جیپ میں کرنل راج کمار نظر نہ آیا بلکہ ڈرائیونگ سیٹ پر انہوں نے ایک اجنبی کو دیکھا تو وہ اپنی گنیں سیدھی کرنے لگے لیکن ابھی ان کی گنیں سیدھی بھی نہیں ہوئی تھیں کہ تنویر نے ان پر فائر کھول دیا۔ رات کے گہرے سناٹے میں مشین گن کی تڑتڑاہٹ دور تک گونجی اور رکاوٹ کے قریب کھڑے ہوئے چھ فوجی گھومتے ہوئے نیچے گرے۔

فائرنگ کی آواز سن کر کیبن میں سے سات آٹھ فوجی باہر آ گئے۔ وہ باہر کا جائزہ بھی نہیں لینے پائے تھے کہ تنویر کی مشین گن سے پھر فائرنگ ہوئی اور وہ بھی موت کا رقص کرنے لگے جبکہ عمران نے جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔ جیپ طوفانی رفتار سے آگے بڑھنے لگی اور پھر جلد ہی وہ دوسری چیک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ جیسے ہی وہ دوسری

چیک پوسٹ کے قریب پہنچے ان کی جیپ پر بم پھینکا گیا لیکن جیپ کی رفتار انتہائی تیز تھی اس لئے جیپ آگے نکل آئی اور بم پیچھے جا گرا۔

"تنویر۔ اس چیک پوسٹ سے بم بھی اٹھانے ہیں"...... عمران نے تنویر سے کہا۔

تنویر نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اس نے مشین گن کا رخ سامنے کر کے فائر کھول دیا کیونکہ وہ چیک پوسٹ پر پہنچ چکے تھے اور اردگرد انہیں کئی فوجی نظر آ رہے تھے۔ اس مرتبہ تنویر کے ساتھ ساتھ عمران بھی فائرنگ کرنے لگا۔ جیپ پھرکی کی طرح گھوم رہی تھی۔ رات کے گہرے سناٹے میں فائرنگ اور انسانی چیخیں دور دور تک جا رہی تھیں۔ جیپ کو پھرکی کی مانند گھماتے ہوئے اور پھر آگے پیچھے دوڑاتے ہوئے ان دونوں نے اتنی زبردست فائرنگ کی کہ چند منٹوں میں ہی اس چیک پوسٹ پر موجود فوجیوں کا صفایا ہو گیا۔ جیسے ہی تمام فوجیوں کا صفایا ہوا تنویر نے جیپ سے چھلانگ لگائی اور پھر وہ کیبن میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے اس جیپ پر بم پھینکا گیا تھا جس کا مطلب تھا کہ یہاں بم موجود تھے۔

تنویر کیبن میں داخل ہوا تو اسے بموں کا پیکٹ دکھائی دیا۔ اس نے وہ پیکٹ اٹھا لیا۔ اس لمحے اسے بہت سی گاڑیوں کی آواز سنائی دی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے کیبن سے باہر آیا اور پھر ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں وہ جیپ میں سوار ہو چکا تھا۔

یہ فوجی گاڑیوں کی آواز تھی جو طوفانی رفتار سے پیچھے کی جانب سے

آ رہی تھیں۔ عمران نے چند لمحے ان کے قریب آنے کا انتظار کیا۔ اس دوران تنویر نے پیکٹ میں سے دو بم نکالے پھر اس نے ایک بم کی پن کھینچی اور اسے پوری قوت سے آنے والی گاڑیوں کی طرف پھینک دیا۔ بم طوفانی رفتار سے اڑتا ہوا گاڑیوں کے سامنے جا گرا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور وہ گاڑیاں فضا میں بلند ہوتی ہوئی دکھائی دیں۔

عمران نے ایکسیلیٹر پر یکدم دباؤ ڈالا تو فوجی جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی جبکہ تنویر نے دوسرے بم کی پن کھینچ کر دوسرا بم بھی ان گاڑیوں کی طرف اچھال دیا۔ ان کی جیپ تو بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ تنویر کو اپنے پیچھے آنے والی گاڑیاں آگ میں جلتی ہوئی نظر آئیں۔ اس کے پھینکے گئے بموں نے ان گاڑیوں کو آگ لگا دی تھی۔

ابھی چند سیکنڈ بھی نہیں گزرتے تھے کہ انہیں سامنے سے بھی فوجی گاڑیاں آتے ہوئے دکھائی دیں۔ تنویر نے پیکٹ میں سے مزید دو بم نکال لئے۔ اس نے پہلے بم کی پن کھینچی ہی تھی کہ ان کی جیپ ان گاڑیوں کے قریب بھی پہنچ گئی۔ عمران نے یکدم بریک لگائے۔ ان کی جیپ ایک جھٹکے سے رکی اور ساتھ ہی تنویر نے سامنے والی گاڑیوں پر بم پھینک دیا۔ ایک اور دھماکا ہوا اور وہ گاڑیاں بھی فضا میں بلند ہوئیں اور پھر سڑک کے کناروں پر پھسلتی ہوئی سڑک سے دور جا گریں۔

عمران کا پاؤں ایک بار پھر پوری قوت سے ایکسیلیٹر پر پڑا تو جیپ گولی کی طرح آگے بڑھی۔ ایک ڈیڑھ منٹ بعد ہی وہ اگلی چیک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ تنویر اور عمران نے یہاں فائرنگ نہیں کی بلکہ تنویر

نے ایک بم کیبن کی طرف اچھال دیا۔ بم کیبن سے ٹکرایا تو ایک زبردست دھماکا ہوا اور اس دھماکے کے بعد مزید دھماکے بھی ہونے لگے۔ غالباً اس چیک پوسٹ پر بارود بھی موجود تھا کیونکہ دھماکوں کے ساتھ ہی وہاں آگ بھی لگ گئی تھی۔

عمران نے ایک جھٹکے سے جیپ روک لی تھی اور چند سیکنڈ کے بعد اس نے پھر ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھائی۔ اس کی جیپ دھماکوں اور آگ کے طوفانوں سے گزرتی گئی۔ عمران کے ارادے کو تنویر نے پہلے ہی بھانپ لیا تھا اس لئے اس نے بموں والا پیکٹ باہر اچھال دیا تھا۔ اس پیکٹ میں اب ایک دو بم ہی باقی بچے تھے اور آگ میں سے گزرتے ہوئے وہ بم بلاسٹ ہو سکتے تھے اسی لئے تنویر نے پیکٹ دور اچھال دیا تھا۔ ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں عمران جیپ کو بہت دور لے آیا۔ اب جیپ آخری چیک پوسٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

آخری چیک پوسٹ پر بھی کئی مسلح فوجی موجود تھے۔ اس لئے ان دونوں کی مشین گنیں سیدھی ہو گئیں۔ قریب پہنچنے سے پہلے ہی ان دونوں نے فوجیوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ کئی فوجی ان کی فائرنگ کی زد میں آئے تھے لیکن چونکہ ان کی جیپ کی رفتار طوفان سے بھی زیادہ تیز تھی اس لئے وہ گولیوں کی زد میں نہیں آ رہے تھے۔ گولیاں ان کے دائیں بائیں، اوپر نیچے سے گزر رہی تھیں۔ یہاں بھی عمران نے جیپ کو پھرکی کی مانند گھمایا اور دو تین منٹوں میں ہی یہاں موجود تمام فوجیوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد عمران نے جیپ کو شہر کے راستے پر ڈال دیا۔ جیپ کی رفتار اب بھی تیز تھی۔ کافی آگے آنے کے بعد عمران نے جیپ کی رفتار نارمل کر لی۔ شہر سے تین چار کلو میٹر پہلے ہی عمران نے جیپ روک لی اور پھر وہ جیپ سے باہر آ گئے۔ انہوں نے جیپ کو دھکا دے کر سڑک سے نیچے گرا دیا۔ جیپ قلابازیاں کھاتی ہوئی سینکڑوں فٹ گہری کھائیوں میں گرنے لگی تو عمران اور تنویر پیدل ہی شہر کی طرف بڑھنے لگے۔

ختم شد